تذکرۃ الحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تسہیل

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف

حکیم الامۃ حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

کاوش

حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب فاروقی

استاذ مدرسہ باب الاسلام مسجد برنس روڈ کراچی



زمزم پبلشرز

جدید نظر ثانی شدہ ایڈیشن

تذکرۃ الحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تسہیل

نشر الطیب

فی

ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تالیف

حکیم الامۃ حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

کاوش

حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب فاروقی

استاذ مدرسہ باب الاسلام مسجد برنس روڈ کراچی

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی

فون ۷۷۲۵۶۷۳

کتاب کا نام ...... تذکرۃ الحبیب ﷺ
تاریخ اشاعت ..... اکتوبر ۲۰۰۳ء
باہتمام .... احباب زمزم پبلشرز
کمپوزنگ .... فاروق اعظم کمپوزر
سرورق .... لومیز گرافکس
مطبع ....
ناشر .... زمزم پبلشرز
شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اردو بازار کراچی
فون: 7760374 - 7725673
فیکس: 7725673
ای میل - zmzm01@cyber.net.pk
zamzam@sat.net.pk

ملنے کے دیگر پتے:
دارالاشاعت، اردو بازار کراچی
مکتبۃ البخاری نزد صابری مسجد، بہار کالونی کراچی
قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
صدیقی ٹرسٹ، لسبیلہ چوک کراچی۔ فون: 7224292
مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور

ضروری گزارش

ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب میں عمداً غلطی کا تصور نہیں کرسکتا۔ سہواً جو اغلاط ہوگئی ہوں اس کی تصحیح و اصلاح کا بھی انتہائی اہتمام کیا ہے۔ اسی وجہ سے ہر کتاب کی تصحیح پر ہم زر کثیر صرف کرتے ہیں۔

تاہم انسان، انسان ہے۔ اگر اس اہتمام کے باوجود بھی کسی غلطی پر آپ مطلع ہوں تو اسی گزارش کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ اور آپ "تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی" کے مصداق بن جائیں۔

جَزَاكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی جَزَاءً جَمِيلًا جَزِيلًا

—— منجانب ——

احبابِ زمزم پبلشرز

فہرست مضامین

عرضِ صاحبِ تسہیل

رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ ومقدسہ تمام بنی نوع انسان کے لئے مشعل راہ، سراپا ہدایت، سراسر خیر اور بھلائی کا ذریعہ ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ آپ ﷺ رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین اور حبیب رب العالمین ہیں۔ آپ ﷺ ہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔

غرض ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ اپنے ہر قول و فعل کو رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل کی طرح بنائے تو جس قدر اس کا قول و فعل آپ ﷺ کے قول و فعل سے ملتا چلا جائے گا یہ شخص اسی قدر کامیابی و کامرانی کی منازل طے کرتا چلا جائے گا۔

اس مقصد کے لئے کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا ہر رخ آپ ﷺ کی اتباع کے طالبین و شائقین اور آپ ﷺ کے عاشقین اور محبین کے سامنے آجائے اور کوئی پہلو بھی ان کی نظروں سے اوجھل نہ رہے تاکہ وہ اپنی زندگی کے شب و روز اور نشیب و فراز میں قدم بقدم آپ ﷺ کا اتباع کر سکیں۔ آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ پر ہر زمانے میں طویل اور مختصر کتابیں لکھی گئی ہیں۔

حضرت تھانویؒ کی یہ تصنیف نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ اس مقصد میں کسی تعریف کی محتاج نہیں ہے، حضرتؒ نے اس میں سیرت کے علوم و اسرار و حکمتیں بیان فرمائی ہیں اور جس طرح سیرت طیبہ کے ہر رخ اور ہر پہلو کو واضح کیا ہے اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں رہتا ہے اور یہ کتاب اس بیان میں منفرد ہو جاتی ہے۔

اس کی اس امتیازی شان کی وجہ سے اس کی اہمیت کا تقاضا تھا کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں اور سیرت طیبہ کے علوم سے بہرہ ور ہو سکیں۔ لیکن اس کتاب میں جو

زبان استعمال ہوئی ہے اس کی اردو قدیم ہے جس کا سمجھنا عام آدمی کے لئے اس وقت بہت ہی مشکل ہے۔ مزید یہ کہ حضرتؒ نے بہت سی جگہ علمی اصطلاحات اور نکات بھی استعمال فرمائے ہیں اس لئے بھی ان عبارات کا سمجھنا بہت وقت طلب ہے۔ جس کی وجہ سے اس کتاب سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا ہے۔

میرے ایک عزیز دوست مولوی محمد رفیق صاحب زید مجدہٗ نے اس جانب توجہ دلائی کہ اگر اس کتاب کی تسہیل ہو جائے تو عام آدمی کے لئے اس سے استفادہ ممکن ہو جائے گا۔ ابتدا میں تو مجھے اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کی وجہ سے حجاب ہوا کہ یہ کام میرے لئے مشکل بھی تھا اور وقت طلب بھی اس لئے انکار کیا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کی حرص پیدا ہوئی جو بڑھتی چلی گئی۔ موصوف محترم سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو انہوں نے پھر اس کام کے لئے کہا اور وہ حرص جو پیدا ہو چکی تھی مزید بڑھ گئی کہ اگر یہ کام میرے لئے سبب مغفرت و شفاعت ہو جائے تو کیا ہی خوش نصیبی ہے۔ اور سیرت کے خادموں میں مجھے بھی کہیں جگہ مل جائے تو زہے قسمت۔

یوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ کام شروع ہوا۔ دوران تسہیل بہت سے احباب کو جو اہل علم میں سے ہیں عبارت کی تسہیل دکھاتا رہا کہ کہیں کوئی مضمون یا مفہوم بدل نہ گیا ہو۔ ان ہی احباب میں سے مولانا محمد حسین صدیقی صاحب (مدرس جامعہ بنوریہ سائٹ) سے بھی بعض امور میں مشورہ ہوتا رہا اللہ تعالیٰ مولانا کو بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائے۔

آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم ہی سے یہ کام تکمیل کو پہنچا ورنہ مجھ جیسے آدمی کے لئے یہ کام چھوٹا منہ بڑی بات کی طرح ہے میری کیفیت تو اس کام کے دوران بارگاہ نبوی میں یہ رہی ؎

ہو نہ گستاخی اس سے میں ڈرتا ہوں
گلہائے عقیدت ہیں جو میں پیش کرتا ہوں
آپ ﷺ کی ذات ہی کچھ ایسی عالی ہے
کچھ سمجھ آتا نہیں پس و پیش کرتا ہوں
چھوٹا منہ ہے بات بڑی ڈرتے ڈرتے کہتا ہوں
میں شفاعت کا ہوں طالب اسی کی خواہش کرتا ہوں

(از صاحب تسہیل)

اب امید ہے کہ اس کتاب سے سب ہی فائدہ اٹھا سکیں گے، میں نے اس تسہیل کا نام "تذکرۃ الحبیب ﷺ تسہیل نشر الطیب" رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم اور عنایت خاصہ سے اس کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائیں اور میرے، میرے والدین، اہل و عیال، اعزاء، اقرباء، اساتذہ، اصدقاء، محسنین، معاونین اور تمام اُمّت مسلمہ کے لئے ذریعہ مغفرت، شفاعت اور نجات بنائے۔ (آمین)

بندہ ارشاد احمد فاروقی
عفا اللّٰہ عنہ و عافاہ و وفقہ لما یحب
و یرضاہ و اجعل آخرتہٗ خیر امن اولاہ
و اجعل خیر ایامہ یوم یلقاہ آمین۔
مدرسہ مسجد باب الاسلام برنس روڈ کراچی
۷/ رمضان ۱۴۲۲ھ

تسہیل میں ذیلی امور کا خیال کیا گیا

۱. عبارت کو عام فہم اور آسان بنایا گیا جس میں حتی الامکان کوشش کی کہ کتاب کی عبارت نہ بدلے لیکن اگر کہیں عبارت بہت ہی مشکل ہوئی تو اس کو آسان عبارت کے ساتھ لکھا گیا۔

۲. اگر کہیں عبارت بہت طویل تھی اور طوالت کی وجہ سے مضمون کو سمجھنے میں مشکل محسوس کی گئی تو اس مضمون کو ان ہی الفاظ کی رعایت کے ساتھ آسان پیرائے میں مختصر بیان کیا گیا۔

۳. کتاب میں کئی مقام پر علمی مباحث بھی تھیں اگر وہ عوام کے لئے عام فہم اور فائدہ مند ہوئیں تو اس کو آسان الفاظ میں تعبیر کیا گیا ورنہ حذف سے کام لیا گیا۔

۴. عبارات میں پیرا گراف نہیں تھے۔ پیرا گراف بنا کر ہر مضمون اور بحث کو علیحدہ علیحدہ کیا گیا تاکہ ہر ایک واضح اور صاف ہو جائے اور سمجھنا بھی آسان ہو جائے۔

۵. فصول کے نمبر صحیح کئے گئے اور ان کی سرخیوں کو عام فہم بنا کر لکھا گیا۔ اور جہاں سرخیاں نہیں تھیں وہاں سرخیاں بنائی گئیں تاکہ مضمون واضح ہو جائے۔

۶. عبارت کے درمیان راوی یا کتاب کا نام حذف کیا گیا تاکہ عبارت کے تسلسل اور روانی میں فرق نہ آئے اور عبارت آسانی سے سمجھ میں آجائے۔

۷. حدیث براہ راست اصل راوی سے نقل کی گئی اور درمیانی واسطوں کو حذف کیا گیا۔

۸. کتب حدیث کے حوالوں کو عربی میں لکھا گیا تاکہ عبارت سے جدا ہو جائیں اور اہل علم کی ضرورت بھی پوری ہو سکے۔

۹. تمام اشارات اور نشانات جو عبارت میں نہیں تھے لگائے گئے جیسے وقفہ (کومہ)، وقف کامل (ڈیش)، سوالیہ نشان، علامت استعجابیہ وغیرہ۔

۱۰. اشعار کے ترجمہ کو بھی عام فہم بنانے کے لئے تسہیل کا کام کیا گیا۔

۱۱. صحابہ کے ناموں اور مشکل الفاظ پر اعراب لگائے گئے۔

۱۲. آیات اور فارسی اشعار کے ترجمہ کئے گئے۔

۱۳. کتاب کے مقدمے اور آخری دو مضمون کی تسہیل تبرکاً نہیں کی گئی۔ کیونکہ مقدمہ میں وجہ تالیف ہے اور دو فصلوں میں رسول اللہ ﷺ کے دو خواب ہیں جس میں اس کتاب کی تائید ہے۔

۱۴. کتاب کے حواشی کو بھی اختصاراً ترک کر دیا گیا ہے۔ اگر کہیں ضرورت محسوس ہوئی تو عبارت کے درمیان قوسین میں ذکر کیا گیا ہے۔

۱۵. بعض فصلوں کے شروع میں خاص واقعات کو فصل کے شروع میں شمار کر کے اجمالاً ذکر کیا گیا ہے تاکہ مضمون کی ترتیب شروع فصل سے ہی سمجھ میں آجائے اور پڑھنے والے کی دلچسپی کا ذریعہ ہو۔

۱۶. رسول اللہ ﷺ کے شمائل میں اردو کے جو لطیف الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ آپ ﷺ کی شان کے عین مناسب ہیں اس لئے ان کی تسہیل کے وقت ان کو بدلا نہیں گیا بلکہ اس کے آسان معنی کو ان الفاظ کے آگے ہی قوسین میں ذکر کیا گیا ہے تاکہ معنی بھی سمجھ میں آجائیں اور شمائل و خصائل کی لطافت اور نزاکت میں بھی فرق نہ آئے۔

۱۷. فہرست میں بھی عنوان بڑھائے گئے ہیں تاکہ فہرست سے ہی مطلوبہ عنوان تک آسانی سے رسائی ہو سکے۔ جو پہلے کتاب میں نہیں تھے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ الَّذِیۡ مَنَّ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡھِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِہِمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡہِمۡ وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ۔

امابعد! یہ گرسنہ رحمت غفار و تشنۂ شفاعت سید الابرار صلی اللہ علیہ وعلی الہ الاطہار۔ واصحابہ الکبار۔ عاشقان نبی مختار و محباب حبیب پروردگار کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ ایک مدت سے بہت سے احباب کی فرمائش تھی کہ حضور پرنور ﷺ کے کچھ حالات قبل نبوۃ و بعد نبوۃ کے صحیح روایت سے تحریر کئے جاویں کہ اگر کوئی متبع سُنّت بخلاف طریق اہل بدعت بغرض ازدیاد محبت آپ کے ذکر مبارک سے شوق اور رغبت کرے تو وہ اس مجموعہ کو اطمینان سے پڑھ سکے پھر ان دنوں اتفاق سے پیہم چند دیندار دوستوں کے خطوط[1] اسی استدعا میں آئے جن میں مجموعًا اس غرض کی اس طرح تقریر کی گئی کہ جو شرائط اس ذکر مبارک سے برکات حاصل کرنے کے اس احقر نے بعض رسائل میں لکھے ہیں کوئی شخص اسی طرح ان حالات کو پڑھے مثلاً جمعہ میں نمازی جمع ہوگئے ان کو سنادیا یا اپنے گھر کی مستورات کو بٹھلالیا اور ان کو سنا[2] دیا اسی طرح اور شرائط کی رعایت و اہتمام رکھے تو ایسے موقع کے لئے ایسا رسالہ لکھ دیا جاوے حاصل

[1] بالخصوص اٹاوہ سے جناب حافظ روح اللہ خانصاحب کا اور لکھنؤ سے حافظ عبدالحکیم خانصاحب کا اور الہ آباد سے مولوی مسیح الدین صاحب کا ۱۲ منہ۔

[2] یا وعظ کے ساتھ یہ مضامین بیان کردئے ۱۲ منہ۔

تقریر ختم ہوا۔ ایسی تصریح کے بعد بامید اس کے کہ یہ مجموعہ آلہ ہوجاوے گا ازدیاد محبت برعایت طریق سُنّت کا لکھنا مصلحت معلوم ہونے لگا اور اس کا مصلحت ہونا اس سے اور زیادہ ہوگیا کہ منجملہ خطوط مذکورہ کے ایک میں یہ بھی استدعاء ظاہر کی گئی کہ موقع موقع سے اس میں مناسب مواعظ و نصائح بھی بڑھادئے جاویں سو اس طور پر اور زیادہ نفع کی توقع ہوئی پھر ان دونوں مصلحتوں کے ساتھ ہی اس وجہ سے اور زیادہ آمادگی ہوئی کہ آج کل فتن ظاہری جیسے طاعون اور زلزلہ[1] و گرانی و تشویشات مختلفہ کے حوادث سے عام لوگ اور فتن باطنی جیسے شیوع بدعات و الحاد و کثرت فسق و فجور سے خاص لوگ پریشان خاطر اور مشوش رہتے ہیں ایسے آفات کے اوقات میں علماء امت ہمیشہ جناب رسول اللہ ﷺ کی تلاوت و تالیف روایات اور نظم مدائح و معجزات اور تکثیر سلام و صلوٰۃ سے توسل کرتے رہے ہیں چنانچہ بخاری شریف کے ختم کا معمول اور حصن حصین[2] کی تالیف اور قصیدہ کی تصنیف کی وجہ مشہور و معروف ہے میرے قلب پر بھی یہ بات وارد ہوئی کہ اس رسالہ میں حضور ﷺ کے حالات و روایات بھی ہوں گے جا بجا اس میں درود شریف بھی لکھا ہوگا پڑھنے سننے والے بھی اس کی کثرت کریں گے کیا عجب ہے کہ حق تعالیٰ ان تشویشات سے نجات[3] دیں چنانچہ اسی وجہ سے احقر آج کل

[1] جیسا کہ اس رسالہ کے شروع کرنے سے پہلے پیہم زلزلے آچکے تھے ۱۲ منہ۔

[2] حصن حصین کے تو خود خطبہ میں لکھا ہے اور قصیدہ بردہ کی وجہ یہ ہے کہ صاحب قصیدہ کو مرض فالج کا ہوگیا تھا جب کوئی تدبیر موثر نہ ہوئی یہ قصیدہ بقصدہ برکت تالیف کیا اور حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے کہ آپ نے دست مبارک پھیر دیا اور فورًا شفا ہوگئی ۱۲ منہ۔

[3] چنانچہ ابتداء رسالہ سے اس وقت تک کہ ربیع الثانی ۱۳۲۹ء ہے بفضلہ تعالیٰ یہ قصبہ ہر بلا سے محفوظ ہے کیونکہ اب تک یہ رسالہ شائع نہیں ہوا بالخصوص امسال تمام بلاد و امصار و قری میں طاعون کا اشتداد اور امتداد رہا اکثر جگہ رمضان کے بعد سے شروع ہوا ہے اور اس وقت تک کہ ساتواں مہینہ ہے امن نہیں ہوا مگر بفضلہ تعالیٰ یہاں خود کچھ بھی اثر نہیں ہوا میرا یقین پہلے سے تھا کہ یہاں طاعون نہ ہوگا مگر اب بعد مشاہدہ کے ظاہر کرتا ہوں کہ وہ خیال میرا کہ اس کی یہ برکت ہوگی صحیح ہوا سو میں یہ بھی

درود شریف کی کثرت کو اور وظائف سے ترجیح دیتا ہے اور اس کو اطمینان کے ساتھ مقاصد دارین کے لئے زیادہ نافع سمجھتا ہے اور اس کے متعلق ایک علم عظیم کہ اب تک مخفی تھا ذوقی طور پر ظاہر ہوا ہے[۱] والحمد للہ علی ذلک اور نیز رسالہ ہذا میں جو ذکر حالات ہو گا اس ذکر حالات سے معرفت اور معرفت سے محبت اور محبت سے قیامت میں معیت اور شفاعت کی امیدیں اعظم مقاصد سے ہیں غرض ایسے رسالہ سے منافع و مصالح ہر قسم کے متوقع ہوئے ان وجوہ سے بنام خدا آج کے روز کہ اتفاق سے ربیع الاول کا مہینہ اور دو شنبہ کا دن پہلا عشرہ ہے شروع کر دیا اللہ تعالیٰ اتمام کو پہنچا کر مقبول و نافع اور وسیلہ نجات عن الفتن ما ظہر منہا وما بطن کا دونوں عالم میں فرماویں آمین بحرمۃ سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم ابد الابدین و دہر الداہرین۔ اور رسالہ ہذا کو حسب ضرورت مضامین ایک مقدمہ اور اکتالیس فصول اور ایک خاتمہ پر منقسم کرتا ہوں مقدمہ میں رسالہ ہذا کا طرز اور ماخذ مذکور ہے۔ فصول میں مقاصد مختلفہ رسالہ کے مذکور ہیں۔ خاتمہ میں بعض دیگر مضامین ضروریہ متعددہ مذکور ہوں گے۔ وباللہ التوفیق وھو نعم المولی ونعم الرفیق۔

مقدمہ مشتمل تین مضمون پر:

مضمون اول — اس رسالہ کے لکھنے کے وقت یہ کتابیں میرے پیش نظر تھیں۔ مشکوٰۃ۔ صحاح ستہ میں مع شمائل ترمذی۔ مواہب لدنیہ۔ زاد المعاد ابن القیم۔ سیرۃ ابن ہشام۔ الشمامۃ العنبریہ[۲] فی مولد خیر البریہ تصنیف مولوی صدیق حسن خاں قنوجی ،

امید کرتا ہوں کہ اگر یہ رسالہ شائع ہوا تو جہاں جہاں اس کا بطریق سنت مشغلہ ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ ہر قسم کا امن و سکون میسر ہو گا آگے ہر شخص کا اعتقاد ہے انا عند ظن عبدی بی حدیث قدسی میں ارشاد ہے ۱۲ منہ

[۱] ختم رسالہ سے پہلے ایک فصل درود شریف کے فضائل میں ہے اس میں علم مخفی کی تقریر کی گئی ہے ۱۲ منہ۔

[۲] یہ رسالہ لکھنؤ کے خط کے ساتھ اس غرض سے آیا تھا کہ احقر اس کی عبارت کو سلیس کر دے لیکن

مرحوم جس کو انہوں نے شیخ امام سید شبلنجی معروف بمومن کی کتاب نور الابصار سے ملخص کیا ہے۔ تاریخ حبیب الٰہ۔ قصیدہ[۱] بردہ۔ الروض النظیف (یہ منظوم ہے) وغیرہ ذلک۔

مضمون دوم — ان خطوط فرمائشی میں سے ایک خط میں اس استدعاء کا تو اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ اس میں مواعظ اور نصائح بھی جا بجا لکھے جاویں اور ایک خط میں یہ استدعا تھی کہ کہیں کہیں مناسب لطائف و نکات بھی لکھ دئے جاویں اور سیر و احوال کی استدعاء تو سب میں مشترک اور اصل مضمون تھا اس لئے احقر نے اول اس رسالہ کو بلحاظ انہیں تینوں مضامین کے تین باب پر منقسم کرنے کی تجویز کی تھی کہ پہلا باب حالات و سیر نبویہ میں ہو اور اس باب کا نام باب الاخبار ہو دوسرا باب بعض مواعظ و نصائح مناسبہ میں ہو اور اس کا نام باب الانوار ہو۔ تیسرا باب بعض لطائف و فوائد علمیہ میں ہو اور اس کا نام باب الاسرار ہوتا کہ اگر کبھی وقت کم ہو اور مجمع میں اتفاق سے سب یا اکثر ایسے صلحا ہوے جن کو صرف حالات کا سننا بھی نافع ہو سکتا ہے ایسے موقع پر صرف باب الاخبار پر اکتفا کر لیا جاوے۔ اور اگر کہیں مواعظ و نصائح کی بھی ضرورت محسوس ہوئی تو باب الانوار بھی پڑھ دیا جاوے۔ اور اگر کہیں اہل علم و اہل فہم جمع ہو گئے تو باب الاسرار کو بھی شامل کر لیا جاوے لیکن چونکہ خود روایات و اخبار کا حصہ خیال سے زائد بڑھ گیا تو دو باب اخیر لکھنے سے بہت حجم بڑھ جاتا اور عام انتفاع میں تکلف ہوتا اس لئے یہ تجویز موقوف کر کے اخبار کو متن میں اور کسی کسی موقع پر نصائح و لطائف کو حواشی میں

چونکہ ترتیب مضامین کی اور طور پر ذہن میں آئی لہٰذا یہ فرمائش پوری نہ کر سکا اور اس رسالہ کو ماخذ میں رکھنے کی یہ بھی مصلحت تھی کہ جن میں ظاہریت غالب ہے نواب صاحب کے انتساب سے ان کے غلو کی بھی اصلاح ہو جاوے ۱۲ منہ۔

[۱] رسالہ میں جہاں من القصیدہ آئے گا مراد اس سے یہی قصیدہ ہو گا اور جہاں من الروض کہوں گا اس سے الروض النظیف مراد ہو گا ۱۲ منہ۔

رکھنے پر اکتفا کیا کہ اگر کہیں موقع ہوا اس کو حاشیہ میں دیکھ کر پڑھ لیا یا سنا دیا۔ اور اس رسالہ کو شروع کر کے چند فصلیں لکھی تھیں پھر بعض اتفاقات سے تخمیناً ڈیڑھ یا اڑھائی سال کا (یاد نہیں رہا) توقف ہو گیا کہ یکایک دو امر محرک تکمیل پیش آئے اول یہ کہ اتفاق سے ایک رسالہ مسمے بہ شیم الحبیب مصنفہ مولانا مفتی آلٰہی بخش صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کاندھلہ میں نظر پڑا اس کی وجازت وبلاغت کو دیکھ کر دل چاہا کہ اس کو تماماً اپنے رسالہ کا جزو اعظم بنایا جاوے بلکہ اپنے رسالہ کو اس رسالہ کا ترجمہ قرار دیا جاوے اور جو اس سے زائد ہو وہ ملحقات کے حکم میں سمجھا جاوے پس جہاں سے وہ شروع ہو گا اسے ختم تک اپنے رسالہ کے دو کالم کر دوں گا ایک میں اصل رہے گا دوسری ترجمہ اور اتنے حصہ کا نام بھی مستقل کہہ دینا مناسب معلوم ہوا اور بمصلحت طرز رسالہ کے اس رسالہ کو بھی ایک فصل کے عنوان سے نقل کیا گیا۔ ثانی مشفقی مولوی فتح محمد خانصاب سلمہ بستوی مصنف رسائل متعددہ نے شوق ظاہر کیا کہ اس رسالہ کی تکمیل کی جاوے اور طبع کے لئے ان کو دیا جاوے چنانچہ اس کا وعدہ[1] کر لیا گیا اور بنام خدا اس رمضان ۱۳۲۸ھ میں اس کا قصد کیا گیا۔

مضمون سوم — اس رسالہ میں بعض بعض مقام[2] پر شوق میں اشعار لکھ دئے ہیں اگر مستورات کے مجمع میں پڑھنے کا اتفاق ہو تو اشعار چھوڑ دئے جاویں فقط وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ۔

---

۱ مگر ان کی اجازت سے مدرسہ دیوبند میں طبع کرایا گیا ۱۲۔

۲ اگر اکثر ختم فصول پر قصیدہ بردہ کے اشعار ہیں اور ان کے ساتھ ایک شعر درود کا بھی جو قصیدہ بردہ کا نہیں ہے تبرکاً بڑھا دیا گیا ہے اور بعض جگہ الروض النظیف کے اشعار ہیں اور اسی طرح ان کے ساتھ بھی ایک شعر درود کا جو اس کا نہیں ہے ۱۲ منہ۔

— پہلی فصل —

نور محمدی ﷺ کے بیان میں

پہلی روایت: حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تمہارے نبی کے نور کو اپنے نور کے فیض سے پیدا کیا۔ پھر وہ نور جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا، نہ بہشت تھی نہ دوزخ تھا، نہ فرشتہ تھا نہ آسمان تھا، نہ زمین تھی نہ سورج تھا، نہ چاند تھا، نہ دن تھا اور نہ انسان تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے۔ ایک حصے سے قلم دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش پیدا کیا۔

(رواہ عبدالرزاق بسندہ عن جابرؓ)

فائدہ: اس حدیث سے نور محمدی کا حقیقۃً سب سے پہلے پیدا ہونا ثابت ہوا۔ کیونکہ جن چیزوں کے بارے میں احادیث میں پہلے پیدا ہونا آیا ہے ان سب چیزوں کا نور محمدی کے بعد پیدا ہونا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

دوسری روایت: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس وقت ہی خاتم النبین بن چکا تھا جس وقت (حضرت) آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے گارے کی شکل میں تھے (یعنی ابھی ان کا پتلا بھی نہیں بنا تھا)۔ (رواہ احمد والبیہقی، والحاکم وصححہ الحاکم)

تیسری روایت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کو نبوت کس وقت مل گئی تھی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس وقت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے (یعنی ان کے جسم میں روح نہیں ڈالی گئی تھی)۔ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن)

چوتھی روایت: شعبیؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کب نبی بنائے گئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس وقت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ اس وقت مجھ سے (نبوت کا) عہد لیا گیا تھا۔ کما قال تعالٰی وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ۔

(رواہ ابن سعد عن جابر جعفی کما ذکرہ ابن رجب)

پانچویں روایت: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور رکھا تھا۔ (ذکر فی روایات احکام بن القطاف)

فائدہ: اس عدد (یعنی چودہ ہزار) میں کم کی نفی ہے زیادتی کی نہیں پس اگر زیادتی کی روایت نظر آئے تو اس میں شبہ نہ کیا جائے اور اس عدد (چودہ ہزار) کو ذکر کرنا شاید کسی خاص ضرورت کی وجہ سے ہو۔

چھٹی روایت: حضرت سہل بن صالح ہمدانی فرماتے ہیں: میں نے ابو جعفر محمد بن علی (یعنی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کو تمام انبیاء سے پہلے ہونے کا درجہ کیسا حاصل ہو گیا حالانکہ آپ ﷺ سب سے آخر میں تشریف لائے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالٰی نے (تمام روحوں کو عالم ارواح میں عہد لیتے وقت) حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا، اور ان سے یہ اقرار لیا کہ "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں" تو جواب میں سب سے پہلے "بلی" (یعنی کیوں نہیں آپ ہی ہمارے رب ہیں) محمد ﷺ نے کہا تھا۔ اسی لئے آپ ﷺ کو تمام انبیاء سے اول ہونے کا درجہ

حاصل ہے۔ اگرچہ آپ ﷺ سب سے آخر میں تشریف لائے ہیں۔
(ذکر فی جزء لامالی ابی سھل قطاف عن سھل بن صالح حمدانی

فائدہ: اگر عہد لیتے وقت روح کا جسم سے تعلق ہو بھی گیا ہو تو بھی احکام روح ہی کے
غالب ہیں۔ اسی لئے اس روایت کو نور کی کیفیات میں لانا مناسب خیال کیا۔ اوپر شعبیؒ
کی روایت میں آدم علیہ السلام سے پہلے آپ ﷺ سے عہد لیا جانا ذکر کیا گیا ہے اور اس
روایت میں عہد "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد لیا جانا معلوم ہو
ہے۔ ممکن ہے وہ عہد نبوت کا عہد ہو جو کسی دوسرے کی شرکت کے بغیر (لیا گیا) ہو جی
کہ اس حدیث کے ذیل میں اس طرف اشارہ بھی ہے۔

ساتویں روایت: جب آپ ﷺ تبوک سے مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے
حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ
تعریف میں کچھ (اشعار کہوں۔ (چونکہ حضور ﷺ کی تعریف خود طاعت ہے اس لئے
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہو۔ اللہ تعالٰی تمہارے منہ کی حفاظت فرمائے۔ انہو
نے آپ کے سامنے یہ اشعار پڑھے ؎

من قبلها طبت فی الظلال وفی — مستودع حیث یخصف الور
ثم هبطت البلاد لا بشر — انت ولا مضغة ولا ع
بل نطفة ترکب السفین وقد — الجم نسر او اهله الغ
تنقل من صالب الی رحم — اذا مضی عالم بداط
وردت نار الخلیل مکتما — فی صلبه انت کیف یحت
حتی حتوی بیتک المهیمن من — خندف علیاء تحتها الن
وانت لما ولدت اشرقت — الارض وضاء ت بنورک الا
فنحن فی ذلک الضیاء وفی النور — سبل الرشاد نخت

ترجمہ: زمین پر آنے سے پہلے آپ جنّت کے سایہ میں اور خوشحالی میں تھے اور ودیعت گاہ میں تھے جہاں (جنت کے درختوں کے) پتے اوپر تلے جوڑے جاتے تھے (یعنی آپ آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں تھے۔ آدم علیہ السلام زمین پر آنے سے پہلے جب جنّت کے سایوں میں تھے آپ بھی ان کے ساتھ تھے (ودیعت گاہ سے مراد بھی پیٹھ ہے جیسا کہ فمستقرو مستودع کی تفسیر میں مفسرین نے کہا ہے۔ اور پتے کا جوڑنا اس قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ آدم علیہ السلام نے اس ممنوع درخت کا پھل کھالیا جس کی وجہ سے جنّت کا لباس اتر گیا تو درختوں کے پتے ملا ملا کر بدن ڈھانکتے تھے (یعنی اس وقت بھی آپ مستودع میں تھے) اس کے بعد آپ زمین پر تشریف لائے۔ اس وقت آپ نہ بشر تھے اور نہ مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) اور نہ علق (جما ہوا خون) کیونکہ یہ حالتیں جنین کے بہت قریب ہوتی ہیں اور زمین پر اترتے وقت آپ ﷺ جنین نہیں تھے۔ آپ ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعہ زمین پر اترے۔ غرض آپ نہ بشر تھے نہ علقہ نہ مضغہ) بلکہ (باپ دادوں کی پیٹھ میں) صرف ایک پانی کا مادہ تھے۔ وہ مادہ کشتی (نوح) میں بھی سوار تھا۔ اس وقت نسر (بت) اور اس کے ماننے والوں (یعنی قوم نوح) کا یہ حال تھا کہ غرق کرنے والا طوفان ان کے سروں پر پہنچا ہوا تھا۔ یعنی نوح علیہ السلام کے ذریعہ وہ مادہ کشتی میں سوار تھا۔ مولانا جامیؒ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

زجودش گر نگشتی راہ مفتوح
بجودی کے رسیدے کشتی نوح

ترجمہ: ”اگر اللہ تعالیٰ کی سخاوت سے راستہ نہ کھلتا (تو) نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ تک کیسے پہنچتی۔“

اور وہ مادہ (اسی طرح واسطہ در واسطہ) ایک پیٹھ سے دوسرے رحم تک منتقل ہوتا رہا۔ جب ایک عالم گزر جاتا تھا دوسرا عالم شروع ہو جاتا تھا (یعنی وہ مادہ باپ داداؤں کے مختلف سلسلہ اور طبقات میں باری باری ایک سے دوسرے میں منتقل ہوتا رہا یہاں

تک کہ اسی سلسلہ میں) آپ خلیل کی آگ میں بھی تشریف فرما ہوئے۔ کیونکہ آپ ان کی صلب (پیٹھ) میں چھپے ہوئے تھے تو وہ آگ میں کیسے جلتے (پھر آگے اسی طرح آپ منتقل ہوتے رہے) یہاں تک کہ آپ کا خاندانی شرف جو کہ (آپ کی فضیلت پر) گواہ ہے۔ خندف کی اولاد میں سے ایک بلند چوٹی (خاندان بنی ہاشم) پر جا کر ٹھہر گیا۔ جس کے نیچے اور حلقے (یعنی دوسرے خاندان درمیانی حلقوں کی طرح) تھے (خندف آپ کے دور کے دادا مدرکہ بن الیاس کی والدہ کا لقب ہے یعنی ان کی اولاد میں سے آپ کے خاندان اور دوسرے خاندانوں کا آپس میں ایسا تعلّق تھا جیسے پہاڑ میں اوپر کی چوٹی اور نیچے کی چوٹی کے درمیانی درجوں میں ہوتا ہے۔ اور نطق یعنی درمیانی حلقے کی قید سے اس طرف اشارہ ہے کہ خندف کی اولاد کے علاوہ کو خندف کے سامنے نیچے کا ایسا تعلّق ہے جیسا کہ پہاڑ کے درجوں میں اوپر کے درجے کا نیچے کے درجے کے ساتھ تعلّق ہوتا ہے (یعنی خندف کی اولاد پہاڑ کا اونچائی والا حصہ ہے اور باقی ان کے علاوہ پہاڑ کے نیچے کا حصہ ہیں) اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی اور آپ کے نور سے آفاق منور ہو گئے۔ ہم اسی روشنی اور اس نور سے ہدایت کے رستوں کی مسافت طے کر رہے ہیں۔

ومن القصیدۃ

وَكُلُّ اٰيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا
فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِهٖ بِهِمْ
فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَا كِبُهَا
يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِيْ ظُلَمِ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

① ہر معجزہ جس کو رسولانِ کرام لائے ان کو وہ معجزہ صرف حضور پر نور کی بدولت ملا ہے۔ ② آپ ﷺ کی بدولت ملنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ فضل و کمال کے سورج ہیں اور انبیاء علیہم السلام اس سورج کے چاند تارے ہیں۔

— دوسری فصل —

انبیائے سابقین میں آپ ﷺ کے فضائل ظاہر ہونے کے بیان میں

پہلی روایت: حضرت آدم علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کا مبارک نام عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا: اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ (رواہ الحاکم وصحہ)

فائدہ: اس سے آدم علیہ السلام پر آپ ﷺ کی فضیلت ظاہر ہے۔

دوسری روایت: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب آدم علیہ السلام سے (بھول کی وجہ سے) خطا ہوگئی تو انہوں نے (اللہ تعالیٰ کے دربار میں) عرض کیا: اے اللہ! میں آپ سے محمد ﷺ کے واسطے سے درخواست کرتا ہوں کہ (آپ) میری مغفرت کر دیجئے۔ تو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے آدم! تم نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا؟ حالانکہ ابھی تو میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب! میں نے اس طرح سے پہچانا کہ جب آپ نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی (شرف دی ہوئی) روح میرے اندر پھونکی، پھر میں نے جب سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۝ اس سے میں نے پہچان لیا کہ آپ نے اپنے نام کے ساتھ ایسے ہی شخص کا نام ملایا ہوگا جو آپ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہوگا۔ حق

تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم سچے ہو حقیقت میں وہ میرے نزدیک ساری مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں اور جب تم نے ان کے واسطے سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کر دی۔ (اے آدم!) اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ طبرانی کی حدیث میں یہ زیادتی بھی ہے کہ (حق تعالیٰ نے فرمایا) وہ تمہاری اولاد میں سے آخری نبی ہیں۔

(رواہ البیہقی فی دلائلہ عن عبدالرحمٰن قال انہ متفرد فیہ ورواہ الحاکم وصححہ والطبرانی زاد فیہ بلفظ ذکر)

تیسری روایت: حضرت آدم علیہ السلام نے جب حضرت حوا علیہا السلام سے قریب ہونا چاہا تو انہوں نے مہر طلب کیا۔ آدم علیہ السلام نے دعا کی: اے رب! میں ان کو (مہر میں) کیا چیز دوں؟ ارشاد ہوا: اے آدم! میرے حبیب محمد بن عبداللہ (ﷺ) پر بیس مرتبہ درود بھیجو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

چوتھی روایت: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا مصداق (نتیجہ) ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام (نے جس آخری نبی) کی خوشخبری (دی تھی میں وہی) ہوں۔

(رواہ احمد والبزار والطبرانی والبیہقی عن عرباض بن ساریہ)

فائدہ: اس میں دو آیتوں کے مضمون کی طرف اشارہ ہے۔

پہلی آیت: رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ اِلٰی قولہ تعالیٰ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ الخ۔

دوسری آیت: یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰۃِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ یعنی پہلی آیت میں ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی دعا ہے کہ ہماری اولاد میں ایک فرمانبرداروں کی جماعت پیدا کریں اور اس جماعت میں ایک ایسا پیغمبر بھیجیں اس سے مراد رسول

اللہ ﷺ ہیں کیونکہ آپ کے سوا کوئی پیغمبر ایسے نہیں کہ دونوں (ابراہیم و اسماعیل) کی اولاد میں سے ہوں۔ اور دوسری آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل فرمایا کہ میں بشارت دینے والا ہوں ایک پیغمبر کی جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا۔

پانچویں روایت: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تورات میں آپ ﷺ کی یہ صفت لکھی ہے، اے پیغمبر! ہم نے تم کو اُمت کے حال کا گواہ بنا کر، بشارت دینے والا، ڈرانے والا اور اَن پڑھوں کی جماعت کے لئے پناہ بنا کر بھیجا ہے۔ (اس سے مراد اُمت محمدیہ ہے جیسا کہ خود حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ہم ایک اُمی جماعت ہیں) آپ میرے بندے اور میرے پیغمبر ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے نہ آپ بداخلاق ہیں، نہ سخت مزاج ہیں، نہ بازاروں میں شور مچاتے پھرتے ہیں اور برائی کے بدلے میں برائی نہیں کرتے بلکہ معاف کر دیتے اور بخش دیتے ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ صرف اسی وقت وفات دیں گے جس وقت آپ کی برکت سے ٹیڑھے راستے یعنی کفر کو درست یعنی ایمان سے نہ بدل دیں کہ لوگ کلمہ پڑھنے لگیں یہاں تک کہ اس کلمہ کی برکت سے نہ دیکھنے والی آنکھوں کو، نہ سننے والے کانوں کو اور بند دلوں کو نہ کھول دیں (مطلب یہ ہے کہ جب تک دین حق خوب پھیل نہ جائے گا اس وقت تک آپ کی وفات نہ ہوگی)۔ (مشکوٰۃ عن البخاری عن عبداللہ بن عمرو بن العاص)

چھٹی روایت: حضرت کعب ؒ توریت سے نقل کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ میرے پسندیدہ بندے ہیں جو برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور درگزر فرماتے ہیں۔ مکہ ان کی ولادت کی جگہ ہے اور مدینہ ان کے ہجرت کی جگہ ہے اور مرکز سلطنت ملک شام ہے۔ (مشکوٰۃ والدارمی عن کعب ؒ)

فائدہ: چنانچہ خلفاء راشدین کے بعد مرکز سلطنت ملک شام بنا اور وہاں سے اسلام کی خوب اشاعت ہوئی۔

ساتویں روایت: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ توریت میں محمد ﷺ کی ان صفات کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے ساتھ مدفون ہوں گے۔ (مشکوٰۃ عن الترمذی عن عبداللہ بن سلام)

فائدہ: آخری تین روایتوں کے راوی پہلی آسمانی کتابوں کے عالم ہیں۔ پہلے اور آخری صحابی ہیں اور درمیانی تابعی ہیں۔ بعض آیات بھی ان روایات کے ہم معنیٰ ہیں۔ چنانچہ دو آیتوں کا مضمون تو اس فصل کی چوتھی روایت کی شرح میں مذکور ہو چکا ہے۔ تین آیتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

تیسری آیت: سورۃ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو لوگ رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں ان کا ذکر توراۃ اور انجیل میں اس طرح لکھا ہوا پاتے ہیں کہ وہ ان کو نیک کام بتائیں گے، بری بات سے منع کریں گے، پاک و صاف چیزوں کو ان کے لئے حلال کریں گے، گندی چیزوں کو حرام کریں گے اور جو احکام بہت سخت تھے۔ ان کو روک دیں گے۔

چوتھی آیت: سورۃ فتح میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں ان میں ایسی صفات ہیں اور توریت و انجیل میں ان کی ایسی ایسی صفات موجود ہیں۔

پانچویں آیت: سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب اہل کتاب کے پاس ان کے علوم حاصلہ کی تصدیق کرنے والی کتاب (یعنی قرآن) آئی اور وہ لوگ اس کے آنے سے پہلے (یعنی بعثت سے پہلے) کفار (یعنی مشرکین) کے مقابلہ میں آپ کے وسیلے سے فتح کی دعا کیا کرتے تھے یا ان کو آپ ﷺ کے آنے کی خبر دیا کرتے تھے۔ تو جب ان کے پاس جانی پہچانی چیز پہنچی (یعنی قرآن و صاحب قرآن) تو وہ اس کے منکر ہو گئے۔

فائدہ: آپ ﷺ کے وسیلے سے فتح کی دعا کرنا اور آپ کی پہچان کا علم ان لوگوں کو

پہلی کتب سے حاصل ہو چکا تھا اس سے آپ ﷺ کا پہلی کتابوں میں ہونا معلوم ہوا اسی پہچان کو سورۃ بقرہ کی ایک آیت میں اس طرح فرمایا ہے۔ **یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔** ترجمہ: ’’جن لوگوں کو ہم نے کتاب (یعنی توراۃ و انجیل) دی ہے وہ لوگ رسول اللہ (ﷺ) کو ایسا (بے شک و شبہ) پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو (ان کی صورت سے) پہچانتے ہیں۔‘‘

ومن القصیدہ

فَاقَ النَّبِيِّيْنَ فِيْ خَلْقٍ وَّفِيْ خُلُقٍ ۔۔۔ وَلَمْ يُدَانُوْهُ فِيْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمِ
وَكُلُّهُمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ ۔۔۔ غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ
وَوَاقِفُوْنَ لَدَيْهِ عِنْدَ حَدِّهِمِ ۔۔۔ مِنْ نُقْطَةِ الْعِلْمِ اَوْ مِنْ شَكْلَةِ الْحِكَمِ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۔۔۔ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

① حضرت رسول اللہ ﷺ حسن صورت و سیرت میں تمام انبیاء علیہم السلام سے بڑھے ہوئے ہیں اور وہ سب حضرات آپ سے علم و کرم میں برابری نہیں رکھتے۔

② تمام انبیاء علیہم السلام حضرت رسول اللہ ﷺ کے طالب ہیں۔ جیسے چلو دریا سے پانی کا طلب ہوتا ہے (ایسے ہی تمام انبیاء کرام آپ کے دریائے معرفت کے طالب ہیں) اور جس طرح چوسنا خوب برسنے والی بارش کا طالب ہوتا ہے، (اسی طرح تمام انبیاء کرام آپ کے علم کی موسلادھار بارش کے طالب ہیں)۔

③ تمام انبیاء کرام آپ کے سامنے اعلیٰ مرتبے پر کھڑے ہیں اور ان کی حد آپ کے علم کے مقابلے میں نقطہ کی طرح ہے اور آپ کی حکمتوں کے مقابلے میں اعراب کی طرح ہے۔

— تیسری فصل —

آپ ﷺ کے نسب کی شرافت و نزاہت کے بیان میں

پہلی روایت: حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں محمد، عبداللہ کا بیٹا اور عبدالمطلب کا پوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو مجھ کو اچھے گروہ میں پیدا کیا یعنی انسان بنایا پھر انسان میں دو فرقے پیدا کئے عرب اور عجم مجھ کو اچھے فرقے یعنی عرب میں پیدا کیا پھر عرب میں کئی قبیلے بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے قبیلے میں پیدا کیا یعنی قریش میں پھر قریش میں کئی خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے خاندان میں پیدا کیا یعنی بنی ہاشم میں اس لئے میں ذاتی طور پر بھی سب سے اچھا ہوں اور خاندان میں بھی سب سے اچھا ہوں الخ۔

(رواہ الترمذی عن عباس رضی اللہ عنہ)

دوسری روایت: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں اور سفاح (یعنی بدکاری) سے پیدا نہیں ہوا ہوں۔ آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک سفاح جاہلیت کا کوئی حصہ مجھ کو نہیں پہنچا (یعنی زمانہ جاہلیت میں جو بے احتیاطی ہوا کرتی تھی میرے باپ اور مائیں سب اس سے پاک رہے بس میرے نسب میں اس کا کوئی میل نہیں ہے)۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط وابونعیم وابن عساکر، کذا فی المواہب)

تیسری روایت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بزرگوں میں سے کبھی کوئی مرد و عورت سفاح (یعنی بدکاری) کے

لئے نہیں ملے (کبھی کا مطلب یہ ہے کہ جس قربت کو میرے نسب میں بھی دخل نہ ہو مثلاً حمل ہی نہ ٹھہرا ہو وہ بھی بلا نکاح نہیں ہوئی یعنی آپ کے سب اصول مرد و عورت ہمیشہ برے کام سے پاک رہے) اللہ تعالیٰ مجھ کو ہمیشہ پاکیزہ پیٹھوں سے پاک ارحام میں پاک و صاف کر کے منتقل کرتا رہا جب کبھی دو شعبے ہوئے (جیسے عرب و عجم پھر قریش و غیر قریش و علیٰ ہذا) میں بہترین شعبہ میں رہا۔ کذافی المواھب۔

(رواہ ابو نعیم عن ابن عباس مرفوعا)

چوتھی روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میں تمام مشارق و مغارب میں پھرا۔ میں نے کوئی شخص محمد ﷺ سے افضل اور کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل نہیں دیکھا۔

(رواہ ابو نعیم فی دلائلہ کذا رواہ الطبرانی فی الاوسط وصححہ ابن حجر متنہ کذافی المواھب)

فائدہ: حضرت جبریل علیہ السلام کے اس قول کا اس شعر میں گویا ترجمہ کیا گیا ہے ۔

آفاقہا گر دیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

ترجمہ: "میں اطراف عالم میں گھوما ہوں اور بہت محبوب بنائے ہیں، میں نے بہت سے حسین دیکھے ہیں لیکن تو کوئی اور چیز ہے۔ (یعنی تجھ جیسا کوئی نہیں)"

پانچویں روایت: واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو منتخب کیا۔ اور ترمذی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کو منتخب کیا۔ (رواہ مسلم عن واثلہ بن الاسقع)

من الروض

اَکْرِمْ بِهٖ نَسَبًا طَابَتْ عَنَاصِرُهٗ   اَصْلًا وَّ فَرْعًا وَّقَدْ سَادَتْ بِهِ الْبَشَرُ
مُطَهَّرٌ مِنْ سِفَاحِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا   يَشُوْبُهٗ قَطُّ لَا نَقْصٌ وَّلَا كَدَرُ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا   عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

① آپ ﷺ کا نسب کیا باکرامت ہے کہ اس کے اجزاء پاکیزہ ہیں اصل سے بھی اور فرع سے بھی اور آپ ﷺ کی وجہ سے انسانیت کو شرف حاصل ہو گیا۔

② وہ نسب جاہلیت کے ہر نسب سے پاک ہے اور اس میں نقص و میل کی ملاوٹ نہیں ہوئی ہے۔

③ اے پروردگار ہمیشہ ہمیشہ درود اور سلام بھیجئے اپنے حبیب پر جن سے زمانوں کو زینت حاصل ہوگئی۔

—— چوتھی فصل ——

آپ ﷺ کے والد ماجد اور جد امجد میں آپ ﷺ کے نور مبارک کے کچھ آثار ظاہر ہونے کے بیان میں

پہلی روایت: حضرت کعب الاحبارؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک جب عبدالمطلب میں منتقل ہوا اور وہ جوان ہوگئے تو ایک دن حطیم میں سو گئے۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھ میں سرمہ لگا ہوا ہے، سر میں تیل پڑا ہوا ہے اور حسن و جمال کا لباس پہنے ہوئے ہیں، ان کو سخت حیرت ہوئی کہ معلوم نہیں یہ کس نے کیا ہے۔ ان کے والد ان کا ہاتھ پکڑ کر قریش کے کاہنوں کے پاس لے گئے اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے جواب دیا: آسمانوں کے رب نے اس نوجوان کو نکاح کا حکم فرمایا ہے۔

چنانچہ انہوں نے پہلے قیلہ سے نکاح کیا اور ان کی وفات کے بعد فاطمہ سے نکاح کیا۔ وہ آپ کے والد ماجد عبداللہ کے ساتھ حاملہ ہوگئیں۔ عبدالمطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ ﷺ کا نور ان کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ جب قریش میں قحط ہوتا تھا تو عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل ثبیر کی طرف جاتے اور ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے تقرب کو تلاش کرتے اور بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ نور محمدی ﷺ کی برکت سے خوب بارش فرماتے تھے الخ۔ (کذا فی المواہب)

دوسری روایت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عبدالمطلب اپنے صاحبزادے عبداللہ کو نکاح کے لئے لے کر گئے تو ایک کاہنہ کے

پاس سے گزرے جو یہودی ہوگئی تھی اور سابقہ کتب پڑھی ہوئی تھی اس کو فاطمہ خثعمیہ کہتے تھے۔ اس نے عبداللہ کے چہرہ میں نور نبوت دیکھ کر عبداللہ کو اپنی طرف (نکاح کے لئے) بلایا مگر عبداللہ نے انکار کر دیا۔ (کذا فی المواہب)

تیسری روایت: جب ابرہہ بادشاہ اصحاب فیل نے خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے مکہ پر چڑھائی کی۔ عبدالمطلب قریش کے چند آدمی ساتھ لے کر جبل ثبیر پر چڑھے۔ اس وقت نور مبارک عبدالمطلب کی پیشانی میں چاند کی طرح گول ظاہر ہوا، اور خوب روشن ہوا۔ یہاں تک کہ اس کی شعاعیں خانہ کعبہ پر پڑیں۔ عبدالمطلب نے یہ دیکھ کر قریش سے کہا: اب چلو، اس نور کا میری پیشانی میں اس طرح چمکنا اس بات کی دلیل ہے کہ ہم لوگ غالب رہیں گے۔

عبدالمطلب کے اونٹ ابرہہ کے لشکر کے لوگ پکڑ کر لے گئے تھے۔ عبدالمطلب ان کو واپس لینے کے لئے ابرہہ کے پاس گئے۔ ابرہہ نے ان کی صورت دیکھتے ہی ان کے چہرے پر جو نور شریف کی عظمت وہیبت نمایاں تھی اس کی وجہ سے ان کی خوب تعظیم کی، تخت سے اتر آیا اور ان کو اپنے پاس بٹھایا۔ غرض یہ کہ نور مبارک کی ایسی عظمت تھی کہ اس کی ہیبت سے بادشاہ بھی ڈر جاتے تھے اور خوب عزت واحترام کرتے تھے۔

من الروض

مَا فِيهِ اِلَّا هُمَامٌ قَدْ سَمَا عِظَمًا — اَوْسَيِّدٌ نَحْوَ فِعْلِ الْخَيْرِ مُبْتَدِرٌ
حَتّٰى بَدَا مُشْرِقًا مِنْ وَالِدَيْهِ وَقَدْ — تَجَمَّلَتْ بِجُلَاهُ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ
يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا — عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

❶ آپ ﷺ کے سلسلہ نسب میں سب بڑے ہی بڑے ہیں جو عظمت میں شان عالی

رکھتے ہیں یا ایسے سردار ہیں کہ وہ خیر کی طرف آگے بڑھنے والے ہیں۔

❷ یہاں تک کہ آپ روشن ہو کر اپنے والدین سے ظاہر ہوئے اور حالت یہ تھی کہ آپ ﷺ کی روشنیوں کے انوار سے سورج چاند صاحب جمال ہو گئے تھے۔

—— پانچویں فصل ——

آپ ﷺ کے والدہ ماجدہ کے بطن میں قرار پانے کی برکات کے بیان میں

پہلی روایت: آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ حمل میں آئے تو ان کو خواب میں بشارت دی گئی، ''تم اس اُمت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہوئی ہو جب وہ پیدا ہوں تو یوں کہنا اُعِیْذُہٗ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ اور ان کا نام محمد رکھنا''۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

دوسری روایت: حمل کے وقت آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا جس میں شام کے شہر بصری کے محل ان کو نظر آئے۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

فائدہ: یہ نور کا دیکھنا اس قصہ کے علاوہ ہے جو عین ولادت کے وقت اسی طرح کا واقع ہوا۔

تیسری روایت: آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ روایت کرتی ہیں کہ میں نے (کسی عورت کا) کوئی حمل آپ سے زیادہ تیز اور آسان ہو نہیں دیکھا۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے برابر بھی نہ تھا۔ اس عبارت میں برابر ہونے کی بھی نفی ہے۔ تیز کا مطلب یہ ہے کہ مشکل نہ تھا اور آسان تھا کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کی تکلیف متلی، سستی یا بھوک نہ لگنا وغیرہ نہ تھا۔

شمامہ میں ہے کہ بعض احادیث میں آیا ہے: ایسا بوجھ ہوا جس کی شکایت عورتوں

سے کی تھی۔ حافظ ابو نعیم نے کہا: بوجہ ابتداءً علوق (یعنی حمل) میں تھا پھر سارے وقت آسانی ہوگئی تھی ہر حال میں یہ حمل عادت معروف سے خلاف تھا اھ۔

من الروض

هٰذَا وَقَدْ حَمَلَتْ اُمُّ الْحَبِيْبِ بِهٖ   وَلَيْسَ فِيْ حَمْلِهَا كَرْبٌ وَلَا ضَرَرٌ
يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا   عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

① یہ تو ہو چکا اور آپ کی والدہ ماجدہ حاملہ ہوگئیں اور ان کے حمل میں نہ کرب تھا نہ کوئی تکلیف تھی۔

چھٹی فصل

ولادت شریفہ کے وقت پیش آنے والے واقعات کے بیان میں

پہلی روایت: ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: آمنہ بنت وہب (آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ) فرماتی ہیں: جب آپ یعنی نبی ﷺ میرے پیٹ سے جدا ہوئے تو آپ ﷺ کے ساتھ ایک نور نکلا جس سے مشرق و مغرب کے درمیان سب روشن ہوگیا پھر آپ ﷺ زمین پر آئے اور دونوں ہاتھوں پر سہارا دیئے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے خاک کی مٹھی بھری اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔ (کذا فی المواہب)

فائدہ: اسی نور کا ذکر ایک دوسری حدیث میں اسی طرح ہے: "اس نور سے آپ کی والدہ نے شام کے محل دیکھے۔" حضور ﷺ نے اسی واقعہ کے بارے میں خود ارشاد فرمایا رویاء امی التی رات ترجمہ: یہ میری والدہ کا خواب ہے جو انہوں نے دیکھا تھا اور اس میں یہ بھی آپ کا ارشاد ہے وکذا امہات الانبیاء یرین یعنی انبیاء علیہم السلام کی مائیں ایسا ہی نور دیکھا کرتی ہیں۔ (اخرجہ احمد والبزار والطبرانی والحاکم والبیہقی عن العرباض بن ساریۃ وقال الحافظ ابن حجر صححہ ابن حبان والحاکم۔ کذا فی المواہب)

دوسری روایت: عثمان ثقفیہ جن کا نام فاطمہ بنت عبداللہ ہے روایت کرتی ہیں کہ جب آپ ﷺ کی ولادت شریفہ کا وقت آیا تو آپ ﷺ کے پیدا ہونے کے وقت میں نے خانہ کعبہ کو دیکھا کہ نور سے معمور ہوگیا اور ستاروں کو دیکھا کہ زمین سے

اس قدر قریب آ گئے کہ مجھ کو گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔ (رواہ البیہقی کذافی المواہب)

تیسری روایت: عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنی والدہ شفا سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو آپ ﷺ کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔ بچوں کے معمول کے مطابق آپ ﷺ کی آواز نکلی تو میں نے ایک کہنے والے کو سنا: رحمک اللہ (یعنی اے محمد ﷺ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو) شفا کہتی ہیں: تمام مشرق و مغرب کے درمیان روشنی ہو گئی یہاں تک کہ میں نے روم کے بعض محل دیکھے پھر میں نے آپ کو دودھ دیا (یعنی اپنا نہیں بلکہ آپ کی والدہ کا کیوں کہ شفاء کو کسی نے دودھ پلانے والیوں میں ذکر نہیں کیا) اور لٹا دیا تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی: مجھ پر تاریکی، رعب اور لرزہ چھا گیا اور آپ ﷺ میری نظر سے غائب ہو گئے۔ میں نے ایک کہنے والے کو سنا: ان کو کہاں لے گئے تھے جواب دینے والے نے کہا: مشرق کی طرف۔ وہ کہتی ہیں: اس واقعہ کی عظمت مستقل میرے دل میں رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا میں اول اسلام لانے والوں میں سے ہوئی۔ (کذافی المواہب)

فائدہ: مشرق کے ذکر سے مغرب کی نفی نہیں ہوئی دوسری روایت میں مغارب بھی آیا ہے۔ کمافی الشمامۃ شاید اس روایت میں مشرق کی فضیلت کی وجہ سے اس کو ذکر کیا گیا ہے کیونکہ وہ سورج کے طلوع ہونے کی جگہ ہے جیسا کہ والصافات کے شروع میں رب المشارق فرمایا گیا ہے۔

چوتھی روایت: آپ ﷺ کی ولادت کے عجیب واقعات میں یہ واقعات بھی روایت کئے گئے ہیں۔ کسریٰ کے محل میں زلزلہ آجانا اور اس سے چودہ کنگروں کا گر پڑنا، اور بحیرہ طبریہ کا فوراً خشک ہو جانا۔ اور فارس کے آتش کدہ کا بجھ جانا جو ایک ہزار سال سے مستقل روشن تھا کبھی نہ بجھتا تھا۔

(رواہ البیہقی وابو نعیم والخرائطی فی الھواتف، وابن عساکر کذافی المواہب)

فائدہ: ان واقعات میں فارس اور شام کی سلطنت کے زوال کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

پانچویں روایت: فتح الباری میں سیرۃ الواقدی سے نقل کیا ہے، آپ ﷺ نے ولادت کے ابتدائی زمانے میں کلام فرمایا۔ (کذافی المواہب)

چھٹی روایت: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں سات آٹھ سال کا تھا اور سمجھ بوجھ رکھتا تھا۔ ایک دن صبح کے وقت ایک یہودی نے اچانک چلانا شروع کیا: اے یہود کی جماعت! وہ سب جمع ہو گئے۔ میں ان کی باتیں سن رہا تھا۔ لوگوں نے کہا: تجھ کو کیا ہوا؟ کہنے لگا: آج شب احمد (ﷺ) کا وہ ستارہ جس کی ساعت میں آپ پیدا ہونے والے تھے طلوع ہو گیا ہے۔ (رواہ البیہقی وابو نعیم کذافی المواہب)

محمد بن اسحاق صاحب السیر کہتے ہیں: میں نے حسان بن ثابت کے پوتے سعید سے پوچھا: جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عمر کیا تھی انہوں نے فرمایا: ساٹھ سال تھی اور حضور ﷺ ترپن سال کی عمر میں تشریف لائے ہیں تو اس حساب سے حسان بن ثابت (حضور ﷺ سے سات سال عمر میں زیادہ ہوئے تو انہوں) نے یہودی کا یہ مقولہ سات سال کی عمر میں سنا تھا۔

ساتویں روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا گیا ہے: ایک یہودی مکہ میں آیا تھا۔ جس شب حضور ﷺ پیدا ہوئے اس نے کہا: اے قریش کی جماعت! کیا آج شب تم میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: ہمیں تو معلوم نہیں۔ کہنے لگا! دیکھو کیونکہ آج کی شب اس اُمّت کا نبی پیدا ہوا ہے جس کے دونوں شانوں کے درمیان میں ایک نشانی ہے۔ (جس کا لقب مہر نبوت ہے) چنانچہ قریش نے اس کے پاس سے جا کر تحقیق کیا تو خبر ملی: عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں ایک لڑکا پیدا

ہوا ہے۔ وہ یہودی آپ ﷺ کی والدہ کے پاس آیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کو ان لوگوں کے سامنے کر دیا۔ جب اس یہودی نے وہ نشانی دیکھی تو بے ہوش ہو کر گر پڑا اور کہنے لگا: بنی اسرائیل سے نبوۃ رخصت ہوئی، اے قریش کی جماعت! سن لو واللہ! یہ تم پر ایسے غالب ہوں گے کہ مشرق اور مغرب میں ان کی (شہرت) کی خبر پھیل جائے گی۔

(رواہ یعقوب بن سفیان باسناد حسن ھذا فی فتح الباری کذا فی المواہب)

من القصیدۃ

اَبَانَ مَوْلِدُهٗ عَنْ طِيْبِ عُنْصُرِهٖ — يَا طِيْبَ مُبْتَدَاٍ مِّنْهُ وَمُخْتَتَمِ
يَوْمًا تَفَرَّسَ فِيْهِ الْفُرْسُ اَنَّهُمْ — قَدْ اُنْذِرُوْا بِحُلُوْلِ الْبُؤْسِ وَالنِّقَمِ
وَبَاتَ اِيْوَانُ كِسْرٰى وَهُوَ مُنْصَدِعٌ — كَشَمْلِ اَصْحَابِ كِسْرٰى غَيْرَ مُلْتَئِمِ
وَالنَّارُ خَامِدَةُ الْاَنْفَاسِ مِنْ اَسَفٍ — عَلَيْهِ وَالنَّهْرُ سَاهِي الْعَيْنِ مِنْ سَدَمِ
وَسَآءَ سَاوَةَ اَنْ غَاضَتْ بُحَيْرَتُهَا — وَرُدَّ وَارِدُهَا بِالْغَيْظِ حِيْنَ ظَمِيْ
كَاَنَّ بِالنَّارِ مَا بِالْمَآءِ مِنْ بَلَلٍ — حُزْنًا وَّبِالنَّارِ مَا بِالْمَاءِ مِنْ ضَرَمِ
وَالْجِنُّ تَهْتِفُ وَالْاَنْوَارُ سَاطِعَةٌ — وَالْحَقُّ يَظْهَرُ مِنْ مَعْنًى وَّمِنْ كَلِمِ
عَمُوْا وَصَمُّوْا فَاِعْلَانُ الْبَشَائِرِ لَمْ — تُسْمَعْ وَبَارِقَةُ الْاِنْذَارِ لَمْ تُشَمِ
مِنْ بَعْدِ مَا اَخْبَرَ الْاَقْوَامَ كَاهِنُهُمْ — بِاَنَّ دِيْنَهُمُ الْمُعْوَجَّ لَمْ يَقُمِ
وَبَعْدَ مَا عَايَنُوْا فِي الْاُفُقِ مِنْ شُهُبٍ — مُنْقَضَّةً وَفْقَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ صَنَمِ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا — عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۱ آپ کی ولادت نے (غیبی باتوں اور بڑی اور بڑی کرامتوں کے ظاہر ہونے کی وجہ سے آپ کی عمدگی، لطافت اور اصل مبارک کی طہارت کو ظاہر کر دیا اے قوم اے خوشبو تم آؤ! آپ کے حسن کی ابتداء اور انتہاء کی خوبی کو دیکھو۔

۲ آپ کی پیدائش کا دن وہ مبارک دن ہے کہ جس دن اہل فارس نے اپنی فراست

سے (کہ اس وقت واضح نشانیاں بکثرت ظاہر ہوئیں اور بھی دوسری باتوں سے سمجھ لیا کہ وہ لوگ ڈرائے گئے ہیں (آپ کی ولادت کی وجہ سے) ان کی سلطنت کے زوال اور مصائب کے پیش آنے کا زمانہ قریب آگیا ہے۔

۳ اور نوشیرواں کا محل بوقت ولادت باسعادت بحالت شکستگی ایسا پاش پاش ہو گیا جیسے لشکر کسریٰ کو پھر اکٹھا ہونا نصیب نہ ہوا۔

۴ آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت مجوس کی آگ جو ہزار سال سے روشن تھی افسوس کی وجہ سے بجھ گئی اور نہر فرات ایسی حیران اور بے خود ہوئی کہ اپنا بہاؤ چھوڑ کر ساوہ (جگہ کا نام ہے اس) کے نیچے کی زمین میں بہنے لگی۔

۵ اور ساوہ کے لوگوں کو اس بات نے غمگین کیا کہ ان کے دریا کا پانی خشک ہو گیا اور پیاس کی حالت میں ان کے دریا پر آنے والا ناکام لوٹایا گیا۔

۶ گویا کہ آگ کو غم کی وجہ سے پانی کی تری والی صفت حاصل ہو گئی اور پانی کو آگ والی صفت۔

۷ اور جنات آپ کے آنے کی آوازیں لگا رہے ہیں اور آپ کے انوار ظاہر ہو رہے ہیں اور حق باطنی (جیسے نور وغیرہ کا ظاہر ہونا) اور ظاہری باتوں (جیسے غیب سے آپ ﷺ کے آنے کی آوازوں کا آنا) ظاہر ہو رہا ہے۔

۸ ان سے آپ کے آنے کی خوشخبریاں نہ سنیں گئیں اور ڈرانے والی بجلی ان سے نہ دیکھی گئی۔

۹ اور حیرت اس بات پر ہے کہ ان کا یہ اندھا اور بہرہ پن ان کے کاہنوں کے اپنی قوم کو یہ خبر دینے کے بعد ہوا کہ ان کا ٹیڑھا دین اب باقی نہیں رہے گا۔

۱۰ آسمان کے اطراف میں آگ کے شعلہ کو دیکھنے کے بعد جو جنات کو مارے جاتے ہیں زمین پر بتوں کے منہ کے بل گرنے کی طرح (سیدھی راہ سے اندھے بہرے ہو گئے۔)

ساتویں فصل

آپ ﷺ کی پیدائش کے دن، مہینہ، سال، وقت اور جگہ کے بیان میں

دن و تاریخ: سب کا اتفاق ہے کہ پیر کا دن تھا۔ تاریخ میں اختلاف ہے کہ آٹھویں یا بارہویں ہے۔ (کذافی الشمامہ)

مہینہ: سب کا اتفاق ہے کہ ربیع الاول تھا۔

سال: سب کا اتفاق ہے کہ عام الفیل تھا (جس سال اصحاب الفیل ہلاک کئے گئے) بقول سہیلی اس قصہ سے پچاس دن بعد اور بعض نے پچپن دن بعد کہا ہے۔

(قالہ الدمیاطی کذافی الشمامۃ)

وقت پیدائش: بعض نے رات اور بعض نے دن کا وقت کہا ہے (قالہ الزرکشی) بعض نے طلوع فجر کہا ہے۔ (کذافی الشمامۃ)

مقام پیدائش: بعض کے نزدیک مکہ میں پیدا ہوئے۔ بعض کے نزدیک شعب (گھاٹی) میں پیدا ہوئے بعض کے نزدیک ردم میں پیدا ہوئے اور بعض کے نزدیک عسفان میں پیدا ہوئے۔ (کذافی الشمامۃ لمن المواہب)

من الروض

وَكَانَ مَوْلِدُهُ اَيْضًا وَنَقْلَتُهُ   لِيَوْمِ الْاِثْنَيْنِ هٰذَا الْاَمْرُ مُعْتَبَرُ

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا   عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

ترجمہ: ❶ آپ ﷺ کی ولادۃ شریفہ پیر کے دن ہوئی یہ بات معتبر ہے۔

آٹھویں فصل

آپ ﷺ کے بچپن کے چند واقعات کے بیان میں

پہلی روایت: ابن شیخ نے خصائص میں ذکر کیا ہے کہ آپ کا گہوارہ (یعنی جھولا) فرشتوں کے ہلانے کی وجہ سے ہلا کرتا تھا۔ (کذافی المواہب)

دوسری روایت: حضرت حلیمہ کہتی ہیں: انہوں نے جب آپ ﷺ کا دودھ چھڑایا تو آپ ﷺ نے دودھ چھوڑتے ہی سب سے پہلے جو بات فرمائی وہ یہ تھی اللّٰہ اکبر کبیرا والحمدللّٰہ کثیرا وسبحان اللّٰہ بکرۃ واصیلا۔ جب آپ ﷺ ذرا سمجھدار ہوئے تو باہر تشریف لے جاتے اور لڑکوں کو کھیلتا دیکھتے مگر ان سے علیحدہ رہتے (یعنی کھیل میں شریک نہ ہوتے)۔ (رواہ بیہقی وابن عساکر عن ابن عباس کذافی المواہب)

تیسری روایت: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو دور نہ جانے دیا کرتیں تھیں۔ ایک بار ان کو معلوم نہ ہوا اور آپ ﷺ اپنی (رضاعی) بہن شیماء کے ساتھ عین دوپہر کے وقت مویشی کی طرف چلے گئے۔ حضرت حلیمہ آپ کی تلاش میں نکلیں یہاں تک کہ آپ کو بہن کے ساتھ پایا۔ کہنے لگیں: اس گرمی میں (ان کو لائی ہو) بہن نے کہا: اماں جان میرے بھائی کو گرمی ہی نہیں لگی۔ میں نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جو ان پر سایہ کئے ہوئے تھا۔ جب یہ ٹھہر جاتے تھے، وہ بھی ٹھہر جاتا تھا اور جب یہ چلنے لگتے، وہ بھی چلنے لگتا تھا اس جگہ تک ہم اسی طرح پہنچے ہیں۔ (رواہ ابن سعد وابو نعیم وابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کذافی المواہب)

چوتھی روایت: حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں (طائف سے) قبیلہ بنی سعد کی عورتوں کے ساتھ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ آئی۔ (اس قبیلہ کا یہی کام تھا) اس سال سخت قحط تھا۔ میری گود میں میرا ایک بچہ تھا مگر اتنا دودھ نہ تھا کہ اس کو کافی ہوتا۔ رات بھر اس کے چلانے سے نیند نہ آتی۔ نہ ہماری اونٹنی کے دودھ ہوتا۔ میں ایک درازگوش (درازگوش گدھے کو کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے گدھے کے لئے ادباً یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے) پر سوار تھی جو انتہائی لاغری کی وجہ سے سب کے ساتھ نہ چل سکتا تھا ہمسفر بھی اس سے تنگ آگئے تھے۔ ہم مکہ آئے تو رسول اللہ ﷺ کو جو عورت دیکھتی اور سنتی کہ آپ یتیم ہیں تو کوئی قبول نہ کرتی (کیونکہ زیادہ انعام و اکرام کی امید نہ ہوتی اور ادھر حلیمہ کو دودھ کی کمی کی وجہ سے کوئی بچہ نہ ملا) میں نے اپنے شوہر سے کہا: یہ تو اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ میں خالی جاؤں میں تو اس یتیم بچہ ہی کو لے آتی ہوں۔ شوہر نے کہا کہ بہتر ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ برکت دیں۔ غرض میں آپ ﷺ کو لے آئی۔

جب اپنی قیامگاہ پر آئی اور گود میں لے کر میں دودھ پلانے بیٹھی تو دودھ اس قدر آیا کہ آپ اور آپ کے رضاعی بھائی نے خوب آرام سے پیا اور آرام سے سو گئے۔ میرے شوہر نے جب اونٹنی کو جا کے دیکھا تو دودھ ہی دودھ بہہ رہا تھا۔ غرض انہوں نے دودھ نکالا اور ہم سب نے خوب سیر ہو کر پیا اور رات بڑے آرام سے گزری۔ اس سے پہلے سونا ملا ہی نہیں تھا۔ شوہر کہنے لگا: اے حلیمہ! تو تو بڑی برکت والے بچہ کو لائی ہے۔ میں نے کہا: ہاں! مجھ کو بھی یہی امید ہے پھر ہم مکہ سے روانہ ہوئے۔ میں آپ ﷺ کو لے کر اسی درازگوش پر سوار ہوئی، اب تو اس کا یہ حال تھا کہ کوئی سواری اس کو پکڑ نہ سکتی تھی۔ میری ہمسفر عورتیں تعجب سے کہنے لگیں۔ حلیمہ! ذرا آہستہ چلو یہ وہی ہے جس پر تم آئی تھیں؟ میں نے کہا: ہاں وہی ہے۔ وہ کہنے لگیں: بے

شک اس میں کوئی بات ہے۔ ہم اپنے گھر پہنچے تو وہاں سخت قحط تھا۔ میری بکریاں دودھ سے بھری تھیں اور دوسروں کو اپنے جانوروں میں سے ایک قطرہ تک دودھ نہ ملتا تھا۔ میری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے: ارے تم بھی وہاں ہی چراؤ جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں مگر اس کے باوجود بھی ان کے جانور خالی آتے اور میرے جانور بھرے ہوئے آتے۔ (کیونکہ چراگاہ میں کیا رکھا تھا وہ تو بات ہی اور تھی) غرض ہم برابر خیر و برکت دیکھتے رہے یہاں تک کہ دو سال پورے ہو گئے اور میں نے آپ ﷺ کا دودھ چھڑایا۔

آپ ﷺ دو سال کی عمر میں خوب بڑے لگنے لگے۔ پھر ہم آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ کے پاس لائے مگر آپ ﷺ کی برکت کی وجہ سے ہمارا جی چاہتا تھا کہ آپ کچھ دن اور رہیں اس لئے آپ ﷺ کی والدہ سے اصرار کر کے اور مکہ میں وباء کے بہانے سے پھر اپنے گھر لے آئے۔

چند ہی مہینے بعد ایک بار آپ ﷺ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ چراگاہ میں پھر رہے تھے کہ یہ بھائی دوڑتا ہوا آیا اور مجھ سے اور اپنے باپ سے کہا: میرے قریشی بھائی کو..... دو سفید کپڑوں والے آدمیوں نے پکڑ کر لٹایا اور پیٹ چاک کیا۔ میں اسی حال میں ان کو چھوڑ کر آیا ہوں۔ ہم دونوں گھبرائے ہوئے گئے دیکھا کہ آپ کھڑے ہیں مگر رنگ (خوف سے) متغیر (بدلا ہوا) ہے۔ میں نے پوچھا بیٹا کیا ہوا تھا؟ فرمایا دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے اور مجھ کو لٹایا اور پیٹ چاک کر کے اس میں کچھ ڈھونڈ کر نکالا معلوم نہیں کیا تھا۔ ہم آپ ﷺ کو واپس اپنے گھر لے آئے۔

شوہر نے کہا: حلیمہ! اس لڑکے کو آسیب کا اثر ہوا ہے اس سے پہلے کہ بڑھ جائے ان کو ان کے گھر پہنچا آؤ۔ میں ان کی والدہ کے پاس لے کر گئی۔ وہ کہنے لگیں: تم تو اس کو اور رکھنا چاہتی تھیں پھر کیوں لے آئیں؟ میں نے کہا: اب خدا کے فضل سے ہوشیار ہو گئے ہیں اور میں اپنی خدمت کر چکی خدا جانے کیا اتفاق ہوتا اس لئے لائی ہوں۔

انہوں نے فرمایا: یہ بات نہیں سچ بتاؤ (کیابات ہے؟) میں نے سارا قصہ بیان کیا۔ کہنے لگیں: تجھ کو ان پر شیطان کے اثر کا اندیشہ ہوا؟ میں نے کہا: ہاں۔ کہنے لگیں: ہرگز نہیں واللہ! ان پر شیطان کا کچھ اثر نہیں ہوسکتا۔ میرے بیٹے کی ایک خاص شان ہے۔ پھر انہوں نے حمل اور ولادت کے چند حالات بیان کئے (جو پانچویں فصل کی دوسری اور تیسری روایت اور چھٹی فصل کی پہلی روایت کے آخر میں مذکور ہیں) اور فرمایا: اچھا ان کو چھوڑ دو اور خیریت سے جاؤ۔

فائدہ: حلیمہ کے اس لڑکے کا نام عبداللہ ہے اور یہ انیسہ اور جذامہ کے بھائی ہیں اور یہ جذامہ شیماء کے نام سے مشہور ہیں یہ سب حارث بن عبدالعزیٰ کی اولاد ہیں جو حلیمہ کے شوہر ہیں۔ (کذافی زاد المعاد)

بعض اہل سیرہ نے بیان کیا ہے کہ یہ سب ایمان لائے تھے (کذافی الشمامۃ وزاد المعاد)

پانچویں روایت: دوسری مرتبہ شق صدر کے واقعہ میں مزید اضافہ ہے کہ ان دو سفید پوش شخصوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: ان کو ان کی اُمّت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو چنانچہ وزن کیا تو میں بھاری نکلا پھر اسی طرح سو کے ساتھ پھر ہزار کے ساتھ وزن کیا پھر کہا کہ بس کرو، واللہ! اگر ان کو ان کی تمام اُمّت کے ساتھ بھی وزن کروگے تو بھی یہی وزنی نکلیں گے۔ (کذافی سیرۃ ابن ہشام)

فائدہ: شق صدر (سینہ چاک کرنا) اور قلب اطہر کا دھلنا چار بار ہوا ایک تو یہی جو مذکور ہوا۔ دوسری بار دس سال کی عمر میں صحرا میں ہوا تھا۔ تیسری بار نبوت ملنے کے وقت رمضان کے مہینے میں غار حرا میں ہوا تھا۔ چوتھی بار شب معراج میں اور پانچویں بار ثابت نہیں۔ (کذافی الشمامۃ)

شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ نے سورۃ الم نشرح کی تفسیر میں اس کے متعلق ایک نکتہ لکھا ہے کہ پہلی مرتبہ سینہ چاک کرنا لڑکوں کے دلوں میں جو بیکار کھیل کود کی

محبّت ہوتی ہے اس کے نکالنے کے لئے تھا۔ دوسری مرتبہ اس لئے تھا کہ جوانی میں آپ کے دل میں ایسے کاموں کی رغبت جو جوانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کام ہونے کا ذریعہ بنتی ہے نہ رہے۔ اور تیسری مرتبہ آپ کے دل میں وحی کے برداشت کرنے کی قوت پیدا کرنے کے لئے تھا۔ چوتھی بار آپ کے دل میں فرشتوں کے عالم اور اللہ تعالیٰ کے مراتب کو دیکھنے کی قوت پیدا کرنے کے لئے تھا۔

چھٹی روایت: آپ ﷺ دائیں پستان کا دودھ پیا کرتے اور بائیں پستان کو اپنے رضاعی بھائی یعنی حلیمہ کے بیٹے کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ آپ ﷺ کی طبیعت میں اتنا انصاف تھا۔ لڑکپن میں آپ ﷺ نے پیشاب پاخانہ کبھی اپنے کپڑوں میں نہیں کیا، بلکہ پیشاب پاخانے کا وقت مقرر تھا۔ اسی وقت جن لوگوں کے پاس آپ ﷺ ہوتے آپ ﷺ کو اٹھا کر لے جاتے اور پیشاب کرا کر لے آتے۔ کبھی آپکا ستر برہنہ نہ ہوتا۔ اگر کبھی کپڑا اتفاقاً اٹھ جاتا تو فرشتے فوراً ستر چھپا دیتے۔ (کذافی تواریخ حبیب الہ)

ایک بار حضور ﷺ نے خود اپنے بچپن کا واقعہ بیان فرمایا: میں ایک بار بچوں کے ساتھ پتھر اٹھا کر لا رہا تھا وہ سب اپنی لنگی اتار کر گردن پر رکھتے تھے اور اس پر پتھر رکھ کر لاتے تھے میں نے بھی ایسا کرنا چاہا (کیونکہ اتنے بچپن میں انسان مکلّف بھی نہیں ہوتا اور طبعی طور پر اور عرف میں بھی اتنے چھوٹے بچے کا ایسا کرنا حیاء کے خلاف نہیں سمجھا جاتا) اچانک (غیب سے زور سے ایک دھکا لگا اور یہ آواز آئی: اپنی لنگی باندھو) میں نے فوراً باندھ لی اور گردن پر پتھر لانے شروع کئے۔ (کذافی سیرۃ ابن ہشام)

ساتویں روایت: حلیمہ بن عرفطہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظّمہ پہنچا تو اس وقت وہ لوگ سخت قحط میں تھے۔ قریش نے کہا: اے ابوطالب! چلو پانی کی دعا مانگو۔ ابوطالب چلے اور ان کے ساتھ ایک لڑکا تھا اس قدر حسین جیسے بادل میں سے سورج نکلا ہو (یہ لڑکا جناب رسول اللہ ﷺ تھے جو اس وقت ابوطالب کی پرورش میں تھے

ابوطالب نے ان صاحبزادے کی پیٹھ خانہ کعبہ سے لگائی اور صاحبزادے نے انگلی سے اشارہ کیا۔ آسمان میں بادل کا کہیں نام ونشان نہ تھا ہر طرف سے بادل آنا شروع ہوئے اور بارش خوب ہوئی۔ (رواہ بن عساکر عن حلیمہ بن عرفطہ کذافی المواہب)

یہ واقعہ آپ کی کم سنی میں ہوا۔ (کذافی تواریخ حبیب الہ)

آٹھویں روایت: ایک مرتبہ آپ ﷺ ابوطالب کے ساتھ بارہ سال کی عمر میں تجارت کے لئے شام گئے۔ راستے میں عیسائیوں کے راہب بحیرا کے پاس قیام ہوا۔ راہب نے آپ ﷺ کو نبوت کی علامتوں سے پہچانا اور قافلہ کی دعوت کی۔ ابوطالب سے کہا: یہ پیغمبر سب عالموں کے سردار ہیں اور اہل کتاب یہود اور نصاریٰ ان کے دشمن ہیں ان کو ملک شام میں نہ لے جاؤ ایسا نہ ہو کہ ان سے ان کو کوئی نقصان پہنچے اس لئے ابوطالب نے مال تجارت وہیں بیچا اور بہت نفع پایا اور وہیں سے مکہ لوٹ آئے۔

(کذافی تواریخ حبیب الہ)

نویں روایت: جس وقت آپ ﷺ ابوطالب کی کفالت و تربیت میں تھے جب بھی ان کے گھر والوں کے ساتھ کھانا کھاتے سب پیٹ بھر کر کھانا کھاتے اور جب نہ کھاتے تو وہ بھوکے رہتے۔ (کذافی الشمامۃ)

من الروض

وَیَاهَنَا ابْنَةِ سَعْدٍ فَهِیَ قَدْ سَعِدَتْ   سَعَادَةً قَدْرُهَا بَیْنَ الْوَرٰی خَطِرٌ
اِذْ اَرْضَعَتْ خَیْرَ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمْ   هٰذَا هُوَا الْفَوْزُ لَا مُلْكٌ وَّلَا وَزَرٌ
رَاَتْ لَهٗ مُعْجِزَاتٍ فِی الرِّضَاعِ بَدَتْ   وَشَاهَدَتْ بَرَكَاتٍ لَیْسَ تَنْحَصِرُ
وَحَدَّثَتْ قَوْمَهٗ اَهْلُ الْكِتٰبِ بِمَا   یَكُوْنُ مِنْ شَانِهٖ مُذْشَخَصَهٗ نَظَرُوْا

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ مَنْ زَانَت بِهِ الْعُصُرُ

① کیا خوش قسمتی ہے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی کہ ان کو ایسی سعادت حاصل ہوئی جس کی قدر مخلوق میں بڑی ہے۔

② کیونکہ انہوں نے تمام مخلوق میں سب سے بہترین شخص کو دودھ پلایا، یہ ایسی بڑی کامیابی ہے جس کے برابر نہ بادشاہت ہے نہ وزارت۔

③ انہوں نے آپ ﷺ کے بہت سے معجزات دیکھے ہیں جو دودھ پلانے کے وقت ظاہر ہوئے تھے۔ اور ایسی برکات کا مشاہدہ کیا جس کا شمار نہیں ہو سکتا۔

④ اور جب اہل کتاب نے آپ ﷺ کو دیکھا تو اپنی قوم سے آپ ﷺ کے حالات بیان کئے۔

—— نویں فصل ——

ان لوگوں کے ناموں کے بیان میں جنہوں نے باری باری تربیت اور دودھ پلانے کی ذمہ داری پوری کی

آپ زمانہ حمل ہی میں تھے، آپ کے والد عبداللہ کی وفات ہوگئی۔ (فی سیرۃ ابن ہشام) حمل کے صرف دو مہینے ہوئے تھے، عبداللہ قریش کے قافلہ کے ساتھ تجارت کے لئے شام گئے تھے۔ وہاں سے واپس آتے ہوئے مدینہ میں اپنے ماموں کے پاس بیمار ہو کر ٹھہر گئے اور وہیں وفات پائی۔ (کذافی تواریخ حبیب الہ)

جب آپ ﷺ چھ سال کے ہوئے تو آپ ﷺ کی والدہ آمنہ آپ کو لے کر اپنے اقارب سے ملنے مدینہ گئیں تھیں۔ مکہ واپس آتے ہوئے مکہ و مدینہ کے درمیان ابواء (جگہ کا نام ہے) میں وفات پائی (کذافی سیرۃ ابن ہشام) اس وقت اُمّ ایمن بھی ساتھ تھیں (کذافی المواہب) پھر آپ ﷺ اپنے دادا عبدالمطلب کی پرورش میں رہے۔ جب آپ ﷺ آٹھ سال کے ہوئے تو عبدالمطلب کی بھی وفات ہوئی۔ (کذافی سیرۃ ابن ہشام) انہوں نے ابوطالب کو آپ ﷺ کے بارے میں وصیت کی تھی۔ چنانچہ پھر آپ ﷺ ان کی کفالت میں رہے۔ (کذافی سیرۃ ابن ہشام) یہاں تک کہ انہوں نے نبوت کا زمانہ بھی پایا۔

سات روز تک اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا۔ (کذافی تواریخ حبیب الہ) پھر چند دن ثوبیہ نے دودھ پلایا جو ابولہب کی آزاد کی ہوئی باندی تھیں۔ ان کے اسلام میں اختلاف ہے۔ آپ ﷺ کے ساتھ ہی حضرت ابوسلمہ اور حضرت حمزہ کو بھی دودھ پلایا۔ اس

وقت ان کا بیٹا مسروح دودھ پیتا تھا۔ پھر حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا اور اس دودھ کے شریک بھائی بہنوں کے نام اور ان کے اسلام کے بارے میں آٹھویں فصل کی چوتھی روایت کے ذیل میں مضمون ذکر ہوا ہے اور ان ہی حلیمہ نے آپ کے ساتھ آپ کے چچا زاد بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کو بھی دودھ پلایا ہے۔ یہ فتح مکہ کے سال میں مسلمان ہوئے اور بہت پکے مسلمان ہوئے۔ اس زمانہ میں حضرت حمزہ بھی قبیلہ بنی سعد میں کسی عورت کا دودھ پیتے تھے۔ اس عورت نے بھی ایک دن آپ ﷺ کو دودھ پلا دیا۔ جب آپ ﷺ حلیمہ کے پاس تھے تو حضرت حمزہ دو عورتوں کے دودھ کی وجہ سے آپ ﷺ کے رضاعی بھائی ہیں ایک ثوبیہ کے دودھ سے دوسرے اس سعدیہ کے دودھ سے۔ (کذافی زاد المعاد)

جن کی آغوش میں آپ ﷺ رہے وہ یہ ہیں:

آپ ﷺ کی والدہ، ثوبیہ، حلیمہ، شیماء آپ ﷺ کی رضاعی بہن اور اُمّ ایمن حبشیہ جن کا نام برکت ہے۔ یہ آپ ﷺ کو آپ کے والد سے میراث میں ملی تھیں او آپ نے ان کا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کیا تھا جن سے اسامہ پیدا ہوئے۔ (کذافی زا المعاد) ؎

شاباش آں صدف کہ چناں پرورد گہر — آبا ازو مکرم وابن عزیز ت
صلوا علیہ ما طلع الشمس والقمر — بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختص

ترجمہ: "شاباش ہے اس سیپی پر جس نے ایسا موتی پالا، اس کے باپ بھی عزت وا اور بیٹے اس سے زیادہ عزت والے، جب تک سورج چاند نکلتے رہیں ان پر درود بھیج اللہ تعالی کے بعد آپ ہی بزرگ ہیں۔"

—— دسویں فصل ——

جوانی سے نبوت تک کے بعض حالات کے بیان میں

پہلی روایت: جب آپ ﷺ چودہ یا پندرہ سال کے ہوئے اور بعض کے بقول بیس سال کے ہوئے تو قریش اور قیس عیلان (دو قبیلوں) میں لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں آپ ﷺ نے بھی شرکت کی اور فرمایا: میں اپنے چچاؤں کو دشمن کے تیروں سے بچاتا تھا۔ (کذافی سیرۃ ابن ہشام)

فائدہ: اس سے آپ ﷺ کا شروع سے ہی بہادر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

دوسری روایت: جب آپ ﷺ پچیس سال کے ہوئے تو حضرت خدیجہ بنت خویلد نے جو قریش میں ایک مالدار بی بی تھیں اور تاجروں کو اپنا مال اکثر مضاربت کے لئے دیا کرتی تھیں۔ آپ کی سچائی، امانت داری، حسن معاملہ اور اخلاق کی خبر سن کر آپ ﷺ سے درخواست کی کہ میرا مال مضاربت شام لے جائیں، میرا غلام میسرہ آپ کے ساتھ جائے گا۔ آپ ﷺ نے قبول فرمالیا۔

جب آپ ﷺ شام پہنچے تو کسی جگہ ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ وہاں ایک راہب کا عبادت خانہ تھا۔ اس نے آپ ﷺ کو دیکھا اور میسرہ سے پوچھا یہ کون ہیں۔ میسرہ نے کہا: قریش اہل حرم کے ایک شخص ہیں۔ راہب نے کہا: اس درخت کے نیچے نبی کے علاوہ کسی نے قیام نہیں کیا۔ آپ ﷺ شام سے خوب نفع لے کر واپس آئے۔

میسرہ نے دیکھا کہ جب دھوپ تیز ہوتی تھی تو دو فرشتے آپ ﷺ پر سایہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ جب مکہ پہنچے اور حضرت خدیجہ کو انکا مال ان کے حوالے کیا تو دیکھا کہ

دوگنا یا اس کے قریب نفع ہوا۔ (یہ تو آپ کے صدق و امانت کی واضح دلیل تھی) میسرہ نے حضرت خدیجہ سے راہب کا قول اور فرشتوں کے سایہ کرنے کا قصہ بیان کیا۔

حضرت خدیجہ نے ورقہ بن نوفل سے جو ان کے چچازاد بھائی اور عیسائی مذہب کے بڑے عالم تھے ان باتوں کا ذکر کیا۔ ورقہ نے کہا: خدیجہ! اگر یہ بات صحیح ہے تو محمد اس اُمّت کے نبی ہیں اور مجھ کو (آسمانی کتابوں سے) معلوم ہوا کہ اس اُمّت میں ایک نبی آنے والا ہے اور اس کا زمانہ یہی ہے۔

حضرت خدیجہ بڑی عقل مند تھیں یہ سب سن کر آپ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا! میں آپ کی رشتہ داری، قوم میں، عزت والے، امانت دار، اچھی بات کرنے والے، بات میں سچے ہونے کی وجہ سے آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے اپنے چچاؤں سے اس بات کا ذکر کیا اور ان کے انتظام سے نکاح ہو گیا۔ (کذافی سیرۃ ابن ہشام)

اس راہب کا نام نسطورا تھا۔ (کذافی تواریخ حبیب الہ)

تیسری روایت: جب آپ ﷺ پینتیس سال کے ہوئے۔ قریش نے خانہ کعبہ کو دوبارہ نیا تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔ جب حجر اسود کی جگہ تک تعمیر پہنچی تو ہر قبیلہ اور ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر میں رکھوں قریب تھا کہ ان میں لڑائی جھگڑا ہو اور ہتھیار چلنے لگیں۔ آخر قوم کے عقل مندوں نے مشورہ دیا کہ جو مسجد حرام کے دروازہ سے سب سے پہلے آئے سب اس کے فیصلہ پر عمل کریں۔ سب سے پہلے حضور ﷺ تشریف لائے۔ سب دیکھ کر کہنے لگے: یہ محمد ﷺ ہیں امین ہیں۔ قریش آپ ﷺ کو نبوت سے پہلے امین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ آپ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایک بڑا کپڑا لاؤ۔ چنانچہ لایا گیا۔ آپ ﷺ نے حجر اسود اپنے دست مبارک سے اس کپڑے میں رکھا اور فرمایا: ہر قبیلہ کا آدمی اس چادر کا ایک ایک کنارہ پکڑ لے اور خانہ کعبہ تک لائے جب حجر اسود کی جگہ تک پہنچ گیا

توآپ ﷺ نے خود اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

اس فیصلہ سے سب راضی ہو گئے اٹھانے کا شرف تو سب کو حاصل ہو گیا اور چونکہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ سب آدمی مجھ کو اس کی جگہ پر رکھنے کے لئے اپنا وکیل بنا دیں جب کہ وکیل کا فعل موکل کے فعل کی طرح ہوتا ہے۔ اس طرح سب رکھنے میں بھی شریک ہو گئے۔ (کذا فی تواریخ حبیب الہ۔ بتغیر الالفاظ)

من الروض

وَفِی خَدِیْجَةِ نِ الْکُبْرٰی وَقِصَّتِهَا ۔۔۔ عَجَائِبٌ یَا أُوْلِی الْأَبْصَارِ فَاعْتَبِرُوْا

اِخْتَارَتِ الْمُصْطَفٰی بَعْلاً وَّقَدْ نَظَرَتْ ۔۔۔ فِیْ مُعْجِزَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ تَنْتَشِرُ

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

① حضرت خدیجہ کے قصہ میں ــــ عجائب امور ہیں اے عقلمندو خیال کرو۔

② انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا شوہر منتخب کیا اور رسول ﷺ کے ان ــــ معجزات پر نظر کی جو ظاہر تھے۔

ــــ گیارہویں فصل ــــ

وحی کے نازل ہونے اور کفار کی مخالفت کے بیان میں

جب آپ ﷺ چالیس سال کے ہوئے تو آپ ﷺ کو خلوت (لوگوں سے علیحدگی) محبوب ہو گئی۔ آپ ﷺ غار حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی دن وہاں رہتے۔ نبوت سے چھ مہینے پہلے ہی سے آپ ﷺ سچے اور واضح خواب دیکھنے لگے تھے۔ ایک دفعہ اچانک ربیع الاول کی آٹھویں تاریخ پیر کے دن جبریل علیہ السلام آئے اور سورہ اقراء کی شروع کی آیتیں آپ ﷺ پر پڑھیں اور آپ ﷺ کو نبوت عطا ہو گئی۔

اس واقعہ کے ایک عرصہ بعد سورہ مدثر کی شروع کی آیتیں نازل ہوئیں۔ آپ ﷺ نے فَاَنْذِرْ (ڈرایئے) حکم کے موافق دعوت اسلام شروع کی مگر پوشیدہ، پھر یہ آیت آئی فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرْ (آپ کو جو حکم دیا جارہا ہے اس کو علی الاعلان بیان کر دیجئے) تو آپ ﷺ نے علی الاعلان دعوت شروع کی۔ بس کفار نے دشمنی اور تکلیف دینا شروع کر دی۔ لیکن ابو طالب آپ ﷺ کی حمایت کرتے تھے۔

ایک بار کفار نے جمع ہو کر ابو طالب سے کہا: تم محمد کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ ہم تم سے لڑیں گے۔ انہوں نے حوالہ کرنا قبول نہ کیا۔ کفار نے آپ ﷺ کے قتل کا پکا ارادہ کیا۔ ابو طالب آپ کو لے کر تمام بنی ہاشم و بنی مطلب کے ساتھ ایک شعب یعنی گھاٹی میں حفاظت کے لئے چلے گئے۔ کفار نے آپ ﷺ سے اور بنو ہاشم و بنی مطلب سے تعلق توڑ لیا۔ تاجروں کو منع کر دیا ان لوگوں کے پاس کوئی چیز نہ بھیجیں اور ایک کاغذ اس تعلق توڑنے کے عہد کا لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکا دیا۔ تین سال تک آپ ﷺ اور بنی ہاشم و بنی مطلب اس گھاٹی میں نہایت تکلیف میں رہے، آخر کار آپ کو وحی الٰہی سے

اس بات کی اطلاع ہوئی کہ کیڑے نے اس عہد کے کاغذ کو بالکل کھالیا۔ سوائے اللہ کے نام کے جو اس میں کہیں کہیں تھا ایک حرف بھی نہیں چھوڑا۔ آپ ﷺ نے یہ بات ابوطالب کو بتائی۔ انہوں نے گھاٹی سے نکل کر یہ بات قریش کو بتائی اور کہا: اس کاغذ کو دیکھو اگر محمد کا بیان غلط نکلے تو ہم انہیں تمہارے حوالے کر دیں گے اور اگر صحیح نکلے تو اتنا کرو کہ تم اس قطع رحمی اور برے عہد سے باز آجاؤ۔ قریش نے کعبہ سے اتار کر اس کاغذ کو دیکھا واقعۃً ایسا ہی تھا۔ اس وقت قریش اس ظلم سے باز آئے اور عہد نامہ کو پھاڑ ڈالا۔ ابوطالب آپ ﷺ کو، بنی ہاشم، بنی مطلب کو لے کر گھاٹی سے نکل آئے۔ آپ ﷺ پہلے کی طرح دعوت الی اللہ میں مشغول ہوگئے۔

(کذافی تواریخ حبیب الہ وغیرہ)

یہ عہد نامہ منصور بن عکرمہ بن ہشام نے لکھا تھا اور غرہ محرم میں نبوت کے ساتویں سال لٹکا دیا گیا تھا۔ منصور بن عکرمہ بن ہشام کا ہاتھ سوکھ گیا تھا۔ آپ ﷺ نبوت کے دسویں سال گھاٹی سے باہر آئے تھے۔ اور اسی گھاٹی سے نکلنے کے آٹھ مہینے بعد ابوطالب کا انتقال ہوگیا اور ان کے تین دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوگئی۔ (کذافی الشمامہ)

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے دو نکاح ہوئے۔ ایک حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مکہ میں ہوا اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی۔ پھر مدینہ آنے کے بعد نو سال کی عمر میں رخصت ہو کر آئیں۔ اور دوسرا نکاح مکہ ہی میں سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا یہ بیوہ تھیں اور آپ ﷺ کے ساتھ مدینہ آئیں اور ہمیشہ زوجہ رہیں۔ (کذافی تاریخ حبیب الہ)

دسویں سال قبیلہ بنی ثقیف کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کا جانا دعوت اسلام اور ان سے کچھ مدد لینے کیلئے تھا۔ (کیونکہ ابوطالب کی وفات کے بعد کوئی باعزت آدمی آپ ﷺ کا حامی نہ تھا)۔ لیکن وہاں کے سرداروں نے آپ ﷺ کی کچھ مدد نہ کی

بلکہ آوارہ قسم کے لوگوں کو بہکا کر آپ ﷺ کو بہت تکلیف پہنچائی۔ آپ ﷺ وہاں سے ملول ہو کر مکہ واپس ہوئے۔ جب آپ ﷺ بطن نخلہ (جگہ کا نام) پہنچے جہاں سے مکہ ایک دن کی مسافت پر ہے۔ رات کو وہیں قیام فرمایا۔ آپ ﷺ نماز میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے کہ اسی دوران نینویٰ (جو موصل کا ایک گاؤں ہے) کے سات یا نو جن وہاں پہنچے اور کلام اللہ سن کر ٹھہر گئے۔ جب آپ ﷺ نماز پڑھ چکے تو وہ ظاہر ہوئے۔ آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ وہ سب فوراً مسلمان ہوگئے۔ انہوں نے جا کر اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی۔ سورہ احقاف آیۃ وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ (اور جس وقت ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا۔) میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے۔ پھر آپ ﷺ مکہ تشریف لائے اور مسلسل اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی ہدایت کے کام میں مصروف ہوگئے۔

آپ ﷺ عربوں کے بازار عکاظ و مجنہ وذی المجاز میں جاتے اور دعوت دیتے مگر کوئی قبیلہ متوجہ نہ ہوتا یہاں تک کہ نبوت کے گیارہویں سال موسم حج میں آپ ﷺ اسلام کی طرف دعوت دے رہے تھے کہ انصار کے کچھ لوگ آپ ﷺ کو ملے۔ آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے یہودِ مدینہ سے سنا تھا کہ ایک پیغمبر عنقریب پیدا ہوں گے۔ یہود انصار سے مغلوب رہتے تھے اور کہتے تھے کہ جب وہ پیغمبر پیدا ہوں گے ہم ان کے ساتھ ہو کر تم کو قتل کریں گے۔ انصار نے آپ ﷺ کی دعوت سن کر کہا: یہ وہی پیغمبر معلوم ہوتے ہیں جن کا ذکر یہود کرتے ہیں لیکن ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے ان سے آملیں چنانچہ ان میں چھ آدمی اسلام لے آئے اور اقرار کیا کہ آئندہ سال ہم پھر آئیں گے۔ مدینہ جا کر انہوں نے آپ ﷺ کا ذکر کیا اور ہر گھر میں آپ ﷺ کا ذکر پہنچا۔

نبوت کے آئندہ سال جو نبوت کا بارہواں سال تھا بارہ آدمیوں نے آکر آپ ﷺ سے ملاقات کی جن میں پانچ پہلے والے اور سات نئے تھے، انہوں نے احکام اسلام اور

اطاعت پر بیعت کی اور اس کا نام بیعت عقبہ اولی ہے۔ آپ ﷺ نے ان کی درخواست پر مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید اور شرائع اسلام کی تعلیم کے لئے مدینہ بھیجا۔ مصعب رضی اللہ عنہ نے قرآن وشرائع کی تعلیم اور اسلام کی دعوت شروع کی تو انصار کے اکثر آدمی مسلمان ہوگئے۔

پھر اگلے سال نبوت کا تیرہواں سال تھا ستر آدمی انصار کے شرفاء میں سے آئے اور مشرف باسلام ہوئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ عہدوپیمان کیا کہ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائیں گے ہم خدمت گزاری میں کوتاہی نہ کریں گے آپ ﷺ کا دشمن مدینہ پر چڑھ آئے گا ہم اس سے لڑیں گے اور جاں نثاری میں کمی نہ کریں گے اس کا نام بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔ عقبہ کے معنی گھاٹی کے ہیں ایک گھاٹی پر یہ دونوں بیعتیں ہوئی تھیں۔

(کذافی تاریخ حبیب الہ وسیرۃ ابن ہشام)

من الروض

وَعِنْدَ مَا جَاءَ جِبْرِيْلٌ وَقَالَ لَهٗ ۔۔۔ اِقْرَأْ وَاُنْزِلَتِ الْاٰيَاتُ وَالسُّوَرْ
دَعٰى لِدِيْنِ اِلٰهِ الْعَرْشِ فَابْتَدَرَتْ ۔۔۔ لَمَّا دَعٰى زُمَرٌ مِّنْ بَعْدِهَا زُمَرْ
وَقَامَ يُنْذِرُ قَوْمًا خَالَفُوْا سَفَهًا ۔۔۔ وَكَذَّبُوْا حَسَدًا وَالْحَقَّ هُمْ بَطَرُوْا
فَبَرَّأَ اللّٰهُ مِمَّا قَدْ رَمَوْهُ بِهٖ ۔۔۔ وَزَوَّرُوْهُ فَاَقْوَالُ الْعُدٰى هَذَرْ
وَقَايَةُ اللّٰهِ اَغْنَتْ عَنْ مُضَاعَفَةٍ ۔۔۔ مِّنَ الدُّرُوْعِ فَمَا الْاَرْمَاحُ وَالْبُتُرْ

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرْ

(١) جب جبرئیل علیہ السلام نے آکر آپ ﷺ سے فرمایا: (پڑھیے) اور آیات اور سورتیں نازل ہونا شروع ہوگئیں۔

(٢) آپ ﷺ نے لوگوں کو رب العرش کے دین کی طرف بلایا تو آپ ﷺ کی دعوت پر بہت سی جماعتوں نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کیا اور ان کے بعد اور جماعتوں نے قبول کیا۔

(٣) آپ ﷺ ایسی قوم کو ڈرانے میں لگ گئے جنہوں نے بے وقوفی کی وجہ سے آپ ﷺ کی مخالفت کی، حسد کی وجہ سے آپ ﷺ کو جھٹلایا اور حق سے تکبر کیا۔

(٤) اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان تہمتوں سے بری کیا جو انہوں نے آپ ﷺ پر لگائی تھیں اور جن باتوں کو انہوں نے گھڑا تھا، تو مخالفین کی تمام باتیں غلط تھیں۔

(٥) اللہ تعالیٰ کی حفاظت کی وجہ سے آپ ﷺ کو زرہوں کے اوپر تلے پہننے کی ضرورت نہ تھی تو نیزے اور تلواریں کیا چیز ہیں۔

— بارہویں فصل —

واقعہ معراج شریف کے بیان میں

(اس فصل کو انتہائی شان والی ہونے کی وجہ سے اس کو تنویر السراج فی لیلۃ المعراج کا لقب دیتا ہوں)

کمالات نبویہ کے عظیم الشان واقعات میں سے ایک واقعہ معراج کا بھی ہے جو امام زہری کے قول کے مطابق مکہ میں سن ۵ نبوی میں ہوا۔ (کذا الہ النووی)

جس کے راوی (مردوں میں) یہ صحابی ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، حضرت سمرہ بن جُندب رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ، حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوحبہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ، اور (عورتوں میں سے) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت اسماء بنت بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے سوا اور بھی۔ اب چند واقعات لکھتا ہوں۔

پہلا واقعہ: آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں حطیم میں لیٹا تھا۔ (رواہ البخاری)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ شعب ابی طالب میں تھے۔ (رواہ الواقدی) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ اُمّ ہانی کے گھر میں تھے۔ (رواہ الطبرانی)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ گھر میں تھے اور چھت کھولی گئی۔ (رواہ البخاری)

فائدہ: ان تمام روایات میں جمع کی صورت یہ ہے کہ آپ ﷺ اُمّ ہانی کے گھر میں تھے جو شعب ابی طالب کے پاس تھا ان کے گھر کو اپنا گھر فرمایا وہاں سے آپ ﷺ کو حطیم میں لے گئے اور آپ ﷺ پر اس وقت نیند کا اثر باقی تھا اس لئے وہاں پہنچ کر بھی لیٹ گئے (ف) چھت کھولنے میں حکمت یہ تھی کہ آپ ﷺ کو ابتدا ہی سے معلوم ہوجائے کہ میرے ساتھ کوئی عادت کے خلاف معاملہ ہونے والا ہے۔

دوسرا واقعہ: کچھ سونے کچھ جاگنے کی حالت تھی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے، اور ایک روایت میں ہے کہ تین شخص آئے۔ ایک نے کہا: وہ (یعنی پیغمبر ﷺ) ان (حاضرین) میں سے کون ہیں؟ دوسرا بولا: وہ جو سب سے اچھے ہیں، تیسرا بولا: تو پھر جو سب سے اچھا ہے اسی کو لے لو۔ اگلی رات کو پھر وہ تینوں آئے اور کچھ بولے نہیں اور آپ ﷺ کو اٹھا کر لے گئے۔ (رواہ البخاری)

فائدہ: یہ حالت کہ کچھ سونے کچھ جاگنے کی ابتدا میں تھی اور اسی کو سونا کہہ دیا پھر آپ ﷺ جاگ اٹھے اور تمام واقعہ میں جاگتے رہے۔ اور بعض روایت میں معراج کے آخر میں آتا ہے کہ پھر میں جاگ اٹھا مراد یہ ہے کہ اس حالت سے فاقہ ہوگیا اور بعض نے اس زیادتی کو صحیح نہیں کہا ہے۔ یہ جو کہا گیا کہ ان حاضرین میں سے کون ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ قریش خانہ کعبہ میں آس پاس سویا کرتے تھے۔ (رواہ الطبرانی)

طبرانی میں ہے کہ اول جبرئیل و میکائیل آئے اور یہ گفتگو کر کے چلے گئے پھر تین شخص آئے۔ مسلم میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہ کہتا

ہے: ان تین میں سے ایک شخص ہیں جو دو شخصوں کے درمیان میں ہیں۔ مواہب میں ہے کہ مراد ان دو شخصوں سے حضرت حمزہ و حضرت جعفر ہیں۔ کیونکہ حضور اقدس ﷺ ان دونوں کے درمیان سوئے ہوئے تھے۔

تیسرا واقعہ: پہلے آپ ﷺ کا سینہ اوپر سے نیچے پیٹ تک چاک کیا گیا اور آپ ﷺ کا دل نکالا گیا اور سونے کے تھال میں زمزم شریف کا پانی تھا اس سے آپ ﷺ کا دل دھویا گیا پھر ایک تھال آیا جس میں ایمان اور حکمت تھا وہ دل میں بھر دیا گیا اور دل کو اسی جگہ رکھ کر درست کر دیا گیا۔

(کذا رواہ مسلم من روایتین عن ابی الجاذر و مالک بن صعصعہ)

فائدہ: ملائکہ نے زمزم شریف سے آپ ﷺ کے دل کو دھویا حالانکہ حوض کوثر سے بھی پانی آسکتا تھا بعض علماء کے نزدیک یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آب زمزم کوثر سے افضل ہے۔ (قالہ شیخ الاسلام البلقینی)

سونے کے منع ہونے کے باوجود سونے کے تھال کے استعمال میں کئی وجوہات ہو سکتی ہیں، اول یہ کہ سونے کے حرام ہونے کا حکم بعد میں ہوا ہو تو اس وقت سونے کا استعمال حرام نہ تھا۔ (فتح الباری)

دوسرا یہ کہ معراج آخرت کے امور میں سے تھی اور آخرت میں سونے کا استعمال جائز ہوگا۔ تیسرا یہ کہ آپ نے خود استعمال نہیں کیا بلکہ ملائکہ نے کیا اور ملائکہ اس حکم کے مکلّف نہیں (عن ابن ابی حمزہ)

ایمان و حکمت کا تھال میں ہونا اس کا مطلب یہ ہے کہ جواہر غیبیہ میں قوت اور فرحت بڑھتی ہے چونکہ وہ حکمت و ایمان کا سبب تھا اس لئے اس کا یہی نام رکھ دیا گیا۔

(کذا قالہ النووی)

چوتھا واقعہ: پھر آپ ﷺ کے پاس ایک سفید رنگ کا جانور لایا گیا جو براق کہلاتا

ہے۔ دراز گوش سے ذرا اونچا اور خچر سے ذرا نیچا تھا۔ اس قدر برق رفتار کہ اپنے منتہائے نظر پر قدم رکھتا ہے (کذا رواہ مسلم) اور اس پر زین و لگام تھی۔ جب آپ ﷺ سوار ہونے لگے تو وہ شوخی کرنے لگا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: تجھ کو کیا ہوا اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ ﷺ سے زیادہ عزت والا کوئی شخص تجھ پر سوار نہیں ہوا بس وہ (شرمندگی سے) پسینہ پسینہ ہوگیا (اور ساری شوخی ختم ہوگئی)۔ (رواہ الترمذی) اس پر سوار ہوئے جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کی رکاب پکڑی اور میکائیل علیہ السلام نے لگام تھامی۔ (عن شرف المصطفیٰ بروایۃ ابی سعد)

فائدہ: براق کی شوخی غصہ کی وجہ سے نہ تھی بلکہ خوشی کی وجہ سے تھی۔ آپ ﷺ کے مرتبہ کا خیال آنے اور تنبیہ ہونے پر شرمندہ ہو کر ہلنا بند کر دیا جیسے ایک بار حضور ﷺ پہاڑ پر تشریف فرما تھے اس کو حرکت ہوئی تو آپ کے ارشاد اثبت فانما علیک نبی و صدیق و شہیدان سے ساکن ہوگیا۔ بعض روایات میں جو آیا ہے کہ جبرئیل نے میرا ہاتھ پکڑا اور دنیا کے آسمان پر پہنچے (رواہ البخاری) اور بعض میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کو جبرئیل علیہ السلام نے براق پر اپنے پیچھے سوار کیا (رواہ ابن حبان فی صحیحہ والحارث فی سندہ) ان روایات کو روایت بالا سے تعارض نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اول تو جبرئیل علیہ السلام بھی اس مصلحت سے سوار ہوئے ہوں کہ آپ ﷺ کو طبعی خوف معلوم نہ ہو پھر اتر کر رکاب تھام لی اور دونوں حالتوں میں کبھی کبھی ضرورت کے وقت آپ ﷺ کو تھامنے کے لئے ہاتھ پکڑ لیتے ہوں۔

پانچواں واقعہ: جب آپ ﷺ منزل مقصود پر روانہ ہوئے تو آپ ﷺ کا گذر ایک ایسی زمین پر ہوا جس میں کھجور کے درخت کثرت سے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا: اتر کر یہاں نماز (نفل) پڑھئے۔ آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپ نے یثرب (مدینہ) میں نماز پڑھی ہے۔ پھر ایک سفید زمین

پر آپ ﷺ کا گذر ہوا جبرئیل علیہ السلام نے کہا: (یہاں بھی) اتر کر نماز پڑھئے۔ آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپ نے مدین میں نماز پڑھی ہے۔ پھر (آپ کا) گذر بیت اللحم پر ہوا۔ وہاں بھی نماز پڑھوائی گئی اور کہا: یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (رواہ البزار والطبرانی وصححہ البیہقی فی الدلائل)

ایک روایت میں بجائے مدین کے طور سیناء ہے کہ آپ نے طور سیناء پر نماز پڑھی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ (کذا رواہ النسائی)

چھٹا واقعہ: جس میں برزخ کے عجیب واقعات ملاحظہ فرمائیے۔ وہ یہ ہیں کہ آپ ﷺ کا گذر ایک بڑھیا پر ہوا جو راستہ میں کھڑی تھی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا۔ جبرئیل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: چلئے چلئے۔ آپ چلتے رہے۔ ایک بوڑھا ملا جو الگ کھڑا تھا اور آپ ﷺ کو بلا رہا تھا کہ محمد ادھر آئیے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا چلئے چلئے۔ آپ ﷺ کا گذر ایک جماعت پر ہوا انہوں نے آپ ﷺ کو ان الفاظ سے سلام کیا۔ السلام علیک یا اول السلام علیک یا آخر السلام علیک یا حاشر۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ان کو جواب دیجئے۔

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: وہ بڑھیا جو آپ نے دیکھی وہ دنیا تھی۔ دنیا کی اتنی عمر رہ گئی ہے جتنی بڑھیا کی عمر رہ جاتی ہے۔ جس نے آپ کو پکارا تھا وہ ابلیس تھا۔ اگر آپ ابلیس کے اور دنیا کے پکارنے کا جواب دے دیتے تو آپ کی اُمّت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی۔ جنہوں نے آپ کو سلام کیا تھا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام تھے۔

(رواہ البیہقی فی الدلائل وقال الحافظ عماد الدین بن کثیر فی الفاظہ نکارۃ وغرابۃ)

اور طبرانی اور بزار میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کا گذر ایسی قوم پر ہوا جو ایک ہی دن میں بو بھی لیتے تھے اور کاٹ بھی لیتے ہیں اور جب کاٹتے

ہیں پھر وہ ویسا ہی ہو جاتا ہے جیسا کاٹنے سے پہلے تھا۔ آپ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں کہ ان کی نیکیاں سات گنا تک بڑھتی ہیں۔ وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل (بہترین بدلہ) عطا فرماتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔

پھر ایک قوم پر گذر ہوا جن کے سر پتھر سے پھوڑے جا رہے ہیں اور جب وہ کچل جاتے ہیں تو پھر دوبارہ صحیح ہو جاتے ہیں اور اس کا سلسلہ ذرا بند نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: جبرئیل: یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز سے بے توجہی کرتے تھے۔

پھر آپ ﷺ کا گذر ایک قوم پر ہوا کہ ان کی شرمگاہ پر آگے پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے۔ جانوروں کی طرح چر رہے تھے اور زقوم (جہنّم کا درخت ہے) اور جہنّم کے پتھر کھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں: جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے، ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا۔ آپ کا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

پھر آپ ﷺ کا گذر ایک قوم پر ہوا جن کے سامنے ایک ہانڈی میں گوشت پکا ہوا رکھا ہے اور ایک ہانڈی میں کچا سڑا ہوا گوشت رکھا ہے۔ وہ سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ آپ ﷺ کی اُمّت کا وہ مرد ہے جس کے پاس حلال پاک بیوی تھی مگر وہ ناپاک عورت کے پاس آتا اور رات گزارتا یہاں تک کہ صبح ہو جاتی تھی اسی طرح وہ عورت ہے جو اپنے حلال پاک شوہر کے پاس سے اٹھ کر کسی ناپاک مرد کے پاس آتی اور رات اس کے پاس گزارتی یہاں تک کہ صبح ہو جاتی تھی۔

پھر ایک شخص پر گذر ہوا جس نے لکڑیوں کا ایک گٹھا جمع کر رکھا تھا کہ وہ اس کو اٹھا نہیں سکتا اور وہ اس میں لکڑیاں لا کر رکھتا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟

جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ آپ کی اُمّت کا وہ شخص ہے جس کے ذمے لوگوں کے بہت حقوق اور امانت ہیں جن کے ادا پر قادر نہیں اور وہ زیادہ لدتا چلا جاتا ہے۔

پھر آپ ﷺ کا گذر ایسی قوم پر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں اور جب وہ کٹ جاتے ہیں تو پہلی ہی کی طرح ہو جاتے ہیں اور سلسلہ بند نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ لوگوں کو گمراہ کرنے والے واعظ ہیں۔

پھر آپ ﷺ کا گذر ایک چھوٹے پتھر پر ہوا جس سے ایک بڑا بیل پیدا ہوتا ہے پھر وہ بیل اس پتھر کے اندر جانا چاہتا ہے لیکن جا نہیں سکتا آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ اس شخص کا حال ہے جو ایک بڑی بات منہ سے نکالے پھر شرمندہ ہو مگر اس کو واپس نہ لے سکتا ہو۔ پھر ایک وادی پر گذر ہوا اور وہاں ایک ٹھنڈی پاکیزہ ہوا اور مشک کی خوشبو آئی وہاں آپ ﷺ نے ایک آواز سنی۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ جنّت کی آواز ہے وہ کہتی ہے۔ اے رب: آپ نے جس چیز کا وعدہ کیا ہے مجھ کو دیجئے، کیونکہ میرے بالاخانے، استبرق، ریشم، سندس، عقبری، موتی، مونگے، چاندی، سونا، گلاس، تشتریاں، دستہ دار کوزے، مرکب (مختلف چیزوں کے مخلوط شربت وغیرہ)، شہد، پانی، دودھ اور شراب بہت زیادہ ہو گئے ہیں تو اب میرے وعدے کی چیز (یعنی جنتی لوگ) مجھ کو دیجئے (کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا: تیرے لئے ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت اور مؤمن مرد اور مؤمن عورت ہے اور (وہ) جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لائے، میرے ساتھ شرک نہ کرے، میرے سوا کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اور جو مجھ سے ڈرے گا وہ اُمن میں رہے گا، جو مجھ سے مانگے گا میں اس کو دوں گا، جو مجھ کو قرض دے گا میں اس کو جزاء دوں گا، جو مجھ پر توکل کرے گا میں اس کی کفایت کروں گا۔ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ بے شک مؤمنوں کو

کامیابی حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ جو احسن الخالقین ہیں بابرکت ہیں، جنّت نے کہا: میں راضی ہو گئی۔

پھر ایک وادی پر گذر ہوا اور ایک وحشت ناک آواز سنی اور بدبو محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ جہنّم کی آواز ہے کہتی ہے: اے رب: مجھ سے آپ نے جس چیز کا وعدہ کیا ہے (دوزخیوں سے بھرنے کا) مجھ کو عطا فرمائیے۔ کیونکہ میری زنجیریں، طوق، شعلے، گرم پانی، پیپ، عذاب بہت زیادہ ہو گئے ہیں میری گہرائی بہت لمبی اور گرمی بہت تیز ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا: تیرے لئے ہے ہر مشرک اور مشرکہ اور کافر اور کافرہ اور ہر متکبر دشمنی کرنے والا جو یوم حساب پر یقین نہیں رکھتا۔ دوزخ نے کہا: میں راضی ہو گئی۔

ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے دائیں طرف سے ایک پکارنے والے نے پکارا میری طرف نظر کیجئے میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ پھر ایک اور (شخص) نے مجھ کو بائیں طرف سے اسی طرح پکارا میں نے اس کو بھی جواب نہیں دیا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک عورت نظر آئی جو اپنے ہاتھوں کو کھولے ہوئے تھی اس میں ہر قسم کی سجاوٹ تھی جو اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے۔ اس نے بھی کہا: اے محمد! میری طرف نظر کیجئے۔ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں میں نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا: پہلا پکارنے والا یہود کا داعی تھا اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی اُمّت یہودی ہو جاتی اور دوسرا پکارنے والا عیسائی کا داعی تھا اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی اُمّت عیسائی ہو جاتی اور وہ عورت دنیا تھی (یعنی اس کی پکار پر جواب دینے کا اثر یہ ہوتا کہ آپ کی اُمّت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی جیسا اوپر آچکا ہے) (یعنی چھٹے واقعے کے شروع میں) اور (ظاہر میں یہ واقعات آسمان پر جانے سے پہلے دیکھے گئے (چنانچہ دلائل بیہقی والی حدیث کے شروع میں یہ الفاظ وارد

ہیں فقال لہا جبرئیل) اور بعض واقعات میں آسمان پر جانے کے بعد دیکھنے کی صراحت آئی ہے۔

اسی حدیث بالا میں ہے کہ آپ ﷺ آسمان دنیا تشریف لے گئے اور وہاں آدم علیہ السلام کو دیکھا اور وہاں بہت سے خوان رکھے دیکھے جن پر پاکیزہ گوشت رکھا ہے مگر اس پر کوئی شخص نہیں اور دوسرے خوانوں پر سڑا ہوا گوشت رکھا ہے اور اس پر بہت سے آدمی بیٹھے کھا رہے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑتے ہیں اور حرام کھاتے ہیں۔

اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کا گذر ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ کوٹھریوں جیسے ہیں جب ان میں سے کوئی ایک اٹھتا ہے فورًا گر پڑتا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے کہا: یہ سود کھانے والے ہیں۔

آپ ﷺ کا گذر ایسی قوم پر ہوا کہ ان کے ہونٹ اونٹ جیسے ہیں وہ قوم چنگاریاں نگلتی ہیں تو وہ ان کے نیچے سے نکل رہی ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلمًا کھاتے تھے۔

آپ ﷺ کا گذر ایسی قوم پر ہوا جن کے پہلو کا گوشت کاٹا جاتا تھا اور ان ہی کو کھلایا جاتا تھا وہ لوگ چغل خور اور عیب دیکھنے والے تھے۔

فائدہ: عالم برزخ جگہ کے اعتبار سے کہیں بھی ہو۔ مگر اس کے نظر آنے کے لئے یہ شرط نہیں کہ دیکھنے والا بھی اسی جگہ پر ہو اور یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ احوال ان صورتوں کے نظر آئے ہوں جو آدم علیہ السلام کے بائیں طرف تھیں جن کا ذکر دسویں واقعہ میں آئے گا۔ اور بعض دیکھی گئی چیزوں کے بارے میں وضاحت نہیں کی کہ آسمان پر جانے سے پہلے دیکھی گئی ہیں یا آسمان پر جانے کے بعد دیکھی گئی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ کو معراج کرائی گئی تو بعض ایسے

انبیاء پر آپ ﷺ کا گذر ہوا جن کے ساتھ بڑا مجمع تھا اور بعض ایسے لوگوں پر گذر ہوا جن کے ساتھ چھوٹا مجمع تھا اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا یہاں تک کہ آپ کا گذر بہت بڑے مجمع پر ہوا میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ کہا گیا: موسیٰ اور ان کی قوم ہیں۔ لیکن اپنا سر اوپر اٹھائیے اور دیکھئے۔ (میں) دیکھتا کیا ہوں کہ اتنا عظیم الشان مجمع ہے کہ سارے آسمان کو گھیر رکھا ہے۔ کہا گیا: یہ آپ کی اُمت ہے اور آپ کی اُمت میں سے ستر ہزار اور ہیں جو بے حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں لگاتے اور جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور شگون نہیں لیتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ (کذا رواہ الترمذی)

ساتواں واقعہ: جب آپ ﷺ بیت المقدس پہنچے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: میں نے براق اس حلقہ سے باندھ دیا ہے جس سے انبیاء علیہم السلام (اپنی سواریوں کو) باندھتے تھے۔ اور بزار نے بریدہ سے روایت کیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے بیت المقدس میں جو پتھر ہیں اس میں انگلی سے سوراخ کر کے اس سے براق کو باندھ دیا۔

فائدہ: دونوں روایتیں اس طرح جمع ہو سکتی ہیں کہ وہ حلقہ تو پرانے زمانے سے ہو لیکن کسی وجہ سے بند ہو گیا ہو، جبرئیل علیہ السلام نے انگلی سے کھول دیا ہو اور دونوں حضرات باندھنے میں شریک ہوں۔ اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ باندھنے کی کیا ضرورت تھی کیونکہ وہ تو مسخر کر کے بھیجا گیا تھا۔ ممکن ہے کہ اس عالم میں آنے سے اس میں کچھ یہاں کے آثار پیدا ہو گئے ہوں اگر بھاگنے کا اندیشہ نہ بھی ہو تب بھی اس کی شوخی وغیرہ سے آپ ﷺ کے دل کے پریشان ہونے کا احتمال ہو اور حکمتوں کا احاطہ کون کر سکتا ہے۔ (کہ اس کی حکمتوں کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں)۔

آٹھواں واقعہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ بیت

المقدس پہنچے اور اس مقام پر پہنچے جس کا نام باب محمد ﷺ ہے تو براق کو باندھ کر دونوں صاحب مسجد کے صحن میں پہنچے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اے محمد! کیا آپ نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ آپ کو حورعین دکھائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ان عورتوں کے پاس جائیے اور ان کو سلام کیجئے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے پوچھا تم کس کے لئے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم نیک ہیں حسین ہیں اور ایسے مردوں کی بیویاں ہیں جو پاک صاف ہیں میلے نہ ہوں گے اور ہمیشہ رہیں گے کبھی جنّت سے جدا نہ ہوں گے اور ہمیشہ زندہ رہیں گے کبھی نہ مریں گے۔

وہاں سے ہٹ کر تھوڑی سی دیر گزری تھی کہ بہت سے آدمی جمع ہو گئے۔ پھر ایک موذن نے اذان کہی اور تکبیر کہی گئی۔ ہم صف باندھ کر منتظر کھڑے تھے کہ کون امام بنے گا۔ جبرئیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے کھڑا کر دیا۔ میں نے سب کو نماز پڑھائی۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا: آپ کو معلوم ہے کن لوگوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا: جتنے بھی نبی دنیا میں بھیجے گئے ہیں ان سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

بیہقی نے ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: میں اور جبرئیل بیت المقدس (کی مسجد) میں داخل ہوئے اور دونوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ ابن مسعود کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے کہ میں مسجد میں گیا تو انبیاء علیہم السلام کو میں نے پہچانا کوئی صاحب کھڑے ہیں کوئی رکوع میں ہیں اور کوئی سجدہ میں ہیں۔ پھر ایک اذان کہنے والے نے اذان کہی اور ہم صفوف درست کر کے اس انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ کون امامت کریں گے۔ جبرئیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کے آگے بڑھا دیا اور میں نے سب کو نماز پڑھائی۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مسلم نے روایت کیا ہے کہ نماز کا وقت آگیا اور میں نے ان کا امام بنا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ مسجد اقصیٰ پہنچے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے تو تمام انبیاء آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔ بیہقی میں ابوسعید سے اس طرح روایت ہے کہ آپ ﷺ نے داخل ہو کر فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی (یعنی اس جماعت کے آپ ﷺ امام بنے) جب نماز پوری ہوگئی تو فرشتوں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ تمہارے ساتھ کون ہیں۔ انہوں نے کہا: محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔ فرشتوں نے کہا: کیا ان کے پاس پیام الٰہی (نبوت کے لئے یا آسمانوں پر بلانے کے لئے) بھیجا گیا؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ہاں۔ فرشتوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ان پر سلام نازل فرمائے کہ بہت اچھے بھائی اور بہت اچھے خلیفہ ہیں (یعنی ہمارے بھائی اور اللہ تعالیٰ کے خلیفہ)۔

پھر انبیاء علیہم السلام کی ارواح سے ملاقات ہوئی اور ان سب نے اپنے رب کی تعریف بیان کی۔ ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح تقریر کی کہ تمام تر حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے بس مجھ کو خلیل (اپنا دوست) بنایا، مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا، مجھ کو لوگوں کا) مقتدا فرمانبردار بنایا کہ میرا اقتدا کیا جاتا ہے، مجھ کو (نمرود کی) آگ سے نجات دی اور اس کو میرے حق میں ٹھنڈک اور سلامتی کا ذریعہ بنادیا۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے رب کی تعریف بیان کر کے یہ تقریر کی کہ تمام تر حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے مجھ سے کلام (خاص) فرمایا، اور مجھ کو چنا ہوا بنایا، مجھ پر توریت نازل فرمائی، فرعون کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی نجات میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائی اور میری اُمّت کو ایسی قوم بنایا کہ حق کے موافق وہ ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے موافق عدل کرتے ہیں۔

پھر داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی تعریف کر کے یہ تقریر کی کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا، مجھ کو زبور کا علم دیا، میرے لئے لوہے کو نرم کیا، میرے لئے پہاڑوں کو مسخر کیا کہ وہ میرے ساتھ تسبیح کرتے ہیں،

پرندوں کو بھی (تسبیح کے لئے مسخر بنایا) مجھ کو حکمت اور صاف تقریر عنایت فرمائی۔

پھر سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب کی ثناء کے بعد تقریر کی کہ ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے میرے لئے ہوا کو مسخر کیا، شیاطین کو مسخر کیا کہ جو چیز میں چاہتا تھا وہ بناتے تھے جیسے عالیشان عمارت، مجسم تصاویر (کہ اس وقت درست تھیں) مجھ کو پرندوں کی بولی کا علم دیا، اپنے فضل سے مجھ کو ہر قسم کی چیز دی، میرے لئے شیاطین، انسان، جن اور پرندوں کے لشکروں کو مسخر کیا، مجھ کو ایسی سلطنت عطا کی کہ میرے بعد کسی کے لئے لائق نہ ہوگی اور میرے لئے ایسی پاکیزہ سلطنت تجویز کی کہ اس کے متعلق مجھ سے کچھ حساب نہ ہوگا۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی تعریف بیان کر کے یہ تقریر کی کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھ کو اپنا کلمہ بنایا اور مجھ کو آدم (علیہ السلام) کے مشابہ بنایا ان کو مٹی سے بنا کر کہہ دیا کہ تو (ذی روح) ہو جا اور وہ (ذی روح) ہوگئے، مجھ کو لکھنا سکھایا، تورات وانجیل کا علم دیا، مجھ کو ایسا بنایا کہ میں مٹی سے پرندے کی شکل کا ڈھانچا بنا کر اس میں پھونک مار دیتا تو وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا، مجھ کو ایسا بنایا کہ میں بحکم خدا پیدائشی اندھے اور جذامی کو اچھا کر دیتا تھا، مردوں کو زندہ کر دیتا تھا، مجھ کو پاک کیا مجھ کو اور میری والدہ کو شیطان مردود سے پناہ دی بس ہم پر شیطان کا کوئی قابو نہیں چلتا تھا۔

پھر محمد ﷺ نے اپنے رب کی تعریف بیان کی اور فرمایا: تم سب نے اپنے رب کی تعریف بیان کی اور میں بھی اپنے رب کی تعریف کرتا ہوں۔ ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھ کو رحمۃ اللعالمین۔ اور تمام لوگوں کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا، مجھ پر فرقان یعنی قرآن مجید نازل کیا جس میں ہر (دینی ضروری) بات کا بیان ہے (خواہ صاف ہو یا اشارہ سے ہو) میری اُمّت کو بہترین اُمّت بنایا کہ لوگوں کے نفع (دین) کے لئے پیدا کی گئی ہے اور میری اُمّت کو انصاف کرنے والی اُمّت بنایا، میری امت کو

ایسا بنایا کہ وہ اول بھی ہیں (یعنی رتبہ میں) اور آخر بھی ہیں (یعنی زمانہ میں) میرے سینہ کو کشادہ بنایا اور میرا بوجھ ہلکا کیا، میرے ذکر کو بلند فرمایا اور مجھ کو سب کا شروع کرنے والا اور سب کا ختم کرنے والا بنایا۔ (یعنی نور میں اول اور ظہور میں آخر) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (سب سے خطاب کر کے) فرمایا: بس ان کمالات کے سبب محمد ﷺ تم سے بڑھ گئے۔

ایک روایت میں آپ نے بالخصوص تین پیغمبروں کا ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام کا نماز پڑھنا اور ہر ایک کا حلیہ بیان فرمایا: اس میں یہ بھی ہے کہ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو مجھ سے ایک کہنے والے نے کہا: اے محمد! یہ مالک داروغہ دوزخ ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے ہی مجھ کو سلام کیا (کذا رواہ مسلم) اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لیلۃ الاسراء میں میں نے دجال کو بھی دیکھا اور خازن جہنّم کو بھی دیکھا۔ (کذا رواہ مسلم)

نواں واقعہ: ایک روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ فارغ ہو کر مسجد سے باہر تشریف لائے تو جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے سامنے دو برتن لائے ایک میں شراب اور دوسرے میں دودھ تھا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: میں نے دودھ کو اختیار کیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپ نے فطرت (یعنی طریق دین) کو اختیار فرمایا۔ پھر آسمان پر تشریف لے گئے۔ (کذا رواہ مسلم) اور احمد کی روایت میں ہے کہ ایک دودھ کا اور ایک شہد کا برتن آیا ہے۔ بزار کی روایت میں تین برتن آئے ہیں دودھ، پینے کی چیز اور پانی کا برتن اور شداد بن اوس کی روایت میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز کے بعد مجھ کو پیاس لگی اس وقت یہ برتن حاضر کئے گئے اور جب میں نے دودھ اختیار کیا تو ایک بزرگ نے جو میرے سامنے تھے جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ تمہارے دوست نے فطرت کو اختیار کیا ہے۔

فائدہ: براق کے باندھنے کے بعد جو واقعات مذکور ہیں ان میں ترتیب اس طرح سمجھ آتی ہے۔

① مسجد کے صحن میں پہنچ کر حوروں سے ملنا اور بات کرنا۔

② آپ ﷺ اور جبرئیل علیہ السلام کا دو رکعت نماز پڑھنا غالباً یہ تحیۃ المسجد ہے۔ اس وقت غالباً چند دوسرے انبیاء علیہم السلام پہلے سے جمع تھے جن کو آپ ﷺ نے مختلف حالتوں میں دیکھا کسی کو رکوع کی حالت میں اور کسی کو سجدہ کی حالت میں یہ سب تحیۃ المسجد پڑھ رہے تھے۔ ان میں سے بعض کو پہچانا بھی اور معلوم ہوتا ہے کہ یہی تمام حضرات اپنی نمازوں سے فارغ ہو کر اسی تحیۃ المسجد میں بھی آپ ﷺ کے مقتدی ہوگئے ہوں گے۔

③ پھر بقیہ انبیاء علیہم السلام کا جمع ہونا۔

④ پھر اذان و تکبیر ہونا اور جماعت ہونا جس میں آپ امام تھے اور تمام انبیاء علیہم السلام اور چند فرشتے آپ ﷺ کے مقتدی تھے۔ ان میں سے بعض کو آپ ﷺ پہچانتے نہ تھے۔ اسی لئے جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ تمام انبیاء جو مبعوث ہوئے ہیں انہوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ یہ کون سی نماز تھی اس کی تحقیق تئیسویں واقعہ کے ذیل میں آئے گی۔ اذان و اقامت یا تو ایسی ہی ہوگی جس طرح اب ہے اور اس کا حکم مدینہ پہنچنے کے بعد ہوا ہو یا اور طرح کی ہوگی۔

⑤ پھر فرشتوں سے تعارف ہونا شاید خازن جہنّم سے ملاقات بھی اسی ضمن میں ہوئی ہو جس میں انہوں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں اور نام سن کر فرشتوں کا پوچھنا کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا تھا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان فرشتوں کو آپ ﷺ کے متعلّق یہ علم تھا کہ آپ ﷺ کے لئے ایسا ہونے والا ہے۔ اس میں مزید دو احتمال ہیں یا تو ابھی تک نبوت کے ملنے کا علم نہ ہوا ہو کیونکہ فرشتوں کے کام مختلف ہیں دوسرے کاموں کا علم ہر وقت نہیں ہوتا یا نبوت کا علم پہلے سے ہو اور پوچھنے کا مقصود یہ ہو کہ

معراج کے لئے ان کے پاس حکم پہنچ چکا ہے اور اسی طرح آگے جو آسمانوں میں سوال ہوا ہے وہاں بھی یہی بات ہے۔

⑥ پھر حضرات انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہونا۔

⑦ پھر سب حضرات کا خطبہ پڑھنا۔

⑧ پھر پیالوں کا پیش ہونا جن کی روایات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چار تھے دودھ، شہد، شراب، پانی، کسی نے دو کہے اور کسی نے تین کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے یا یہ کہ تین ہوں ایک پیالے میں پانی ہو جو مٹھاس میں شہد جیسا ہو تو کبھی اس کو شہد کہہ دیا ہو کبھی پانی کہہ دیا ہو۔ (یہاں دو باتیں ہیں، ایک شراب حرام چیز ہے تو وہ کیوں پیش کی گئی۔ دوسری بات یہ ہے کہ دودھ کو اختیار کرنے اور باقی چیزوں کے رد کرنے کی کیا حکمت تھی اس کا جواب یہ ہے ہر صورت میں شراب اس وقت تک حرام نہ تھی کیونکہ شراب مدینہ میں حرام ہوئی ہے مگر سامان فرحت ضرور ہے اس لئے دنیا کے مشابہ ہے۔ یہ وجہ ہوئی شراب کو اختیار نہ کرنے کی) شہد بھی اکثر لذت کے لئے پیا جاتا ہے غذا کے لئے نہیں پیا جاتا تو یہ بھی زائد چیز ہے اور اس میں دنیاوی لذت کی طرف اشارہ ہے اور پانی بھی غذا کا مددگار ہے غذا نہیں ہے جس طرح دنیا دین کی مددگار ہے مقصود نہیں (یہ وجہ ہوئی شہد اور پانی کو اختیار نہ کرنے کی) اور دین سے خود غذائے روحانی مقصود ہے جیسا کہ دودھ سے غذائے جسمانی مقصود ہے اور غذائیں اگرچہ اور بھی ہیں مگر دودھ کو اوروں پر ترجیح اس لئے ہے کہ کھانے اور پینے دونوں کا کام دیتا ہے (یہ وجہ ہوئی دودھ کے اختیار کرنے کی) اس طرح برتنوں کا سدرۃ المنتہی کے بعد پیش ہونا آیا ہے جیسا آگے آئے گا تو یہ پیالوں کا پیش ہونا دوبارہ ہوا۔ (صرح بہ الحافظ عماد الدین ابن کثیر)

⑨ پھر آسمان کا سفر ہوا اور شاید یہاں پر انبیاء اور فرشتوں کا جمع ہونا نبی ﷺ کے استقبال کے لئے ہوا ہو واللہ اعلم۔

دسواں واقعہ: اس کے بعد آپ ﷺ کا آسمانوں پر جانا ہوا بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ براق پر تشریف لے گئے۔ بخاری میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ دل دھونے اور اس میں ایمان و حکمت بھرنے کے بعد مجھ کو براق پر سوار کیا گیا جس کا ایک قدم اس کے منتہائے نظر پر پڑتا ہے۔ مجھ کو جبرئیل لے چلے یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر بھی براق ہی پر تشریف لے گئے گو درمیان میں بیت المقدس پر بھی اترے۔ بیہقی میں ابو سعید کی روایت میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ پھر (بیت المقدس میں اعمال سے فارغ ہونے کے بعد بیت المقدس کی) جڑ (یعنی بنیاد کی جگہ) میں میرے سامنے ایک زینہ لایا گیا جس پر انسانوں کی ارواح (موت کے بعد) چڑھتی ہیں اس زینہ سے زیادہ خوبصورت مخلوق میری نظر سے نہیں گزری تم نے (بعض) مرنے والوں کو آنکھیں پھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا ہوگا، وہ اس زینہ کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔

شرف مصطفیٰ میں ہے کہ یہ زینہ جنت الفردوس سے لایا گیا۔ اس کو دائیں بائیں اوپر تلے سے فرشتے گھیرے ہوئے تھے۔ کعب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے لئے ایک چاندی اور ایک سونے کا زینہ رکھا گیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ اور جبرئیل اس پر چڑھے۔ ابن اسحاق کی روایت میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جب میں بیت المقدس کے قصہ سے فارغ ہوا تو یہ زینہ لایا گیا۔ اور میرے رفیق راہ (جبریل) نے مجھ کو اس پر چڑھایا یہاں تک کہ میں آسمان کے دروازے تک پہنچا۔

فائدہ: (گذشتہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر براق پر ہوا۔ اب اس روایت سے معلوم ہوا کہ زینہ کے ذریعے آسمان پر گئے تو اس کا جواب یہ ہے) کہ براق اور زینہ کی روایت میں جمع اس طرح ممکن ہے کہ تھوڑا سفر براق پر کیا ہو۔ تھوڑا سفر زینے پر کیا ہو جس طرح مکرم مہمان کے سامنے کئی سواریاں پیش کی جاتی ہیں اور اس کو اختیار

ہوتا ہے جس پر چاہے سفر کرے خواہ تھوڑی تھوڑی مسافت سب پر سوار ہو کر ہی کیوں نہ طے کرے۔

گیارہواں واقعہ: حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ پہلے آسمان دنیا پر پہنچے، جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھلوایا۔ دربان فرشتوں کی طرف سے پوچھا گیا کون ہیں؟ کہا؟ جبرئیل ہوں۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی (نبوت کے لئے یا آسمانوں پر بلانے کے لئے) بھیجا گیا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ہاں۔ (رواہ البخاری)

بیہقی میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آسمانوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر پہنچے۔ اس کا نام باب الحفظہ ہے اس پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔ اس کا نام اسمٰعیل ہے اس کی ماتحتی میں بارہ ہزار فرشتے ہیں۔

(کیا فرشتوں کو آپ ﷺ کے آنے کی خبر نہیں تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ) بخاری کی ایک روایت میں بھی ہے کہ آسمان والوں کو خبر نہیں ہوتی کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا کیا کرنے کا ارادہ ہے جب تک کہ ان کو کسی ذریعہ سے اطلاع نہ دے۔ جیسے یہاں جبرئیل کی زبانی سے معلوم ہوا۔ اس سے فرشتوں کے اس پوچھنے کی وجہ بھی معلوم ہوگئی کہ کیا ان کے پاس کلام الٰہی پہنچا ہے۔ اس پوچھنے میں جو دو احتمال ذکر کئے گئے ہیں اس کی تفصیل آٹھویں واقعہ میں نمبر ۵ میں ذکر کی گئی ہے۔ وہاں خود پوچھنے کی عقلی وجہ بھی لکھی گئی ہے، اور اس نقلی دلیل سے اس عقلی وجہ کی تائید ہوگئی۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے یہ سن کر کہا: مرحبا آپ کا آنا مبارک ہے۔ اور دروازہ کھول دیا گیا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: میں وہاں پہنچا تو حضرت آدم علیہ السلام موجود تھے۔ جبرئیل نے فرمایا: یہ آپ کے باپ آدم ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: اچھے بیٹے اور اچھے نبی کو

خوش آمدید ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ آسمان دنیا میں ایک شخص کو بیٹھا دیکھا۔ جن کے دائیں اور بائیں طرف کچھ صورتیں نظر آتی ہیں، جب وہ دائیں طرف دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ صورتیں دائیں اور بائیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں۔ دائیں والے جنتی اور بائیں والے جہنمی ہیں۔ اس لئے دائیں طرف دیکھ کر ہنستے اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں۔

بزار کی حدیث میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں طرف ایک دروازہ ہے جس میں سے خوشبودار ہوا آتی ہے اور بائیں طرف ایک دروازہ ہے اس میں سے بدبودار ہوا آتی ہے۔ جب دائیں طرف دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو مغموم ہوتے ہیں۔ شریک کی روایت بالا میں ہے کہ آپ نے آسمان دنیا میں نیل و فرات کو دیکھا۔ اور اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ اسی آسمان دنیا میں ایک اور نہر بھی دیکھی جس پر موتی اور زبرجد کے محل بنے ہوئے ہیں اور وہ کوثر ہے۔

فائدہ: حضرت آدم علیہ السلام سے تمام انبیاء کرام کے ساتھ پہلے بھی مل چکے تھے اس طرح باقی آسمانوں میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا سب جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے (کہ سب سے بیت المقدس میں ملے اور آسمان میں بھی ملے اور سب اپنی اپنی قبروں میں بھی ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انبیاء کرام تینوں جگہ موجود ہوں؟) اس کا جواب یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسم کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح نے ان کے جسم کی شکل اختیار کر لی ہو۔ یعنی غیر عنصری جسم جسے صوفیاء مثالی جسم کہتے ہیں روح نے اس جسم کی شکل اختیار کر لی ہو اور یہ جسم کئی بھی ہو گئے ہوں اور ایک ہی وقت میں روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ہو گیا ہو۔ لیکن انبیاء کرام علیہم السلام کے

اختیار سے نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ارادے سے ہوا ہو اور ظاہراً یہ جسم مثالی جو دونوں جگہ نظر آیا الگ الگ شکل رکھتا تھا۔ اسی لئے باوجود بیت المقدس میں ملاقات ہونے کے آسمان میں نہیں پہچانا البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ آسمان پر جسم کے ساتھ ہیں اس لئے ان کو وہاں دیکھنا جسم کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ لیکن ان کو بیت المقدس میں جو دیکھا جیسا کہ آٹھویں واقعہ میں گزرا ہے۔ وہ جسم کے ساتھ نہیں تھا بلکہ بالمثال ہے کہ روح کا تعلق مثالی جسم کے ساتھ موت سے پہلے بھی عادت کے خلاف ممکن ہے، اور اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ بیت المقدس میں جسم کے ساتھ ہوں اور آسمان سے آ گئے ہوں یا دونوں جگہ جسم کے ساتھ ہوں کہ پہلے آسمان سے بیت المقدس آئے ہوں پھر یہاں سے وہاں پہنچ گئے ہوں۔ واللہ اعلم۔

حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں، بائیں جو صورتیں نظر آئیں وہ بھی ارواح کی صورتیں مثالیہ تھیں، اور بزار کی روایت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ارواح اس وقت آسمانوں پر موجود نہ تھیں۔ بلکہ اپنے اپنے ٹھکانہ پر تھیں۔ اور اس ٹھکانے اور حضرت آدم علیہ السلام کی جگہ کے درمیان دروازہ تھا اس دروازے سے ان صورتوں کا عکس حضرت آدم علیہ السلام کی جگہ پر پڑتا ہو گا یا وہ ہوا جو ان روحوں کی جگہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی جگہ تک آتی تھی وہ بھی جسم ہے۔ اس میں ان صورتوں کا عکس پیدا کرنے کی خاصیت ہوگی۔ جیسے ہوا شعاعوں سے بدل کر دیکھنے کے قابل ہو جاتی ہیں (یعنی جب ہوا میں شعاعیں پڑتی ہیں تو ہوا شعاعوں کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اور شعاعوں کی شکل میں نظر آتی ہے) کیونکہ اس روایت میں دروازے کا ہونا آیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دروازہ ان صورتوں کے یہاں تک پہنچنے کا ذریعہ تھا۔ واللہ اعلم۔

اس ساری تقریر پر یہ اعتراض بھی ختم ہو جاتا ہے قرآن کریم کی آیت اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ (جن لوگوں نے

ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی ارواح آسمان پر نہیں جاسکتیں۔ تو پھر آسمان دنیا پر یہ کافروں کی روحیں جو بائیں طرف تھیں کیسے پائی گئیں؟ (جواب یہ ہے کہ وہ آسمان میں نہیں تھیں بلکہ ان کا عکس وہاں پڑ رہا تھا)

دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے نیل اور فرات کو سدرۃ المنتہی کی جڑ میں دیکھا ہے۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ نیل اور فرات تو زمین میں ہیں سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھنے کا کیا مطلب ہے۔ اس کا جواب سدرۃ المنتہی کے بیان میں دیا جائے گا۔ یہاں صرف روایات کو جمع کرنے کی وجہ سمجھ لی جائے وہ یہ ہے کہ نیل و فرات کا اصل سرچشمہ سدرۃ المنتہی کی جڑ ہو اور پانی وہاں سے نکل کر آسمان دنیا پر جمع ہوتا ہو اور وہاں سے زمین میں آتا جیسا دوسری احادیث سے حوض کوثر کا جنت میں ہونا ظاہر ہے تو سوال یہ ہوتا ہے کہ کوثر جب جنت میں ہے تو آسمان میں کیسے دیکھا اس کا جواب بھی یہی ہے کہ اصل حوض کوثر وہاں ہو اور یہاں اس کی شاخ ہو جیسا کہ ایک شاخ میدان قیامت میں ہوگی۔

بارہواں واقعہ: بخاری کی حدیث میں ہے کہ پھر مجھ کو جبرئیل آگے لے کر چڑھے یہاں تک کہ دوسرے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا: جبریل ہوں۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: محمد (ﷺ) ہیں: پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا؟ جبرئیل نے کہا: ہاں۔ فرشتوں نے یہ سن کر کہا: خوش آمدید آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے اور دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں (وہاں) پہنچا تو حضرت یحییٰ (علیہ السلام) اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) موجود تھے اور وہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ یحییٰ و عیسیٰ ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا۔ ان دونوں نے جواب دیا۔ پھر کہا: صالح بھائی اور صالح نبی

کو خوش آمدید ہو۔

فائدہ: حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی خالہ ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خالہ کے نواسے ہیں۔ چونکہ نانی بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے اس لئے عیسیٰ علیہ السلام کی نانی کو بمنزلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے فرمایا اور اگر یہ حقیقت میں عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہوتیں تو یحییٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام خالہ زاد بھائی ہوتے اس لئے مجازاً ان کو خالہ زاد فرمایا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خالہ کی اولاد میں سے ہیں اگرچہ بیٹے نہیں مگر نواسے ہیں۔ اور ان دونوں نے بھائی اس لئے کہا کہ یہ حضور اکرم ﷺ کے باپ دادا میں سے نہیں ہیں۔

تیرہواں واقعہ: بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل علیہ السلام تیسرے آسمان کی طرف لے کر چڑھے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا: جبریل ہوں۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا! محمد (ﷺ) ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: ہاں۔ فرشتوں نے یہ سن کر کہا: خوش آمدید آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے۔ دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں (وہاں) پہنچا تو حضرت یوسف (علیہ السلام وہاں) موجود تھے۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا: یہ یوسف ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور کہا اچھے بھائی اور اچھے نبی کے لئے خوش آمدید ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے دیکھا کہ یوسف (علیہ السلام) کو حسن کا ایک بڑا حصہ عطا کیا گیا ہے۔ (کذافی المشکوٰۃ عن مسلم)

ایک روایت میں یوسف علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے: (میں نے) ایک ایسے شخص کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ حسین ہے اور لوگوں پر حسن میں ایسی فضیلت رکھتا ہے جیسے چودھویں رات کا چاند تمام ستاروں پر فضیلت رکھتا ہے۔

(بیہقی عن ابی سعید و طبرانی عن ابی ہریرہ)

فائدہ: ان روایات سے معلوم ہو رہا ہے کہ یوسف علیہ السلام حضور ﷺ سے زیادہ حسین تھے۔ اس کے دو جواب ہیں پہلا جواب: حضرت یوسف علیہ السلام حضور ﷺ کے علاوہ تمام انسانیت میں خوبصورت ہیں۔ روایت میں حضور ﷺ کے علاوہ مراد ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو خوبصورت اور خوش آواز بنا کر بھیجا۔ لیکن تمہارے نبی سب سے زیادہ خوبصورت اور خوش آواز ہیں۔ (ترمذی عن انس)

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف صرف ایک چیز یعنی حسن میں آپ ﷺ سے زیادہ ہوں لیکن باقی تمام چیزوں میں حضور ﷺ ان سے بڑھے ہوئے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں یا یوں کہا جائے کہ حسن کی مختلف قسمیں ہوں۔ ایک قسم میں حضرت یوسف علیہ السلام زیادہ حسین ہوں۔ اور ایک قسم میں حضور ﷺ زیادہ حسین ہوں۔

ان دونوں قسموں میں افضلیت ایسی ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن ظاہری طور پر بہت زیادہ ہو۔ اور ایک حد تک ہو۔ اور حضور ﷺ کا حسن معنوی طور پر بہت لطیف اور نازک ہو اور اس حسن کی کوئی حد نہ ہو۔ پہلی قسم کا نام حسن صباحت (یعنی گورے پن کی وجہ سے حسن ہے) دوسری قسم کا نام حسن ملاحت (یعنی چہرے پر نمکینی ہونے کی وجہ سے بہت کشش ہو) ہے۔

چودہواں واقعہ: بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل آگے لے کر چلے یہاں تک کہ چوتھے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا: جبریل ہوں۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: محمد (ﷺ) ہیں۔ پوچھا گیا ان کے پاس پیامِ الٰہی بھیجا گیا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے یہ سن کر کہا: خوش آمدید آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے۔ دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ادریس (علیہ السلام وہاں) موجود تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ ادریس (علیہ السلام) ہیں ان کو سلام کیجئے، میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا پھر کہا: اچھے بھائی

اور اچھے نبی کو خوش آمدید ہو۔

پندرہواں واقعہ: بخاری میں ہے کہ جبریل علیہ السلام پھر مجھ کو لے کر آگے چلے یہاں تک کہ پانچویں آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا کون ہے؟ کہا: جبریل ہوں۔ پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد (ﷺ) ہیں۔ پوچھا گیا: کیا ان کے پاس پیامِ الٰہی بھیجا گیا؟ کہا: ہاں۔ وہاں سے کہا گیا خوش آمدید آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے۔ جب میں وہاں پہنچا تو ہارون (علیہ السلام وہاں) موجود تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ ہارون (علیہ السلام) ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر کہا: اچھے بھائی اور اچھے نبی کو خوش آمدید ہو۔

سولہواں واقعہ: سولہویں واقعہ میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل علیہ السلام آگے لے کر چلے یہاں تک کہ چھٹے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا: جبریل ہوں۔ پوچھا گیا: اور تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا: محمد (ﷺ) ہیں۔ پوچھا گیا: کیا ان کے پاس پیامِ الٰہی بھیجا گیا؟ کہا: ہاں کہا گیا: خوش آمدید آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے۔ جب میں وہاں پہنچا تو موسیٰ (علیہ السلام) وہاں موجود تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ موسیٰ (علیہ السلام) ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا پھر کہا: اچھے بھائی اور اچھے نبی کو خوش آمدید ہو۔ پھر جب میں آگے بڑھا تو وہ روئے۔ ان سے پوچھا گیا آپ کے رونے کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں اس لئے رو رہا ہوں کہ ایک نوجوان پیغمبر میرے بعد بھیجے گئے جن کی امت کے جنّت میں داخل ہونے والے میری اُمّت کے جنّت میں داخل ہونے والوں سے بہت زیادہ ہوں گے۔ تو مجھ کو اپنی اُمّت پر حسرت ہے کہ انہوں نے میری ایسی اطاعت نہ کی جس طرح محمد (ﷺ) کی اُمّت آپ کی اتّباع کرے گی اور اس لئے میری اُمّت کے ایسے لوگ جنّت سے محروم رہے تو ان کے حال پر رونا آتا ہے۔

فائدہ: حضور ﷺ کی نسبت نوجوان فرمانا اس اعتبار سے ہے کہ آپ ﷺ کے ماننے والے تھوڑی ہی مدت میں اس وقت تک کہ آپ بڑھاپے تک بھی نہ پہنچے تھے اتنی کثرت سے ہو گئے کہ اوروں کے بڑھاپے تک بھی اتنے ماننے والے نہیں ہوئے دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کی کل عمر ۶۳ سال کی ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام کی عمر ڈیڑھ سو سال کی ہوئی۔ (کذا فی قصص الانبیاء)

سترہواں واقعہ: بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل آگے لے کر ساتویں آسمان کی طرف چلے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا: کون ہے؟ کہا: جبریل ہوں۔ پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد (ﷺ) ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا؟ کہا: ہاں۔ کہا گیا: خوش آمدید آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے۔ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام (وہاں) موجود تھے جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ آپ کے جد امجد ابراہیم (علیہ السلام) ہیں۔ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور فرمایا اچھے بیٹے اور اچھے نبی کو خوش آمدید ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی کمر بیت المعمور سے لگائے بیٹھے تھے۔ اور بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جن کی باری دوبارہ نہیں آتی۔ (یعنی اگلے روز اور نئے ستر ہزار داخل ہوتے ہیں۔) (کذا فی المشکوٰۃ عن مسلم)

ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مجھ کو ساتویں آسمان پر چڑھایا گیا تو ابراہیم علیہ السلام موجود تھے۔ بہت حسین تھے اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ لوگ موجود تھے اور میری اُمت بھی وہاں موجود تھی اور وہ دو قسم کی ہے۔ ایک قسم سفید کپڑے والی ہے اور دوسری میلے کپڑے والی ہے۔ میں بیت المعمور میں داخل ہوا۔ تو سفید کپڑے والے بھی میرے ساتھ داخل ہو گئے اور میلے کپڑے والے روک دیئے گئے۔ میں نے اور میرے ساتھ والوں نے وہاں نماز پڑھی۔ (بیہقی فی دلالہ عن ابی سعید)

فائدہ: بعض روایات میں انبیاء علیہم السلام کی منازل کی ترتیب دوسری طرح بھی آئی ہے۔ مگر صحیح ترین یہی ہے جو مذکور ہوئی۔ واللہ اعلم۔

اٹھارہواں واقعہ: بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا۔ اس کے بیر اتنے بڑے بڑے تھے جیسے ہجر کے مٹکے (ہجر ایک جگہ کا نام ہے) اور اس کے پتے ایسے تھے جیسے ہاتھی کے کان ہوں (یعنی اتنے بڑے تھے)۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ وہاں چار نہریں تھیں۔ دو اندر جا رہی ہیں اور دو باہر آ رہی ہیں۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے باہر آنے والی دو نہروں کے بارے میں پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: جو نہریں اندر جا رہی ہیں یہ جنّت میں دو نہریں ہیں۔ جو باہر جا رہی ہیں یہ نیل اور فرات ہیں۔

پھر میرے پاس ایک برتن شراب کا دوسرا دودھ کا اور تیسرا شہد کا لایا گیا۔ میں نے دودھ کو اختیار کیا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ فطرت (یعنی دین) ہے۔ جس پر آپ اور آپ کی اُمت قائم رہے گی۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں یہ چار نہریں ہیں اور مسلم میں ہے کہ اس کی جڑ سے یہ چار نہریں نکلتی ہیں اور ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے دیکھنے کے بعد مجھ کو ساتویں آسمان کے اوپر کی سطح پر لے گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ ایک نہر پر پہنچے جس پر یاقوت اور موتی اور زبرجد کے پیالے رکھے تھے اور اس پر سبز لطیف پرندے بھی تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ کوثر ہے۔ جو آپ کے رب نے آپ کو دی ہے۔ اس کے اندر سونے اور چاندی کے برتن تھے اور وہ یاقوت اور زمرد، کے پتھروں پر چلتی ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ میں نے ایک برتن لے کر اس میں سے کچھ پیا تو وہ شہد سے زیادہ شیریں اور مشک زیادہ خوشبودار تھا۔

بیہقی کی حدیث میں ابو سعید کی روایت سے ہے کہ وہاں ایک چشمہ تھا جس کا نام سلسبیل تھا اور اس سے دو نہریں نکلتی تھیں، ایک کوثر اور دوسری نہر رحمت۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا وہ چھٹے آسمان میں ہے۔ زمین سے جو اعمال اوپر جاتے ہیں وہ اس تک پہنچتے ہیں اور وہاں سے اوپر اٹھالئے جاتے ہیں اور جو احکام اوپر سے آتے ہیں وہ پہلے اسی پر اترتے ہیں اور وہاں سے نیچے (عالم دنیا) میں لائے جاتے ہیں۔ اور (اسی لئے اس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے)

بخاری میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کو ایسی رنگتوں نے چھپالیا کہ معلوم نہیں وہ کیا چیز ہے اور مسلم میں ہے کہ وہ سونے کے پروانے تھے۔ ایک حدیث میں ہے کہ وہ سونے کی ٹڈیاں تھیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ اس کو فرشتوں نے چھپالیا اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب خدا کے حکم سے اس کو ایک عجیب چیز نے چھپالیا تو اس کی صورت بدل گئی، مخلوق میں کوئی شخص اس کی صفت بیان نہیں کرسکتا۔ ایک روایت میں سدرۃ المنتہیٰ کے دیکھنے اور برتنوں کے پیش کئے جانے کے درمیان میں یہ بھی ہے کہ پھر میرے سامنے بیت المعمور بلند کیا گیا۔ (کذا رواہ مسلم) ایک روایت میں سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھنے کے بعد یہ بھی ہے کہ پھر میں جنّت میں داخل کیا گیا تو اس میں موتیوں کے گبند تھے اور اس کی مٹی مشک کی ہے۔ (کذا فی المشکوٰۃ عن الشیخین)

فائدہ: احادیث سے سدرۃ المنتہیٰ کا ساتویں آسمان پر ہونا معلوم ہوتا ہے اور چھٹے آسمان میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ممکن ہو کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہو اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ چار نہریں چھٹے آسمان میں ہوں جیسا کہ روایات میں ہے کہ یہ نہریں سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے نکلتی ہیں اصل یہ ہے کہ جب چھٹے آسمان سے گزر کر ساتویں میں سے گزرتا ہوا آگے پہنچا تو یہ ساتویں آسمان سے گزرنا سدرۃ المنتہیٰ کے لئے جڑ کی طرح ہے جو ساتویں آسمان میں ہے۔ تو وہ نہریں اس دوسری جڑ (جو ساتویں آسمان میں ہے) سے نکلیں اور یہ نہریں جو اندر کو جارہی تھیں یہ کوثر اور نہر رحمت معلوم ہوتی ہیں کہ وہ دونوں سلسبیل کی شاخیں ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ سلسبیل اور اس کا وہ حصہ جہاں سے کوثر اور نہر رحمت اس سے نکلی ہو یہ سب سدرۃ کی دوسری جڑ میں ہوں۔ اور ابن ابی حاتم کی روایت بالا سے کوثر کا ظاہر میں جنّت سے باہر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ غالباً جنت سے باہر وہ حصہ ہے جو سدرۃ کی جڑ میں ہے باقی اس کا زیادہ حصہ جنّت میں ہے جیسا کہ دوسری حدیثوں میں اس کا جنّت میں ہونا آیا ہے۔ نیل و فرات کا آسمان پر ہونا اس طرح ممکن ہے کہ ان کا پانی آسمان سے آتا ہو کیونکہ بارش ہونے کے بعد بارش کا پانی پتھر میں جذب ہوجاتا ہے پھر پتھر سے جاری ہوجاتا ہے تو نیل و فرات کا چلنا بھی ایسا ہی ہوتا ہے کیونکہ بارش تو آسمان سے ہوتی ہے تو جو حصہ نیل و فرات ہے وہ بارش کے ذریعہ آسمان سے آتا ہے اس طرح نیل و فرات کی اصل آسمان میں ہوئی۔

سدرۃ المنتہیٰ کے رنگوں کو پروانے اور ٹڈیاں کہنا تشبیہ کے لئے ہے ورنہ وہ فرشتے تھے (یعنی فرشتے پروانے اور ٹڈیاں لگتے تھے) حتیٰ کہ وہ اتنے حسین تھے کہ ان کے حسن کو کس طرح بیان کیا جائے معلوم نہیں۔ (یعنی اس کے لئے الفاظ سمجھ نہیں آتے)

مسلم کی جو روایت بیت المعمور کے متعلّق ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت المعمور سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ مقام ابراہیم علیہ السلام سے اونچا ہے ان دونوں باتوں سے معلوم ہوا کہ سب سے اوپر بیت المعمور پھر سدرۃ المنتہیٰ پھر مقام ابراہیم علیہ السلام تو جب مقام ابراہیم سب سے نیچے ہے تو ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے ٹیک لگا کر کیسے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی آسان صورت یہ ہے کہ بیت المعمور کی بنیاد تو ساتویں آسمان پر ہو اس کی اونچائی سدرۃ المنتہیٰ سے بھی اونچی ہو جو ساتویں آسمان سے بھی اونچی ہے اور ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے نچلے حصے سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے تو اب ترتیب یوں ہوئی کہ سب سے اونچا بیت المعمور اس کے بعد سدرۃ المنتہیٰ اور بیت المعمور کے نچلے حصے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ٹیک لگا کر بیٹھے

ہوئے ہیں اب تمام صورتوں میں مناسبت ہوگئی۔

سترہویں واقعے میں آپ ﷺ کا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھنا لکھا ہے آپ ﷺ نے بیت المعمور میں نماز پڑھی جو ساتویں آسمان سے اونچا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ساتویں آسمان پر پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ دونوں الگ الگ جگہ میں تھے تو دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ نماز کس طرح پڑھی اس کی آسان صورت یہ ہے کہ نماز بیت المعمور کے نچلے حصے میں پڑھی ہوگی جو ساتویں آسمان پر ہے جس طرح اکثر مساجد میں نماز مسجد کے نچلے حصے میں ہوتی ہے اس کی تائید ایک حدیث میں جو حضرت قتادہ سے منقول ہے ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آسمان میں خانۂ کعبہ کے بالکل اوپر ایک مسجد ہے کہ اگر وہ بالفرض گرے تو بالکل کعبہ کے اوپر گرے۔ اس میں ستر ہزار فرشتے روزانہ داخل ہوتے ہیں اور جب وہ نکلتے ہیں تو دوبارہ ان کی باری نہیں آتی۔

بیہقی کی حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ جنّت کی سیر کے بعد دوزخ کو میرے سامنے کیا گیا تو اس میں اللہ کا غضب وعذاب اور انتقام تھا۔ اگر اس میں پتھر اور لوہا بھی ڈال دیا جائے تو اس کو بھی کھالے پھر وہ بند کر دیا گیا۔ اس روایت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ تو اپنی جگہ پر رہا اور آپ ﷺ اپنی جگہ رہے۔ درمیان سے حجاب اٹھا کر دوزخ آپ کو دکھا دیا گیا۔

انیسواں واقعہ: بخاری میں بیت المعمور اور دودھ وغیرہ کے برتنوں کے پیش کئے جانے کے بعد روایت ہے پھر مجھ پر دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ ایک روایت میں ابراہیم علیہ السلام سے ملنے کے بعد ہے کہ پھر مجھ کو اوپر لے جایا گیا یہاں تک کہ میں ایک ہموار میدان میں پہنچا جہاں میں نے قلموں کی (جو لکھنے کے وقت آواز پیدا ہوتی ہے) سنی۔ مجھ پر اللہ نے پچاس نمازیں فرض کیں۔ (کذا فی المشکوۃ عن الشیخین بخاری ومسلم)

فائدہ: پہلی روایت سے بیت المعمور کی سیر کے کچھ دیر بعد نماز کا فرض ہونا معلوم ہوتا ہے اور دوسری روایت سے میدان میں پہنچنے کے فوراً بعد نماز کا فرض ہونا معلوم ہوتا ہے۔ دونوں روایتوں میں یہ ترتیب سمجھ میں آتی ہے کہ بیت المعمور کے پیش ہونے کے بعد میدان میں پہنچے ہوں گے پھر اس میدان میں پہنچنے کے بعد نمازیں فرض ہوئی ہوں گی۔ واللہ اعلم۔

بیسواں واقعہ: بخاری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے معراج کے متعلق ایک حدیث ذکر کی ہے اس میں جبریل علیہ السلام کا براق پر چلنا ذکر کیا ہے۔ یہاں تک کہ حجاب تک پہنچے اور اس میں یہ بھی ہے کہ ایک فرشتہ حجاب میں سے نکلا تو جبریل علیہ السلام نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دین دے کر بھیجا ہے "جب سے میں پیدا ہوا ہوں میں نے اس فرشتہ کو نہیں دیکھا، حالانکہ میں مخلوق میں رہنے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہوں۔" دوسری حدیث میں ہے کہ جبریل علیہ السلام مجھ سے جدا ہوگئے۔ اور مجھے تمام آوازیں آنی بند ہوگئیں۔ (کذا فی الشرح النووی مسلم)

شفاء الصدور میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل آئے اور میرے رب کی طرف چلنے کے سفر میں میرے ساتھ رہے یہاں تک کہ ایک مقام تک پہنچ کر رک گئے۔ میں نے کہا: جبریل! کیا ایسے مقام میں کوئی دوست اپنے دوست کو چھوڑتا ہے۔ انہوں نے کہا: اگر میں اس مقام سے آگے بڑھوں گا تو نور سے جل جاؤں گا۔

فائدہ: شیخ سعدیؒ نے اس کا ترجمہ کیا ہے ؎

بدو گفت سالار بیت الحرام — کہ اے حامل وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلص یافتی — عنانم زصحبت چرا تافتی
بگفتا فراتر مجالم نماند — بماندم کہ نیروئے بالم نماند

اگر یک سرموی برتر پرم — فروغ تجلی بسوزد پرم

ترجمہ: "بیت اللہ کے سردار (آپ ﷺ) نے ان (جبرئیل) سے کہا: اے وحی اٹھانے والے آگے چل، جب آپ نے مجھے دوستی میں مخلص پایا، میری رفاقت سے باگ کیوں موڑی۔ انہوں نے کہا میری طاقت اس سے زیادہ نہیں۔ اوپر جانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اگر میں ایک بال کے برابر اوپر چڑھوں، تجلی کی شعاعیں میرے پروں کو جلا دیں گی۔"

اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ پھر مجھ کو ستر ہزار حجاب طے کرائے گئے کہ ان میں ایک حجاب دوسرے حجاب جیسا نہ تھا۔ مجھے تمام انسانوں اور فرشتوں کی آہٹ آنی بند ہوگئی اس وقت مجھ کو وحشت ہوئی اسی وقت ایک پکارنے والے نے مجھ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لہجہ میں پکارا: رک جائیے، آپ کا رب صلوۃ میں مشغول ہے۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ میں نے عرض کیا: مجھ کو ان دو باتوں سے تعجب ہوا ایک تو یہ کہ کیا ابوبکر مجھ سے آگے بڑھ آئے اور دوسرے یہ کہ میرا رب صلوۃ سے بے نیاز ہے۔

ارشاد ہوا: اے محمد! یہ آیت پڑھو هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا "وہ ایسا (رحیم) ہے کہ وہ (خود) اور اس کے فرشتے (بھی) تم پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ (اس رحمت کی برکت سے) تم کو (جہالت وگمراہی کی) تاریکیوں سے (علم اور ہدایت کے) نور کی طرف لے آئے۔" میری صلوۃ سے مراد آپ کے لئے اور آپ کی اُمت کے لئے رحمت ہے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آواز کا قصہ یہ ہے کہ ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صورت کا ایک فرشتہ پیدا کیا جو آپ کو ان کے لہجے میں پکارے تاکہ آپ کی وحشت دور ہو اور آپ کو ایسی ہیبت نہ ہو جس سے آپ اصل بات نہ سمجھ سکیں، اور شفاء الصدور کی ایک روایت میں ہے کہ حجابات کے طے کرنے کے بعد ایک رفرف یعنی سبز مسند میرے لئے اتاری گئی اور

مجھے اس پر بٹھایا گیا پھر مجھ کو اوپر اٹھایا گیا یہاں تک کہ میں عرش تک پہنچا وہاں میں نے ایسی بڑی بات دیکھی کہ زبان اس کو بیان نہیں کرسکتی۔

فائدہ: بزار کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانوں پر چڑھنا بھی براق پر ہی ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔

آپ ﷺ کو جو رحمت الٰہیہ کی توجہ کے لئے ٹھہرنے کا حکم ہوا اس کا مطلب یہ نہیں کہ نعوذ باللہ آپ ﷺ کا آگے بڑھنا اللہ تعالیٰ کو توجہ رحمت سے روکنے والا ہوگا۔ جس طرح مخلوق کے لئے ایک کام میں مشغول ہونا دوسرے کام میں مشغول ہونے سے روکنے والا ہوتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت خاص رحمت فرما رہے ہیں اس لئے آپ چلنے کو روک دیجئے اور اس میں مشغول ہوجائیے کیونکہ چلنے میں مشغول ہونا اس رحمت کو مکمل یکسوئی سے حاصل کرنے سے روکنے والا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

اکیسواں واقعہ: "حق تعالیٰ کو دیکھنا اور بات کرنا"

ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا اور عبدالرزاق نے روایت کیا کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور ابن خزیمہ نے عروہ بن زبیر سے دیکھنے کو ثابت کیا کعب احبارؒ اور زہریؒ اور معمرؒ سب اس کا یقین رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قول نقل کیا ہے کہ کیا تم تعجب کرتے ہو کہ خلت (دوستی) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہو اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے۔ اور رویت (دیکھنا) حضرت محمد ﷺ کے لئے ہو (نسائی عن ابن عباس صححہ الحاکم) طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ: محمد ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے ایک مرتبہ نگاہ سے اور ایک مرتبہ دل سے دیکھا ہے۔ (طبرانی فی الاوسط بسند ثقات)

مروزی سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام احمد سے کہا: لوگ کہتے ہیں: حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جو شخص یہ سمجھے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تو اس نے اللہ پر بڑا جھوٹ بولا ہے۔ تو کس دلیل سے حضرت عائشہ کے قول کا جواب دیا جائے۔ انہوں نے فرمایا: خود نبی ﷺ کے قول "رایت ربی" سے یعنی میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ (قالہ الخلال فی کتاب السنۃ) (تو امام احمد کی روایت سے یہ حدیث مرفوع بھی ثابت ہوگئی)

صحاح میں کلام ہے کہ اس وقت آپ ﷺ کی اللہ تعالیٰ سے یہ باتیں ہوئیں۔

(۱) پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔

(۲) خواتیم سورۃ بقرہ (یعنی سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں) عنایت ہوئیں۔

(۳) جو شخص آپ ﷺ کی اُمت میں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اس کے گناہ معاف کئے گئے۔ (کذا رواہ مسلم)

(۴) یہ بھی وعدہ ہوا کہ جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اس کو نہ کرے تو ایک نیکی لکھی جائے گی اور اگر اس کو کر لیا تو (کم از کم) دس گنا کر کے لکھی جائے گی اور جو شخص بدی کا ارادہ کرے اور پھر اس کو نہ کر سکے تو وہ بالکل نہ لکھی جائے گی اور اگر اس کو کر لے تو ایک ہی بدی لکھی جائے گی۔ (کذا رواہ مسلم)

بیہقی میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے باری تعالیٰ کی خدمت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت (خاص دوستی) اور ملک عظیم، موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلامی، داؤد علیہ السلام کا ملک عظیم، لوہے کا نرم ہونا اور پہاڑوں کا مسخر ہونا، سلیمان علیہ السلام کا ملک عظیم، انس وجن وشیاطین وہوا کا مسخر ہونا اور بے نظیر ملک دیا جانا اور عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل وتوراۃ اور مردوں کو زندہ کرنا عطا ہونا، انکا اور ان کی والدہ کا شیطان سے پناہ دیا جانا عرض کیا۔ (تو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں نے تم کو حبیب بنایا، سب لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا شرح صدر کیا (آپ کے) بوجھ کو ہٹایا اور (آپ کے) ذکر کو بلند کیا کہ جب میرا ذکر ہوتا ہے تو تمہارا ذکر بھی ہوتا

ہے، تمہاری اُمت کو خیر اُمت اور اُمت عادلہ بنایا، اول بھی بنایا اور آخر بھی بنایا، ان کا کوئی خطبہ جب تک درست نہیں جب تک کہ وہ آپ کے عبد (بندہ) اور رسول ہونے کی گواہی نہ دیں، تم کو پیدائش (عالم نور) میں سب سے اول اور نبی بنا کر بھیجنے میں سب سے آخر قیامت کے روز فیصلہ میں سب سے مقدم بنایا، میں نے تم کو سبع مثانی (سورۃ فاتحہ) اور خواتیم سورۃ بقرہ (سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں) دوسرے انبیاء کو شریک کئے بغیر، کوثر، اسلام، ہجرت، جہاد، نماز، صدقہ، رمضان کے روزے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر عطا فرمائے۔ تم کو فاتح اور خاتم بنایا۔

(فی سنن ابو جعفر قال ابن کثیر انہ ضعیف فی الحفظ)

فائدہ: یہاں چند باتیں قابل غور ہیں:

پہلی بات: بعض صحابہ کی رائے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا ہے، وہ کہتے ہیں قرآن شریف میں ہے کہ آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتی ہیں۔ لیکن جب احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ تو اس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کے سارے علم کے ساتھ جان لے تو اس طرح کوئی بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کو سارا علم ہو جائے۔

دوسری بات: سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں مدینہ میں نازل ہوئیں ہیں اور معراج مکہ میں ہوئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ معراج میں ان آیات کے نازل کرنے کا وعدہ کیا گیا ہوگا اور مدینہ میں نازل کر کے وعدہ پورا کیا گیا ہے۔

تیسری بات: پانچ نمازوں کے ملنے کا مطلب یہ ہے کہ آخر میں پانچ رہ گئیں ظاہرًا یہ ساری گفتگو اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کے وقت ہوئی ہوگی۔ حدیث میں کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد (ﷺ) اور موسیٰ (علیہ السلام) میں اپنے دیکھنے اور بات کرنے

کو تقسیم فرمایا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سے بات فرمائی اور رسول اللہ ﷺ کو دیدار عطا فرمایا۔ یہ بات صحیح نہیں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بار بار اللہ تعالیٰ سے بات کرنا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے کیونکہ حضور ﷺ سے بات کرنا ایک مرتبہ ہی ہوا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ خلت (دوستی) ابراہیم علیہ السلام کے لئے اور اللہ تعالیٰ کا دیدار رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کچھ دوستی کی خصوصیت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہوئی۔ ورنہ یہ مطلب نہیں کہ حضرت محمد ﷺ سے دوستی نہیں ہے۔

بائیسواں واقعہ: "اوپر کے آسمانوں سے نیچے کے آسمانوں کی طرف واپسی"

بخاری میں بیت المعمور کی سیر اور شراب، دودھ اور شہد کے برتن پیش ہونے کے بعد ہے: پھر مجھ پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ میں واپس لوٹا آپ ﷺ فرماتے ہیں: واپسی میں میرا گزر موسیٰ علیہ السلام پر ہوا۔ تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ہوا؟ میں نے کہا: دن رات میں پچاس نمازوں کا حکم ہوا۔ انہوں نے فرمایا: آپ کی اُمّت سے دن رات میں پچاس نمازیں ہرگز نہ پڑھی جائیں گی۔ واللہ! میں آپ سے پہلے لوگوں کو تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو خوب بھگت چکا ہوں، اپنے رب کے پاس واپس جائیں اور اپنی امت کے لئے آسانی کی درخواست کیجئے۔ میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ انہوں نے پھر اسی طرح کہا۔ میں پھر لوٹا تو دس اور کم کر دیں میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ انہوں نے پھر اسی طرح کہا میں پھر لوٹا تو مجھ کو دن میں دس نمازوں کا حکم ہوا۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ انہوں نے پھر اسی طرح کہا۔ میں پھر لوٹا۔ اب دن میں

پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ کی اُمّت (یعنی ساری امت) ہر دن پانچ نمازیں بھی نہ پڑھ سکے گی اور میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو بھگت چکا ہوں پھر اپنے رب کے پاس جائیے اور اپنے لئے اور آسانی مانگیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے بہت درخواست کی یہاں تک کہ میں شرما گیا (اگرچہ پھر بھی عرض کرنا ممکن تھا) لیکن اب میں اسی پانچ نمازوں پر راضی ہوتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: جب میں وہاں سے آگے بڑھا تو ایک پکارنے والے نے (حق تعالیٰ کی جانب سے) پکارا: میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں کے لئے آسانی کر دی۔

مسلم کی روایت میں پانچ نمازوں کا حکم ہونا آرہا ہے۔ اور اس کے آخر میں ہے کہ اے محمد (ﷺ) دن اور رات میں یہ پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز دس کے برابر ہے تو پچاس ہی ہو گئیں (یعنی ثواب پچاس نمازوں کا ملے گا) اور نسائی میں ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: میں نے جس دن آسمان زمین پیدا کیا تھا (اسی دن) آپ ﷺ پر اور آپ کی اُمّت پر پچاس نمازیں فرض کیں تھیں تو آپ اور آپ کی اُمّت اس کی پابندی کیجئے۔ اس حدیث میں موسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے "بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض ہوئی تھیں مگر ان سے (وہ بھی) نہ ہو سکیں اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ یہ پانچ نمازیں پچاس کے برابر ہیں تو آپ اور آپ کی اُمّت اس کی پابندی کریں۔ آپ (ﷺ) فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکی بات ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے کہا کہ پھر جائیے (اور آسانی کرائیے) مگر میں نہیں گیا۔ بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ جب کم ہوتے ہوتے پانچ رہ گئیں تو ارشاد یہ ہوا: یہ پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس کے برابر ہیں۔ میرے ہاں بات بدلی نہیں جاتی (یعنی پچاس کا اجر مقدر تھا اس میں تبدیلی اور کمی نہیں ہوئی اور پچاس نمازوں کا بدلنا ہی مقدر تھا اس لئے اس میں تبدیل ہوئی۔) (کذا فی المشکوٰۃ)

تئیسواں واقعہ: ”آسمانوں سے زمین کی طرف واپسی“

محمد بن اسحاق اُمّ ہانی بنت ابی طالب سے جن کا نام ہند ہے معراج نبوی کے متعلّق نقل کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ کو معراج ہوئی آپ ﷺ میرے گھر میں سوئے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر سو گئے اور ہم بھی سو گئے۔ جب فجر سے پہلے کا وقت ہوا تو ہم کو رسول اللہ ﷺ نے جگایا۔ جب آپ ﷺ صبح کی نماز پڑھ چکے اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو فرمایا: اُمّ ہانی! میں نے تم لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی جیسا کہ تم نے دیکھا تھا پھر میں بیت المقدس پہنچا اور اس میں نماز پڑھی پھر اب صبح کی نماز میں نے تمہارے ساتھ پڑھی جیسا کہ تم (لوگ) دیکھ رہے ہو۔ پھر آپ ﷺ باہر جانے کے لئے اٹھے تو میں نے آپ ﷺ کی چادر کا کندہ پکڑ لیا اور عرض کیا! یا نبی اللہ آپ لوگوں سے یہ قصہ نہ بیان کیجئے کہ وہ آپ کو جھٹلائیں گے اور ایذاء دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: واللہ! میں ان سے اس قصہ کو ضرور بیان کروں گا۔ میں نے اپنی ایک حبشی لونڈی سے کہا: آپ کے پیچھے پیچھے جائے تاکہ آپ ﷺ لوگوں سے جو کہیں اور لوگ جو آپ ﷺ سے کہیں اس کو سنے۔

جب آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے اور لوگوں کو قصہ سنایا۔ انہوں نے تعجب کیا اور کہا: اے محمد! اس کی کوئی نشانی بھی ہے۔ (جس سے ہم کو یقین آئے) کیونکہ ہم نے ایسی بات کبھی نہیں سنی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی نشانی یہ ہے کہ میں فلاں وادی میں فلاں قبیلہ کے قافلہ پر گزرا تھا اور ان کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا میں نے ان کو بتایا تھا۔ اس وقت میں شام کی طرف جا رہا تھا۔ (یعنی سفر معراج کا آغاز تھا) پھر میں واپس آیا اور جب ضجنان میں فلاں قبیلہ کے قافلہ پر پہنچا تو میں نے لوگوں کو سوتا ہوا پایا ان کے ایک برتن میں پانی تھا اور انہوں نے اس کو ڈھانک رکھا تھا میں نے ڈھکنا اتار کر اس کا پانی پیا پھر اسی طرح برتن ڈھانک دیا۔ اس کی نشانی یہ بھی ہے کہ اس کا قافلہ

اب بیضاء سے ثنیۃ التنعیم کی طرف آ رہا ہے سب سے آگے ایک خاکی رنگ کا اونٹ ہے اس پر دو بورے لدے ہوئے ہیں ایک کالا دوسرا دھاری دار ہے۔ لوگ ثنیۃ التنعیم کی طرف دوڑے تو اس اونٹ سے پہلے کوئی اور اونٹ نہیں ملا جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ دوسروں سے بھی پوچھا (جن کے اونٹ کا بھاگنا بیان فرمایا تھا) یہ لوگ مکہ آ چکے تھے انہوں نے کہا واقعی صحیح فرمایا اس وادی میں ہمارا اونٹ بھاگ گیا تھا ہم نے ایک شخص کی آواز سنی کہ ہمیں اونٹ کا بتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ ہم نے اونٹ کو پکڑ لیا۔

(کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

بیہقی کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے آپ ﷺ سے نشانی کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے ان کو بدھ کے دن قافلہ آنے کی خبر دی۔ جب بدھ کا دن آیا تو وہ لوگ نہ آئے یہاں تک کہ سورج غروب کے قریب پہنچ گیا آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو سورج غروب ہونے سے رک گیا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جیسا آپ ﷺ نے بیان فرمایا تھا آئے۔

فائدہ: ان روایات سے چند امور ثابت ہوتے ہیں

اول عشاء اور فجر کے درمیان آنے جانے کا سفر ختم ہو گیا۔ اور عشاء کی نماز گو اس وقت فرض نہ تھی مگر آپ ﷺ پڑھا کرتے ہوں گے۔ دوسرے مؤمنین بھی آپ ﷺ کے ساتھ پڑھ لیتے ہوں گے۔ فجر کی یہ نماز گو معراج کے بعد تھی مگر احادیث سے جبریل علیہ السلام کی اول امامت ظہر کی نماز کے وقت ثابت ہوتی ہے تو غالباً نماز کی فرضیت کی ابتداء ظہر کے وقت سے ہوگی۔ بیت المقدس میں جو نماز پڑھی اس کے متعلّق بعض روایات میں آیا ہے حانت الصلوۃ، اس سے عشاء کی نماز مراد لینا مشکل ہے۔ کیونکہ عشاء آپ ﷺ پڑھ چکے تھے تو غالباً یہ تہجد کی نماز ہوگی۔ جو آپ ﷺ پر ایک زمانہ تک فرائض کی طرح مؤکد رہی اور اذان اسی تہجد کے لئے ہوتی ہوگی جیسا کہ رمضان

المبارک میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان تہجد کے وقت میں آئی ہے۔

دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ معراج جسمانی تھی ورنہ لوگوں کے جھٹلانے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ اس جھٹلانے کی وجہ سے آپ کے یہ جواب دینے کی کیا وجہ کہ معراج جسمانی نہیں ہے بلکہ روحانی اور نیند کی حالت میں ہے کہ نیند کی حالت میں عقل سے بہت دور چیز کا دعوی بھی قبولیت کی گنجائش رکھتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ سیرۃ ابن ہشام میں جن قافلوں کا ذکر ہے ظاہرًا وہ دونوں الگ الگ ہیں۔ بیہقی کی روایت میں جن کا ذکر ہے کہ وہ آئے نہ تھے یہ الگ معلوم ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں میں سے ایک قافلہ پہنچ گیا تھا اور دوسرا تنعیم کی طرف آیا ہوا ملا اور تیسرے کے متعلق شام تک نہ آنا اور سورج کا اس کے آنے تک رک جانا مذکور ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان دونوں کے علاوہ تیسرا قافلہ ہے۔ مواہب میں بغیر سند کے دونوں قصے یعنی اونٹ کے بھاگنے اور خاکی اونٹ کے آگے چلنے کے ایک ہی قافلہ کی طرف منسوب کئے ہیں تو غالبًا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں قافلے ایک ہی قافلہ کے ٹکڑے ہیں یہ اور وہ قصہ دو جماعتوں میں ہوئے اور تیسرا قافلہ وقت پہ نہ آنے کا اور سورج کے رک جانے کا تیسری جماعت کے ساتھ ہوا۔ کیونکہ یہ سب ایک ہی قافلے کے مختلف ٹکڑے ہیں۔ اس لئے دونوں کو ایک ہی قافلے کی طرف منسوب کرنا بھی صحیح ہوسکتا ہے۔ سورج رک جانا میں کوئی اشکال نہیں اس لئے نہ انکار کی وجہ ہوسکتی ہے اور سورج رک جانے کا عام چرچا اس لئے نہ ہوا کہ تھوڑی دیر کے لئے سورج رک گیا ہوگا اور کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی ہوگی۔

(اور یہ بات مجھ کو تلاش کرنے کے باوجود نہ ملی کہ آپ کی واپسی براق پر ہوئی تھی یا کس طرح ہوئی تھی اگر کسی کو معلوم ہوجائے تو اس جگہ حاشیہ کا نشان بنا کر اس میں لکھ دے۔)

چوبیسواں واقعہ: ”معراج کا قصہ سننے کے بعد سننے والوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوا“

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ کو رات ہی رات مسجد اقصی کی طرف لے جایا گیا۔ تو صبح کو لوگوں سے تذکرہ فرمایا۔ بعض جو مسلمان ہوئے تھے مرتد ہوگئے اور بعض مشرکین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس دوڑے گئے اور کہا: اپنے دوست کی بھی کچھ خبر ہے کہتے ہیں کہ مجھ کو رات ہی رات بیت المقدس لے جایا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا وہ ایسا کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ انہوں نے فرمایا: اگر وہ کہتے ہیں تو ٹھیک کہتے ہیں۔ لوگ کہنے لگے کیا تم اس بات کی تصدیق کرتے ہو کہ بیت المقدس گئے اور صبح سے پہلے چلے آئے؟ (حالانکہ بیت المقدس کس قدر دور ہے) انہوں نے فرمایا: ہاں میں تو اس سے زیادہ دور کی بات میں ان کی تصدیق کرتا ہوں؟ یعنی آسمان کی خبر کے بارے میں جو ان کے پاس صبح یا شام کو آتی ہے (جو کہ شب سے مقدار میں کم ہے) ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ اسی لئے ان کا نام صدیق رکھا گیا۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک وابن اسحاق)

فائدہ: اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معراج جاگنے کی حالت میں جسم کے ساتھ ہوئی ورنہ اگر آپ ﷺ نیند کا دعوی فرماتے تو وہ ایسی عقل سے دور بات بھی نہ تھی کہ بعض لوگ مرتد ہوجاتے۔

پچیسواں واقعہ: ”واقعہ معراج کے بارے میں کفار کا سوال کرنا اور آپ کا جواب دینا“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو حطیم میں دیکھا کہ قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے متعلق پوچھ رہے

تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کئی باتیں پوچھیں جن کو میں نے (ضرورت نہ سمجھنے کی وجہ سے) یاد نہ کیا تھا تو مجھ کو اس قدر تھکن ہوئی کہ ایسی کبھی نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے ظاہر کر دیا کہ جو جو وہ مجھ سے پوچھتے تھے میں بیت المقدس کو دیکھ کر بتاتا تھا۔ (رواہ مسلم کذافی المشکوٰۃ)

احمد اور بزاز نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بیت المقدس کو میرے سامنے لایا گیا کہ میں اس کو دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ عقیل کے گھر کے پاس لاکر رکھا گیا اور آپ نے ساری بات بیان فرمائی۔

ابن سعد نے اُمّ ہانی سے روایت کیا ہے کہ بیت المقدس تصویر کی شکل میں میرے سامنے آگیا اور میں ان لوگوں کو اس کی علامتیں بتلا رہا تھا اور اُمّ ہانی کی اسی حدیث میں ہے کہ لوگوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ مسجد کے کتنے دروازے ہیں؟ آپ فرماتے ہیں: میں نے ان کو (غیر ضروری ہونے کی وجہ سے) گنا نہ تھا۔ آپ فرماتے ہیں: بس میں اس کو دیکھتا رہتا اور ایک ایک دروازہ کو شمار کرتا جاتا تھا۔ ابو یعلی کی روایت میں ہے کہ یہ پوچھنے والا مطعم ابن عدی جبیر بن مطعم کا والد تھا۔

فائدہ: اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سفر جاگنے کی حالت میں جسم کے ساتھ ہوا تھا۔ ورنہ یہ اعتراض ہی نہ ہوتا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے بیت المقدس کے متعلّق سوال کیا؟ کہ آپ بیان فرمائیے کیونکہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔ آپ ﷺ بیان فرماتے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کی تصدیق کرتے جاتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر! تم صدیق ہو۔ (کذافی سیرۃ ابن ہشام)

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پوچھنے میں کوئی حرج نہیں تھا کیونکہ ان کا پوچھنا شک و امتحان کے لئے نہیں تھا بلکہ اس لئے تھا کہ کفار سن لیں اور کفار کو حضرت ابوبکر پر اس بات میں اعتماد تھا کہ بیت المقدس کو دیکھے ہوئے ہیں اور یہ اطمینان تھا کہ یہ ظاہری بات میں

غلط بات کی تصدیق نہ کریں گے۔

بیت المقدس کا اپنی جگہ پر رہ کر نظر آنا یا دار عقیل کے پاس آکر رکھا جانا یا اس کی تصویر کا سامنے آجانا۔ ان روایت کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی تصویر کو سامنے کر دیا اور تصویر جس جگہ نظر آئی وہ دار عقیل ہے۔ کیونکہ بیت المقدس کی تصویر بالکل بیت المقدس ہی جیسی تھی اس وجہ سے بیت المقدس کا سامنے آنا فرمایا۔ اب یہ اشکال بھی ختم ہوگیا کہ اگر بیت المقدس یہاں آتا تو اپنی جگہ سے اتنی دیر غائب ہوتا اور ایسی عجیب بات تاریخ میں منقول ہوتی۔

واقعہ معراج سے متعلّقہ فوائد

چونکہ یہ نہایت عظیم الشان واقعہ ہے اس لئے دوسری فصلوں کے خلاف (کہ ان کی متعلّقہ فوائد کو حواشی میں لکھا گیا جیسا کہ مقدمہ رسالہ میں مذکور ہوا اس واقعہ کے بعض فوائد کو بھی اس کے بعد متن میں اختصار کے ساتھ لکھنا اچھا معلوم ہوا یہ فوائد دو قسم کے ہیں ایک فوائد حکمیہ جس کا لقب مقدمہ میں باب الانوار تجویز کیا گیا تھا دوسرے فوائد حکمیہ جس کا لقب مقدمہ میں باب الاسرار تجویز ہوا تھا قسم اول عملیات میں قسم ثانی علمیات ہیں۔

قسم اول فوائد حکمیہ

① احادیث معراج میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد کو مرد کے سینہ کی طرف دیکھنا درست ہے گو فرشتے مرد اور عورت ہونے سے پاک ہیں۔ مگر ان کا ذکر شریعت میں مذکر کے صیغہ سے آیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مذکر ہیں۔

② براق کو وہاں پہنچ کر حلقہ سے باندھ دیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امور میں احتیاط کرنا اور اسباب کا اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے جب کہ بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہی ہو۔

③ جب جبریل علیہ السلام سے آسمان کے دروازے پر پوچھا گیا کہ کون ہے تو جبریل علیہ السلام نے جواب میں اپنا نام بتایا کہ جبریل ہوں یوں نہیں کہا کہ "میں" اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح پوچھنے والے کے جواب میں ادب یہی ہے کہ نام لے کیونکہ صرف میں کہنا اکثر اوقات پہچاننے کے لئے کافی نہیں ہوتا ایک حدیث میں اس کو منع بھی فرمایا ہے۔

④ اور اس سے اجازت طلب کرنے کا مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ کسی کے گھر میں گو وہ مرد اندر ہی ہے بلا اجازت داخل نہ ہونا چاہئے۔

⑤ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے کمر لگائے بیٹھے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قبلہ سے سر لگانا اور قبلہ کی طرف پشت پھیر کر بیٹھنا جائز ہے اگرچہ ہمارے لئے ادب یہی ہے کہ بلا ضرورت ایسا نہ کریں۔

⑥ آدم علیہ السلام دائیں طرف دیکھ کر ہنستے تھے اور بائیں طرف دیکھ کر روتے تھے اس سے اولاد پر والد کی شفقت ثابت ہوتی ہے کہ اولاد کی خوش حالی پر خوش ہو اور بد حالی پر غمگین ہو۔

⑦ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ کہہ کر روئے کہ ان کی اُمّت کے لوگ جنّت میں میری اُمّت کے لوگوں سے زیادہ جائیں گے چونکہ یہ رونا اپنی امت پر غم و حسرت اور ہمارے پیغمبر ﷺ کی کثرت تابعین پر غِبطہ (رشک) کے طور پر تھا اس سے ثابت ہوا کہ آخرت کے امور میں غبطہ پسندیدہ ہے۔ غبطہ کہتے ہیں کہ دوسرے کی نعمت دیکھ کر یہ تمنّا کرے کہ میرے پاس بھی یہ نعمت ہوتی اور دوسرے کے پاس سے یہ نعمت چلے جانے کی تمنّا نہ کرے ورنہ یہ حسد ہے اور حرام ہے۔

(یہ فوائد امام نووی شارح مسلم نے لکھے ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ اور فوائد بھی جو خیال میں آئے لکھے جاتے ہیں۔)

⑧ جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کی سواری کی رکاب پکڑی اور میکائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کی سواری کی لگام تھامی اس سے یہ ثابت ہوا کہ سوار اگر کسی مصلحت سے اپنے خدام سے ایسا کام لے یا کوئی محبّت کرنے والا صرف اکرام و محبّت سے یہ کام کرے تو اس کو قبول کر لینا جائز ہے البتہ تکبر کے لئے نہ ہو۔

⑨ آپ ﷺ نے بعض مقامات متبرکہ (برکت والی جگہوں) میں نماز پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ مقامات شریفہ میں نماز پڑھنا موجب برکت ہے بشرطیکہ اس مقام سے کسی

مخلوق کی تعظیم مقصود نہ ہو خوب سمجھ لو نازک بات ہے۔

(۱۰) راستے میں آپ ﷺ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام نے سلام کیا جیسا کہ آٹھویں باب میں گزرا اس سے معلوم ہوا کہ سوار گزرتے ہوئے کسی بیٹھنے اور چلنے والے کو نہ دیکھنے کی وجہ سے سلام نہ کر سکے تو بیٹھے ہوئے اور پیدل چلنے والے کے لئے افضل ہے کہ سوار اور بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔

(۱۱) آپ ﷺ نے بعض اعمال پر لوگوں کو ثواب ملتے ہوئے اور بعض کو سزا ملتے ہوئے دیکھا اس سے ان اعمال خیر کا اختیار کرنا اور ان اعمال شر سے بچنا معلوم ہوتا ہے۔

(۱۲) آپ ﷺ نے بیت المقدس میں داخل ہو کر نماز پڑھی اس سے تحیۃ المسجد کا مسنون ہونا ثابت ہوا۔

(۱۳) آپ ﷺ بیت المقدس میں امام بنائے گئے اس سے ثابت ہوا کہ امامت قوم میں بہتر آدمی کی افضل ہے۔

(۱۴) تمام انبیاء علیہم السلام نے بیت المقدس میں اپنے فضائل کا خطبہ پڑھا اس سے ثابت ہوا کہ اگر حق تعالیٰ کی نعمتوں کو شکر اور تحدیث بالنعمۃ (نعمت کو بیان کرنے) کیلئے کرے تو پسندیدہ ہے۔

(۱۵) آپ ﷺ کو پیاس لگی تو کئی قسم کے مشروبات آپ ﷺ کے سامنے حاضر کئے گئے اس سے ثابت ہوا کہ کھانے پینے میں وسعت کرنا مہمان کے لئے جائز ہے۔

(۱۶) ان برتنوں کے پیش کرنے کا مقصد امتحان ہو تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دین میں امتحان لینا جائز ہے۔

(۱۷) فرشتے آپ ﷺ کو دونوں طرف گھیرے ہوئے تھے جیسا کہ دسویں واقعہ میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر اکرام کے لئے خادم دونوں طرف گھیرے ہوں تو برا نہیں ہے۔

(۱۸) آپ ﷺ جب آسمان پر پہنچے تو فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کو مرحبا کہا اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کا اکرام اور خوشی کا اظہار اس کے آنے پر مطلوب ہے۔

(۱۹) آپ ﷺ نے آسمانوں میں خود انبیاء علیہم السلام کو سلام کیا اس سے معلوم ہوا کہ آنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے اگرچہ آنے والا افضل ہو۔

(۲۰) آپ ﷺ نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے فضائل ذکر کر کے اپنے لئے دعا فرمائی اس سے مقام قرب میں پہنچ کر بھی دعا کی فضیلت معلوم ہوئی۔

(۲۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کو مشورہ دیا کہ نماز کے عدد میں کمی کی درخواست کیجئے اس سے معلوم ہوا کہ نیک مشورہ دینا اور خیر خواہی کرنا امر مطلوب ہے گو جس کو مشورہ دیا جائے وہ اپنے سے رتبہ میں بڑا ہی کیوں نہ ہو۔

(۲۲) آپ ﷺ نے نمازوں میں کمی کی درخواست کی اس سے معلوم ہوا کہ مفید مشورہ قبول کر لینا پسندیدہ ہے۔

(۲۳) حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے عرض کیا اس قصہ کو لوگوں سے بیان نہ فرمائیں جیسا کہ واقعہ ۲۳ میں مذکور ہے اس سے معلوم ہوا کہ جس بات کے اظہار سے فتنہ ہوتا ہے اس کو ظاہر نہ کیا جائے کیونکہ ان کے مشورے کا حاصل یہی ہے۔

(۲۴) پھر آپ ﷺ کے جواب سے معلوم یہ ہوا کہ اس اصل میں تفصیل ہے یعنی جو امر دین میں ضروری نہ ہو اس کو ظاہر نہ کیا جائے اور ضروری میں فتنہ کی پروانہ کی جائے۔

(۲۵) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے بیت المقدس کے حالات پوچھے جس کی غرض یہ تھی کہ میری تصدیق کرنے سے کفار اعتبار کریں گے جیسا کہ واقعہ ۲۵ میں مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل حق و اہل باطل کے درمیان بات چیت کے وقت حق کی تائید میں گفتگو میں ظاہراً مخالف کا طرفدار بن جانا جائز ہے۔

یہ کل پچیس فوائد ہوئے۔

تفسیر آیۃ الاسراء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝

ترجمہ: پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندے (محمد ﷺ) کو رات ہی رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک (عجیب طور سے) لے گیا۔ جس کے آس پاس (ملک شام کو) ہم نے (دینی اور دنیوی لحاظ سے) بابرکت بنایا ہے۔ (دینی برکت یہ ہے کہ وہاں بہت زیادہ انبیاء کرام علیہم السلام مدفون ہیں اور دنیوی برکت یہ ہے کہ درخت، نہریں اور پھل پھول بہت زیادہ ہیں۔ غرض مسجد اقصیٰ تک اس عجیب طریقے سے اس لئے گئے) تاکہ ہم اس بندے کو اپنی قدرت کے عجائبات دکھائیں۔ (جن عجائبات میں سے کچھ تو یہ ہیں کہ اتنی تھوڑی سی دیر میں اتنا لمبا فاصلہ طے کرنا، تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھنا اور ان کی باتیں سننا اور کچھ عجائبات آسمان پر جانا اور وہاں کے حالات دیکھنا۔ جو بہت سے عجائبات ہیں۔)

بے شک اللہ تعالیٰ بہت سننے اور بڑے دیکھنے والے ہیں۔ (کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی باتوں کو سنتے اور ان کے حالات کو دیکھتے ہیں۔ اس لئے ان کو ایسی عزت و مرتبہ کا مقام عطا فرمایا۔)

فائدہ: یہاں چند باتیں ذہن نشین کرنی چاہئیں۔

پہلی بات: (آیت کو سبحان سے شروع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ) سبحان برائی سے

پاک ہونے اور تعجب کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ اس طرح لے جانا بھی عجیب تھا اور انتہائی عجیب ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی بڑی قدرت بتانے والا تھا۔ اس لئے سبحان سے شروع کرنا مناسب ہوا۔ اسی لئے احقر نے ترجمے میں لفظ "عجیب طور پر" کو ظاہر کر دیا۔ صحاح میں ہے کہ یہ جانا براق پر ہوا تھا جس کی برق رفتاری بھی عجیب تھی۔

دوسری بات: مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جانے کو اسراء کہتے ہیں، آگے آسمانوں پر جانے کو معراج کہتے ہیں۔ کبھی دونوں لفظ اسراء اور معراج مسجد اقصیٰ تک آنے اور آسمانوں پر جانے کے لئے بھی بولے جاتے ہیں۔

تیسری بات: آیت میں بعبدہ کہنے سے دو فائدے ہیں۔ ایک تو آپ ﷺ کی قربت (اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے) اور قبولیت (اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہونے) کا اظہار ہے۔ دوسرے اس عجیب معجزہ کی وجہ سے کوئی آپ کو خدا نہ سمجھ بیٹھے۔

چوتھی بات: مسجد حرام مکہ کو بھی کہتے ہیں اور یہاں دونوں معنی صحیح ہو سکتے ہیں (یعنی مسجد حرام اور مکہ دونوں مراد ہو سکتے ہیں) کیونکہ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ ﷺ اس وقت حطیم میں تشریف رکھتے تھے۔ (تو اس وقت مراد مسجد حرام ہوئی) اور بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ ﷺ اُمّ ہانی کے گھر میں تھے (تو اس وقت مراد مکہ ہوا)۔

پانچویں بات: مسجد اقصیٰ کا نام مسجد اقصیٰ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اقصیٰ کے معنی عربی میں "بہت دور" ہیں کیونکہ مسجد اقصیٰ مکہ سے بہت دور ہے۔ اس لئے اس کا نام مسجد اقصیٰ رکھا گیا۔

چھٹی بات: آپ ﷺ کو لیجائے بغیر بھی یہ تمام عجائبات آپ ﷺ کو دکھائے

جاسکتے تھے لیکن آپ کو لیجانے میں اور سواری کرانے میں زیادہ اکرام اور اظہار شان ہے اس لئے آپ ﷺ کو لے گئے۔

ساتویں بات: رات کو لے جانے میں یہ حکمت ہے کہ رات خاص تنہائی کا وقت ہے۔ رات کے وقت بلانا زیادہ خصوصیت کی نشانی ہے۔

آٹھویں بات: مسجد اقصیٰ سے مراد صرف اقصیٰ کی زمین ہے۔ کیونکہ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور حضور ﷺ کے درمیانی زمانہ میں مسجد کی عمارت منہدم کردی گئی تھی۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ جب مسجد نہیں تھی تو وہاں کیوں لے گئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسجد تو اصل زمین ہی ہوتی ہے مسجد کی عمارت تو تبعاً مسجد ہوتی ہے۔ اس مسجد سے مراد مسجد کی زمین ہی لی گئی ہے۔

دوسرا سوال یہ ہوتا ہے کہ پھر کفار نے آپ ﷺ سے مسجد کے بارے میں سوالات کئے اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے جواب بھی دیئے تو جب مسجد نہیں تھی تو یہ سوالات و جوابات کیسے ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ منہدم (گری ہوئی) عمارت ہی کی ہیئت و صورت کے بارے میں سوال کیا ہوگا یا مسجد اقصیٰ کی زمین کے آس پاس لوگوں نے مسجد اقصیٰ کے نام سے عمارتیں بنائی تھیں۔ ممکن ہے ان عمارتوں کے بارے میں سوال کیا ہوگا۔

نویں بات: یہ جملہ "الذی بارکنا" کہ "ہم نے اس کے آس پاس کو بابرکت بنایا ہے" مسجد اقصیٰ کی تعریف میں بڑھایا ہے۔ جب آس پاس کا علاقہ باوجود مسجد نہ ہونے کے بابرکت تھا تو مسجد میں کتنی زیادہ برکت ہوگی۔ مسجد اقصیٰ کے آس پاس دو قسم کی برکتیں ہیں (دینی و دنیوی) دینی برکت دنیاوی برکت سے زیادہ ہے (دینی اور دنیاوی برکت کا بیان گزر چکا ہے) مزید دینی برکت یہ کہ اکثر انبیاء کرام کی عبادت کا بیت المقدس مرکز رہا ہے تو روحانی برکت مزید زیادہ ہوئی ہے۔ دوسری بات یہ کہ

مسجد اقصیٰ میں انبیاء کرام نے عبادت کی ہے تو اس سے بھی وہاں دینی برکت خوب ہے۔

دسویں بات: "لنریہ من ایاتنا" کہ "تاکہ ہم اس بندے کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں" کسی چیز کو نشانی کہنا یہ اس کے بڑے ہونے اور باکمال ہونے کی علامت ہے۔ خاص طور پر آسمان میں جو نشانیاں دیکھیں اور انبیاء کرام علیہم السلام سے جو ملاقات ہوئی، یہ نشانیاں زمین کی نشانیوں سے افضل ہیں۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کے مسجد سے آگے لے جایا گیا آگے لے جانے کو صاف طور سے بیان نہ فرمانا اس وجہ سے ہے کہ معراج عجیب واقعہ ہے کہیں انکار سے کافر نہ ہوجائے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی بندوں پر شفقت ہے۔

گیارہویں بات: "انہ هو السمیع البصیر" کہ "اللہ تعالیٰ بہت سننے اور بڑے دیکھنے والے ہیں" کے بڑھانے کا فائدہ ہوسکتا ہے کہ معراج کے جھٹلانے والوں کو ڈرانا مقصود ہے کہ ہم تمہارے جھٹلانے اور تمہاری مخالفت کو دیکھتے اور سنتے ہیں۔ اس لئے تم کو خوب سزادیں گے۔

بارہویں بات: "لنریہ من آیاتنا" کے بعد "انہ هو السمیع البصیر" فرمایا گیا ہے یہ اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اگرچہ تمام چیزیں دیکھ لی ہیں لیکن وہ ہم سے علم میں برابر نہیں ہوگئے۔ کیونکہ ہم نے ہی ان کو یہ عجائبات دکھائے ہیں۔ دوسرے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کچھ نشانیاں دیکھیں ہیں اور ہم (اللہ تعالیٰ) بغیر کسی کے دکھائے دیکھنے، اور بغیر کسی کے سنائے سننے والے ہیں۔

تیرہویں بات: ان آیات میں صرف مسجد اقصیٰ تک جانے کا ذکر ہے۔ مسجد اقصیٰ کے اندر جانے کا ذکر احادیث میں ہے۔ آپ ﷺ مسجد کے اندر تشریف لے

گئے اور انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی اور نماز میں آپ ﷺ ان کے امام بنے۔

چودہویں بات: اس آیت میں مسجد سے آگے آسمانوں میں جانے کا ذکر صاف طور سے نہیں ہے اگرچہ اشارہ موجود ہے۔ اس سے زیادہ سورۃ النجم کی آیت و لقد راٰہ نزلۃ اخری عند سدرۃ المنتھی میں آسمانوں پر جانے کا ذکر صاف طور سے موجود ہے۔ سورۃ نجم میں ہے کہ آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سدرۃ المنتہی تک گئے تھے۔

سولہویں بات: اللہ تعالیٰ نے جتنے اہتمام سے معراج کا قصہ بیان فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک انتہائی عجیب قسم کا واقعہ ہے۔ اگر یہ واقعہ نیند کی حالت میں یا روحانی طور پر ہوتا تو یہ کوئی عجیب بات نہ تھی۔ (نیند میں تو ایسے واقعات عام انسانوں کے ساتھ بھی پیش آسکتے ہیں۔)

سترہویں بات: آیت میں بعبدہ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی بندہ کے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو لے گئے۔ اس کے معنی ایسے ہی ہیں جیسے کہا جاتا ہے فلاں کا غلام آیا تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ غلام جاگنے کی حالت میں آیا۔

اٹھارہویں بات: اگر یہ واقعہ خواب کی حالت میں یا روحانی طور پر ہوتا تو جب کفار نے معراج کو جھٹلایا تھا یا بیت المقدس اور اپنے قافلے کے حالات پوچھے تھے (جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔) تو آپ ﷺ اس وقت بہت آسانی سے جواب دے دیتے کہ میں یہ کب کہہ رہا ہوں کہ یہ واقعہ جاگنے کی حالت میں ہوا ہے۔ جو تم ایسی باتیں کر رہے ہو۔ بلکہ آپ ﷺ تو بیت المقدس کی ہیئت و کیفیت بیان کرنے کی فکر میں پڑ گئے تھے جیسا کہ حدیثوں میں ہے۔ اور اس فکر پر اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس آپ ﷺ کے سامنے کر دیا۔ آپ نے بتا دیا۔ (رواہ مسلم)

انیسویں بات: تمام علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو شب معراج میں دیکھا تھا یا نہیں۔ دیکھنے اور نہ دیکھنے دونوں روایت میں تاویل ہو سکتی ہے۔ جن روایات میں دیکھنا آیا ہے اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ دیکھنا دل سے ہو اور جن روایات میں کہ دیکھنا آیا اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ خاص دیکھنے کی نفی ہو کہ جس طرح قیامت کے دن جنت میں جس طرح دیکھیں گے اس کے مقابلے میں یہ دیکھنا بہت تھوڑا ہے اگرچہ دیکھنا تو ہے جس طرح چشمے کے بغیر بھی دیکھا جا سکتا ہے وہ بھی دیکھنا ہے لیکن جو دیکھنا چشمے کے ساتھ ہے وہ زیادہ واضح ہے۔

بیسویں بات: بعض لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے کہ ہم نے زمین آسمان کی نشانیاں ان کو دکھائیں اور یہاں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے آپ کو کچھ نشانیاں دکھائی ہیں۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام کو زیادہ دکھائیں اور حضور علیہ السلام کو کم دکھائیں اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ زمین آسمان کی نشانیاں ساری نشانیاں تو نہیں ہیں (بلکہ ان کے علاوہ اور بھی نشانیاں ہیں) دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جو تھوڑی نشانیاں دکھائی ہیں وہ ان نشانیوں سے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھائی گئیں رتبہ میں زیادہ ہوں۔

اکیسویں بات: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اتنی جلدی اور تیزی کے ساتھ اتنی دور جانا اور آنا کیسے ممکن ہے۔ جواب یہ ہے کہ بعض ستارے بہت بڑے ہیں لیکن انتہائی تیز ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تیزی کی حد نہیں ہے۔

بائیسویں بات: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آسمان کے نیچے ہوا نہیں ہے اور گرمی بہت زیادہ ہے۔ جسم وہاں سلامت نہیں رہ سکتا۔ (بلکہ جل جائے گا)

جواب: یہ ناممکن نہیں ہے بلکہ ہوسکتا ہے (آگ میں ہاتھ ٹھہر نہیں سکتا مگر تیزی سے ہاتھ آگ میں سے گزارا جاسکتا ہے۔)

تنیسویں بات: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آسمان ہی نہیں ہے۔

جواب: ان کے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

من القصیدہ

سَرَیْتَ مِنْ حَرَمٍ لَیْلاً اِلٰی حَرَمٍ — كَمَا سَرَی الْبَدْرُ فِیْ دَاجٍ مِّنَ الظُّلَمِ
وَبِتَّ تَرْقٰی اِلٰی اَنْ نِلْتَ مَنْزِلَةً — مِنْ قَابَ قَوْسَیْنِ لَمْ تُدْرَكْ وَلَمْ تُرَمِ
وَقَدَّمَتْكَ جَمِیْعُ الْاَنْبِیَآءِ بِهَا — وَالرُّسُلِ تَقْدِیْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰی خَدَمِ
وَاَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبْعَ الطِّبَاقَ بِهِمْ — فِیْ مَوْكَبٍ كُنْتَ فِیْهِ صَاحِبَ الْعَلَمِ
حَتّٰی اِذَا لَمْ تَدَعْ شَاْوًا لِّمُسْتَبِقٍ — مِنَ الدُّنُوِّ وَلَا مَرْقًا لِّمُسْتَنِمِ
خَفَضْتَ كُلَّ مَكَانٍ بِالْاِضَافَةِ اِذْ — نُوْدِیْتَ بِالرَّفْعِ مِثْلَ الْمُفْرَدِ الْعَلَمِ
كَیْمَا تَفُوْزَ بِوَصْلٍ اَیِّ مُسْتَتِرٍ — عَنِ الْعُیُوْنِ وَسِرٍّ اَیِّ مُكْتَتِمِ
یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا — عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ
ولنختم الکلام علی وقعۃ الاسراء — وبالصلوۃ علی سید اھل الاصطفاء
والہ واصحابہ اھل الاجتباء — وما دامت الارض والسماء

(1) آپ ﷺ ایک ہی رات میں حرم شریف مکہ سے حرم محترم مسجد اقصیٰ تک ایسے تشریف لے گئے جیسے چاند تاریکی کے پردہ میں نہایت روشنی کے ساتھ چلا جاتا ہے۔

(2) آپ ﷺ نے ترقی کرتے ہوئے رات گزاری اور ایسی ترقی کی (اور قرب خداوندی حاصل کیا) کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب لوگوں میں کسی نے بھی اس ترقی کے درجہ کو حاصل نہیں کیا بلکہ اس درجہ کی بلندی ایسی تھی کہ کسی نے بھی اس تک پہنچنے کا ارادہ

بھی نہیں کیا۔

(3) اور آپ ﷺ کو بیت المقدس میں تمام انبیاء اور رسولوں نے اپنا امام وپیشوا اس طرح بنایا جس طرح مخدوم خادموں کا امام وپیشوا ہوتا ہے۔

(4) اور (آپ ﷺ کی ترقی میں سے یہ بھی ہے کہ) آپ ﷺ سات آسمانوں کو جو ایک دوسرے پر ہیں طے کرتے جاتے تھے۔ فرشتوں کے ایسے لشکر کے ساتھ جس کے سردار اور جھنڈا اٹھانے والے آپ ہی تھے۔

(5) (آپ ﷺ بلند درجہ کی طرف ترقی کرتے رہے اور آسمانوں کو طے کرتے رہے) یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اتنی ترقی کی کہ کوئی آگے بڑھنے والا منزل سے اتنا قریب نہ ہوا اور نہ ہی کوئی بلند مرتبہ کو چاہنے والا اتنا بلند مرتبہ حاصل کرسکا۔

(6) (جب آپ ﷺ کی ترقیات انتہائی درجہ کو پہنچ گئیں تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اونچے مقام کے ملنے کی وجہ سے ہر صاحب مقوم کو پست (نیچا) کر دیا۔

(یہ ندا یا محمد کی اس لئے تھی) تاکہ آپ ﷺ کو وہ درجہ حاصل ہو جو آنکھوں سے خوب پوشیدہ تھا) اور کوئی مخلوق اس کو دیکھ نہیں سکتی تھی) تاکہ آپ ﷺ اس اچھے بھید سے کامیاب ہوں جو انتہائی پوشیدہ ہے۔

—— تیرہویں فصل ——

حبشہ کی ہجرت کے بیان میں

یہ نبوت کے پانچویں سال ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ کفار مسلمانوں کو بہت تکلیف دیتے تھے، اس وقت آپ ﷺ کی اجازت سے کچھ مسلمانوں نے حبشہ ہجرت کی۔ حبشہ کا بادشاہ نجاشی نصرانی تھا۔ اس نے مسلمانوں کو اچھی طرح رکھا۔ قریش کے کافروں کو اس سے بہت غصہ آیا۔ انہوں نے بہت سے لوگوں کو تحفے اور ہدایا دے کر نجاشی کے پاس بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو اپنے پاس نہ رکھے۔ ان لوگوں نے آکر جب اپنی غرض بیان کی۔ نجاشی نے مسلمانوں کو ان لوگوں کے سامنے دربار میں بلا کر ان سے باتیں پوچھیں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم لوگ گمراہ تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر بھیجا اور اپنا کلام ان پر نازل فرمایا تو ہم راہ راست پر آئے۔ وہ بھلے کاموں کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ نجاشی نے کہا: جو کلام ان پر نازل ہوا ہے کچھ پڑھ کر سناؤ۔ انہوں نے سورۂ مریم شروع کی تو وہ بہت متاثر ہوا۔ مسلمانوں کو تسلی دی اور قریش کے بھیجے ہوئے لوگوں کو لوٹا دیا۔ (کذافی التواریخ حبیب الہ)

حدیثوں میں ہے کہ یہ بادشاہ مسلمان ہوگئے تھے۔ زاد المعاد میں ہے کہ جب آپ ﷺ کے مدینہ ہجرت فرمانے کی خبر ان لوگوں کو پہنچی تو ۳۳ آدمی حبشہ سے لوٹ آئے۔ سات تو مکہ میں روک لئے گئے اور باقی مدینہ پہنچ گئے اور بقیہ نے کشتی کے راستہ غزوہ خیبر کے سال مدینہ میں ہجرت کی۔ ان لوگوں کو دو ہجرتوں کی وجہ سے اصحاب الہجرتین کہتے ہیں۔

من القصیدۃ

وَلَنْ تَرٰی مِنْ وَّلِیٍّ غَیْرَ مُنْتَصِرٍ ... بِهٖ وَلَا مِنْ عَدُوٍّ غَیْرَ مُنْقَصِمِ

اَحَلَّ اُمَّتَهٗ فِیْ حِرْزِ مِلَّتِهٖ ... كَاللَّیْثِ حَلَّ مَعَ الْاَشْبَالِ فِیْ اَجَمِ

كَمْ جَدَّلَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ مِنْ جَدَلٍ ... فِیْهِ وَكَمْ خَصَمَ الْبُرْهَانُ مِنْ خَصِمِ

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

① اے مخاطب! تو ہرگز نہ دیکھے گا آپ ﷺ کے دوست کو جس کو آپ کی برکت سے مدد نہ پہنچی ہو اور نہ تو ان کے کسی دشمن کو دیکھے گا جس کو شکست فاش نہ ہوئی ہو۔

② آپ ﷺ نے اپنی اُمّت اجابت کو اپنے دین کے مضبوط و مستحکم قلعہ میں اتارا کہ ان کو کوئی مغلوب و مقہور نہیں کرسکتا جیسا کہ شیر اپنے بچوں کو لے کر اپنی جگہ میں رہتا ہے (کہ کوئی اس کے بچوں کو وہاں ستا نہیں سکتا)۔

③ جس شخص نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ کلام اللہ نے کئی مرتبہ اس کو پست و ذلیل کر دیا۔ اور جس شخص نے آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کیا تو کئی مرتبہ آپ ﷺ کی دلیلیں اس پر غالب آئیں (اور وہ مغلوب ہو کر رسوا ہوا) چنانچہ اس موقع پر صحابہ کا غلبہ ہوا اور کلام اللہ نے نجاشی پر اثر کیا۔

—— چودہویں فصل ——

نبوت کے بعد مکہ میں قیام کے زمانے کے بعض اہم واقعات کے بیان میں

پہلا واقعہ: جب آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس کے بارے میں بتایا۔ وہ آپ ﷺ کو ورقہ کے پاس لے گئیں۔ انہوں نے آپ ﷺ پر وحی نازل ہونے کی تصدیق کی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، دولت ایمان سے مشرف ہوئیں۔ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، آزاد جوانوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق ؓ، لڑکوں میں حضرت علی ؓ، غلاموں میں حضرت بلال ؓ اور آزاد شدہ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ ؓ اسلام لائے۔ ان کے بعد حضرت عثمان ؓ، حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ، حضرت طلحہ ؓ، حضرت زبیر ؓ، اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ ایمان لائے۔ اور روزانہ لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

دوسرا واقعہ: جب آپ ﷺ پر آیت "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" نازل ہوئی۔ ترجمہ: تو آپ ﷺ نے صفا پہاڑی پر چڑھ کر سب لوگوں کو جمع کر کے شرک کرنے پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا۔ اس وقت ابولہب نے آپ ﷺ کی شان میں سخت الفاظ کہے۔ سورۃ تبت اسی واقعہ کی وجہ سے نازل ہوئی۔ جس میں ابولہب اور اس کی بیوی کی برائی بیان کی گئی ہے۔ اس کی بیوی بھی آپ ﷺ سے بہت دشمنی رکھتی

تھی۔

عتبہ اور عتیبہ ابولہب کے دو بیٹے تھے۔ (اس وقت دین الگ ہونے کے باوجود نکاح جائز تھا) ابولہب نے بیٹوں سے کہا: اگر تم ان کی بیٹیوں کو طلاق نہ دو گے تو میں تم سے قطع تعلق کر لوں گا۔ ان دونوں نے اس کے کہنے پر عمل کیا۔ عتبہ نے تو ایسی گستاخی کہ کہ آپ کے سامنے جا کر طلاق دی۔ اس گستاخی پر آپ ﷺ نے بددعا فرمائی۔ اللھم سلط علیہ کلبا من کلابک یا اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کر دیجئے۔ عتبہ ایک مرتبہ تجارت کے لئے شام جا رہا تھا۔ راستے میں ایک جگہ پر ٹھہرنا ہوا۔ ابولہب نے بیٹے کی حفاظت کے لئے تمام سامان کا ایک ٹیلہ بنا کر عتبہ کو اس پر سلایا۔ اور سب کو اس کے آس پاس سلایا۔ رات کو شیر آیا اور عتبہ کو مار کر چلا گیا۔ مگر ان کے دلوں کی سختی ایسی تھی کہ اس پر بھی ایمان نہ لاتے تھے۔

تیسرا واقعہ: جب ہجرت حبشہ ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے بھی حبشہ کی ہجرت کا ارادہ کیا۔ مکہ سے نکل کر برک الغماد تک پہنچے تھے کہ قارہ قوم کا سردار مالک بن دغنہ ملا۔ ان کو اپنی پناہ میں مکہ لے آیا اور تمام کفار قریش سے کہہ دیا: یہ میری امان میں ہیں۔ کفار نے کہا: ہمیں اس شرط پر منظور ہے کہ یہ گھر میں اور گھر سے باہر قرآن اونچی آواز سے نہ پڑھیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے کچھ دن ایسا ہی کیا پھر برداشت نہ ہو سکا اور اونچی آواز سے پڑھنا شروع کیا۔ محلّہ کی عورتیں جمع ہو کر سننے لگیں۔ کفار نے مالک بن دغنہ سے اس بات کا ذکر کیا۔ اس نے حضرت صدیق ؓ سے کہا: اگر عہد کے خلاف کریں گے تو میری پناہ نہ رہے گی۔ انہوں نے فرمایا: میں خدا کے سوا کسی کی پناہ میں رہنا نہیں چاہتا۔ وہ اپنی پناہ توڑ کر چلا گیا۔ آپ اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے محفوظ رہے۔

چوتھا واقعہ: جناب رسول اللہ ﷺ اور مسلمان آپ ﷺ کے ساتھ اکثر چھپے

رہتے تھے۔ اہل اسلام کی تعداد انتالیس تک پہنچ گئی۔ آپ ﷺ ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھے اس وقت عمر بن خطاب اور ابوجہل بن ہشام دو بڑے سردار تھے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی: یا اللہ! دین اسلام کو عمر بن الخطاب یا ابوجہل بن ہشام کے اسلام سے عزت عطا فرمائیے۔ آپ ﷺ کی دعا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول ہوئی۔ دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔ یہ سن ۶ نبوی میں ہوا۔

(کذافی تواریخ حبیب الہ)

پانچواں واقعہ: آپ ﷺ جب طائف سے واپس تشریف لائے کسی کو مطعم بن عدی کے پاس بھیجا اور امن طلب کیا۔ مطعم نے امن دیا۔ اور آپ کے ساتھ مسجد میں آیا۔ آپ نے اس پر مطعم کا شکریہ ادا کیا۔ (کذافی الشمامۃ عن اسد الغابۃ)

من القصیدہ

لَا تَعْجَبَنْ لِحَسُوْدٍ رَاحِ یُنْکِرُھَا تَجَا ھُلاً وَھُوَ عَیْنُ الْحَاذِقِ الْفَھِم
قَدْ تُنْکِرُ الْعَیْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ رَمَدٍ وَیُنْکِرُ الفَمُ طَعْمَ الْمَاءِ مِنْ سَقَم .

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمْ

❶ اگر کوئی حاسد جو تمام کاموں میں ماہر و سمجھدار ہو، رسول اللہ ﷺ کی (نبوت) کی نشانیوں کا جان بوجھ کر انکار کرے تو ہرگز تعجب مت کرنا۔

❷ (اس لئے کہ) کبھی آنکھ کو درد کی وجہ سے سورج کی روشنی اچھی نہیں لگتی اور کبھی منہ بیماری کی وجہ سے میٹھے پانی کے ذائقے کو بھی ناپسند کرتا ہے۔

—— پندرہویں فصل ——

مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کے بیان میں

جب نبوت کے تیرہویں سال دوسری بیعت عقبہ ہوئی تو حضور ﷺ نے صحابہ کو مدینہ طیبہ ہجرت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ صحابہ نے چھپ کر روانہ ہونا شروع کیا۔ ایک دن کفار قریش کے سردار ابوجہل وغیرہ دار الندوہ میں جو خانہ کعبہ کے قریب تھا (جس میں کفار جمع ہو کر مشورہ کیا کرتے تھے) جمع ہوئے۔ بہت دیر گفتگو کے بعد سب نے آپ ﷺ کے بارے میں قتل کا فیصلہ کیا۔ اس کی ترکیب یہ سوچی کہ قریش کے ہر قبیلہ سے ایک آدمی لیا جائے اور سب جمع ہو کر کسی رات محمد ﷺ کو قتل کر دیں۔ بنی ہاشم جو آپ علیہ السلام کے حامی ہیں، قریش کے سارے قبائل سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس لئے وہ خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم خون بہا آسانی سے ادا کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اس بات کی خبر دے دی اور حکم ہوا کہ آپ ﷺ مدینہ ہجرت کر جائیں۔ آپ ﷺ رات کو اپنے گھر میں تھے، کفار نے دروازہ مبارک گھیر لیا۔ آپ علیہ السلام نے لوگوں کی امانتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ فرمائیں ور گھر سے باہر نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ کی شان قدرت سے کسی کو نظر نہ آئے۔ حضرت بوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، ان کو لے کر بہت احتیاط سے غار ثور میں جا چھپے۔ کفار نے گھر میں جا کر آپ علیہ السلام کو نہ دیکھا تو آپ ﷺ کی تلاش شروع کر دی ور تلاش کرتے ہوئے غار ثور تک پہنچ گئے۔ آپ علیہ السلام کے غار میں داخل ہونے کے بعد مکڑی نے غار کے منہ پر جالا بنا تھا اور کبوتر کے جوڑے نے غار میں انڈے دے کر سینے شروع کر دئے تھے۔ کفار نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگے: اگر اس میں کوئی

آدمی جاتا تو یہ مکڑی کا جالا ٹوٹ جاتا اور کبوتر جنگلی اور وحشی جانور ہے، اس غار میں نہ ٹھہرتا۔ یہ کہہ کر کفار واپس چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے مکڑی کے جالے اور کبوتر کے انڈے سے ایسا کام لیا کہ ایک لاکھ لوہے کہ زرہ پہنے جنگی جوانوں اور مضبوط قلعوں سے بھی نہ ہوتا۔ قصیدہ بردہ کے اشعار میں اس طرف اشارہ ہے۔

وَمَا حَوَى الْغَارُ مِنْ خَيْرٍ وَّمِنْ كَرَمٍ / وَكُلُّ طَرْفٍ مِّنَ الْكُفَّارِ عَنْهُ عَمِي
فَالصِّدْقُ فِي الْغَارِ وَالصِّدِّيْقُ لَمْ يَرِمَا / وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا بِالْغَارِ مِنْ اِرَمِ
ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْكَبُوْتَ عَلٰى / خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمِ
وِقَايَةُ اللّٰهِ اَغْنَتْ عَنْ مُضَاعَفَةٍ / مِنَ الدُّرُوْعِ وَعَنْ عَالٍ مِّنَ الْاُطُمِ

۱ میں اس خیر و کرم کی قسم کھاتا ہوں جس کو غار ثور نے جمع کر رکھا تھا (حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ) اس حال میں تھے کہ کفار کی آنکھ آپ ﷺ کو دیکھنے سے اندھی تھی۔

۲ آپ ﷺ سراپا صدق تھے اور حضرت صدیق غار سے ہٹے نہیں اور کفار کہتے تھے کہ غار میں کوئی بھی نہیں۔

۳ پس انہوں نے گمان کر لیا کہ کبوتر انسان کے گرد نہیں رہتے (اور انہوں نے انڈے نہیں دیئے) اور مکڑی نے آپ ﷺ پر جالا نہیں بنا۔

۴ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و حمایت نے آپ ﷺ کو دوہری زرہ پہنے اور بلند قلعوں میں پناہ گیر ہونے سے بے پروا کر دیا تھا۔

آپ ﷺ تین دن تک غار میں رہے۔ عامر بن فہیرہ جو حضرت ابوصدیق ؓ کے آزاد کردہ غلام تھے غار کے قریب ہی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ وہ بکریوں کا دودھ نبی ؑ اور ابوبکر صدیق ؓ کو پلا جاتے تھے۔ ابوبکر صدیق کے بیٹے عبداللہ جو

جوان تھے۔ مکہ میں قریش کی مجلسوں میں جا کر باتیں سنتے اور رات کو آپ ﷺ کے حضور میں آکر بیان کر دیتے تھے۔ عبداللہ بن اریقط رئلی جو مشرک تھا رہبری کے لئے نوکر رکھ لیا تھا۔ اونٹنیاں بھی اسی کے حوالے کر دی تھیں۔ وہ تین دن بعد جیسا کہ اس کو کہا تھا۔ وہ اونٹنیاں غار کے پاس لے کر آیا۔ آپ ؑ اور ابوبکر صدیق ؓ اور عامر بن فہیرہ ؓ سوار ہو کر ساحل کے راستہ سے مدینہ روانہ ہوئے۔ راستے میں عجیب و غریب واقعات پیش آئے ان میں ایک بہت ہی عجیب قصہ اُمّ معبد کی بکری کے دودھ دینے کا ہے۔ یہ عورت شرفاء عرب میں سے تھی۔ اس کا خیمہ مدینہ کے راستے میں تھا۔ اور اس کے بعد اُمّ مبعد اور ان کا شوہر اسلام لائے۔

مدینہ کے لوگ آپ ؑ کی تشریف آوری کے خیال سے ہر روز استقبال کے لئے مکہ کے راستے پر آتے اور دوپہر کے قریب واپس لوٹ جاتے۔ جس روز آپ ؑ پہنچے اس روز بھی وہ انتظار کر کے لوٹ چکے تھے کہ اچانک ایک ٹیلے کے اوپر سے ایک یہودی نے آپ ﷺ کی سواری کو دیکھا اور چلا کر اُن واپس جانے والوں کو کہا۔ "یامعاشر العرب ھذا جدکم" اے عرب کی جماعت! یہ تمہارا حظ یعنی خوش نصیبی کا سامان آگیا۔ وہ لوگ واپس لوٹے اور آپ ﷺ کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوئے۔ اہل مدینہ کی خوشی کا اس دن اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیاں شوق میں یہ نظم پڑھتی تھیں ؎

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا / مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا / مَادَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ
اَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا / جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

۱ چودھویں رات کا پورا روشن چاند ثنات وداع (گھاٹی کا نام) سے ہم پر طلوع ہوا۔

۲ جب تک اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کرنے والا باقی رہے گا ہم پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ضروری ہے۔

③ اے نبی! جو ہم میں بھیجے گئے ہیں آپ ﷺ ایسا حکم لے کر آئے ہیں جس کی اطاعت ضروری ہے۔

ثنیات الوداع کے معنی رخصت کی گھاٹی ہے۔ جو مسافر مکہ کی طرف جاتا تھا تو مدینہ والے اس کو رخصت کرنے کے لئے ان گھاٹیوں تک جایا کرتے تھے۔

بعض نے کہا کہ ثنیات الوداع (مکہ کی طرف نہیں بلکہ) شام کی طرف ہے اور یہ اشعار تبوک سے آپ علیہ السلام کی واپسی کے وقت پڑھے گئے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر دونوں طرف (یعنی مکہ اور شام کی طرف ایسی گھاٹیاں ہوں اور دونوں پر لوگ رخصت کرنے جاتے ہوں) اس وجہ سے دونوں کا نام ثنیات الوداع پڑ گیا ہو۔ اور مکہ اور شام دونوں سے آتے وقت یہ واقعہ ہو تو بھی کیا حرج ہے۔

آپ ﷺ مکہ سے پیر کے دن ربیع الاول میں اور بعض کے بقول صفر کے مہینہ میں ترپین سال کی عمر میں چلے تھے۔ پیر ہی کے دن بارہویں ربیع الاول کو مدینہ پہنچے۔ مدینہ پہنچ کر قبا محلّہ میں جو شہر کے کنارہ سے کچھ دور بنو عمرو بن عوف کی منازل میں ہے چودہ دن قیام فرمایا۔ تیسرے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی امانتیں ادا کر کے آپ ﷺ کے پاس آ گئے۔ پھر آپ علیہ السلام نے مدینہ شہر میں قیام فرمانے کا ارادہ فرمایا ہر ایک کی آرزو تھی کہ آپ علیہ السلام ہمارے محلّہ میں قیام فرمائیں۔ جب آپ علیہ السلام سوار ہوئے تو ہر قبیلے کے لوگ آپ علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ اپنے اپنے ہاں ٹھہرنے کی آرزو کر رہے تھے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: میری اونٹنی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے جہاں بیٹھ جائے گی وہاں قیام کروں گا، اونٹنی چلتے چلتے اس جگہ بیٹھی جہاں آج مسجد نبوی کا منبر ہے، اس جگہ کے قریب ہی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر تھا۔ وہاں آپ ﷺ کا سامان اتارا گیا۔ آپ علیہ السلام نے ان کے گھر قیام فرمایا، پھر آپ ﷺ نے وہ زمین جہاں اونٹنی بیٹھی تھی خریدی اور وہاں مسجد کی تعمیر شروع فرمائی۔

(کذا فی تواریخ حبیب الٰہ وزاد المعاد وغیرہما)

من الروض

وَلُيَهْنِهٖ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ مَنْقِبَةٌ   شَرِیْفَةٌ مَا حَوَاهَا قَبْلَهٗ بَشَرٌ

وَهَاجَرَا مِنْهُ لَمَّا حَاوَلَا سَفَرًا   لِطَیْبَةٍ وَّتَنَا هٰی عِنْدَهَا السَّفَرُ

فَسَلْ سُرَاقَةَ مِنْهُ اِنْ تُرِدْ خَبَرًا   وَاُمَّ مَعْبَدَ یَجْلُوْ مِنْهُمَا الْخَبَرُ

طَابَتْ بِهٖ طَیْبَةٌ لَمَّا اَقَامَ بِهَا   وَفَاحَ حِیْنَ اَتَاهَا نَشْرُهَا الْعَطِرُ

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

① آپ ﷺ کو غار میں دونوں صاحبوں کے ہونے کے وقت کی ایسی منقبت شریفہ مبارک ہو جس کو آپ ﷺ سے پہلے کسی بشر نے حاصل نہیں کیا۔

② دونوں صاحبوں نے اس غار سے نکل کر ہجرت کی جب کہ مدینہ کے سفر کا ارادہ کیا اور وہ سفر مدینہ پہنچ کر ختم ہو گیا۔

③ اگر کچھ خبر معلوم کرنا ہو تو سراقہ اور اُمّ معبد سے آپ علیہ السلام کا حال پوچھو۔ ان دونوں سے خبر ظاہر ہو گی۔

④ آپ ﷺ سے مدینہ پاک ہو گیا جب آپ وہاں مقیم ہوئے۔ اور آپ علیہ السلام جس وقت وہاں پہنچے تو اس کی خوشبو معطر پھیل گئی۔

ـــــ سولہویں فصل ـــــ

مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد بعض مختلف اہم واقعات کے بیان میں

پہلا واقعہ: مدینہ میں تشریف آوری کے بعد مدینہ میں عبداللہ بن سلام یہود کے ایک بڑے عالم تھے۔ آپ ﷺ کی ملاقات کے لئے آئے۔ آپ ﷺ سے تین سوال کئے اور جواب صحیح پا کر ایمان لائے۔(کذا فی تواریخ حبیب الہ)

دوسرا واقعہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جو اصل میں فارس کے مجوسیوں میں سے تھے۔ ان کی عمر بہت زیادہ تھی۔ مجوسی دین چھوڑ کر دین نصاری اختیار کیا تھا۔ علماء یہود اور نصاری سے آنحضرت ﷺ کے آنے کی خبر سن چکے تھے۔ یہ بات سن کر کہ آپ ﷺ مدینہ ہجرت کر کے آئیں گے۔ مدینہ آرہے تھے کہ راستے میں کئی جگہ بکے ان دنوں ایک یہودی کے غلام تھے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علامات نبوت دیکھ کر مسلمان ہوگئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی آزادی کی فکر کرو۔ انہوں نے اپنے مالک سے کہا۔ اس نے چالیس اوقیہ سونا مانگا اور یہ شرط بھی لگائی کہ چھوارے کے تین سو درخت لگائیں اور جب وہ پھل دیں تو آزاد ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے دست مبارک سے چھوارے کے درخت لگائے۔ ان سب پر اسی سال پھل آگئے۔ ایک انڈے کے برابر سونا مال غنیمت میں آیا تھا۔ آپ ﷺ نے سلمان رضی اللہ عنہ کو دیا کہ اس کو دے کر آزاد ہو جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا: چالیس اوقیہ سونا چاہئے یہ (کم ہے) کافی نہ ہوگا۔ آپ ﷺ نے زبان مبارک اس پر پھیر دی اور برکت کی دعا

فرمائی۔ سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے جو تولا تو چالیس اوقیہ تھا نہ کم تھا نہ زیادہ۔ اس کو ادا کر کے آزاد ہوگئے۔ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں رہ گئے۔

(کذا فی تواریخ حبیب الہ)

تیسرا واقعہ: مدینہ طیبہ میں بیئر رومہ (ایک کنواں ہے) اس کا پانی میٹھا تھا۔ دوسرے کنوؤں کا پانی کھارا تھا۔ اس کا مالک ایک یہودی تھا جو پانی بیچا کرتا تھا۔ اس وجہ سے مسلمانوں کو پانی کی تکلیف تھی۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بیر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے ڈول اس میں جاری کر دے اس کے لئے جنّت ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو خالص اپنے مال سے خریدا اور وقف کر دیا۔

(کذا فی تواریخ حبیب الہ)

من القصیدۃ

کَفَاكَ بِالْعِلْمِ فِی الْاُمِّیِّ مُعْجِزَۃً   فِی الْجَاهِلِیَّۃِ وَالتَّادِیْبِ فِی الْیُتُم

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا   عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِم

(۱) اے مخاطب تیرے لئے حضور ﷺ کے معجزے کے لئے یہ (دو باتیں ہی) کافی ہیں کہ آپ تمام بے علم لوگوں میں علم والے ہیں اور یتیمی کی حالت میں باادب ہیں۔

سترہویں فصل

آپ ﷺ کے غزوات اور ان کے ضمن میں بعض دوسرے مشہور واقعات کے بیان میں سالانہ ترتیب کے ساتھ

مدینہ طیبہ میں وفات تک آپ ﷺ کے قیام کی مدت دس سال دو مہینے ہے۔ جب جہاد فرض ہوا آپ ﷺ نے کفار سے قتال شروع کیا اور سپاہ بھیجنے لگے۔ جس جہاد میں آپ ﷺ خود تشریف لے گئے اس کو اہل سیر (سیرت نبوی کے لکھنے والے) غزوہ کہتے ہیں اور جو لشکر آپ ﷺ نے بھیجا اور خود تشریف نہیں لے گئے اس کو سریہ کہتے ہیں۔ ہر غزوہ و سریہ کا حال تفصیل سے لکھنا مشکل ہے اس لئے بعض کا بہت مختصر حال لکھا جاتا ہے۔ بعض وہ واقعات بھی لکھے جاتے ہیں جو کسی غزوہ کے زمانے میں پیش آئے۔

ہجرت کا پہلا سال

اس سال ۱۹ اہم واقعات ہوئے۔

① **جہاد کا فرض ہونا:** اس سال جہاد فرض ہوا۔

② **ایک لشکر کی روانگی:** حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو تیس مہاجرین کے ساتھ قریش کے قافلے کو روکنے کے لئے بھیجا۔

③ **ایک لشکر کی روانگی:** حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو ساٹھ مہاجرین کے ساتھ شوال میں بطن رابغ کی طرف روانہ کیا۔

④ **ایک لشکر کی روانگی:** حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بیس مہاجرین کے ساتھ خرار کی طرف جو جحفہ کے قریب ایک جگہ ہے روانہ کیا تاکہ قریش کے قافلے کو روکیں۔ یہ سب سریئے تھے۔

⑤ **غزوۂ ابواء:** صفر میں غزوہ ابواء ہوا۔ اس میں خود تشریف لے گئے۔ ابواء مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گاؤں تھا اس کو غزوہ ودان بھی کہتے ہیں۔

⑥ **ابتداء اذان:** اس سال اذان کا آغاز ہوا۔

⑦ **ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی:** حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رخصت ہو کر آئیں۔

⑧ **بھائی چارگی کا معاملہ:** مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارگی کا معاملہ ہوا۔

⑨ **ابتداء جمعہ:** جمعہ بھی اس سال فرض ہوا۔

ہجرت کا دوسرا سال

اس سال ۱۱۵ اہم واقعات ہوئے۔

① **غزوۂ بواط:** ربیع الاول میں غزوہ بواط ہوا جو رضوی کے کنارے میں ایک جگہ ہے۔ قریش کے قافلے کو روکنا مقصود تھا مگر ملا نہیں۔

② **غزوۂ عشیرہ:** غزوۂ عشیرہ (بضم عین) ہوا جو ینبع کے کنارے قبیلہ مدلج کی

زمین ہے۔ یہ واقعہ جمادی الاولیٰ و الاخری میں ہوا۔ اس میں بھی قریش کے قافلے کو روکنے کا ارادہ تھا جو مکہ سے شام کو جا رہا تھا۔ مگر ملا نہیں یہ وہی قافلہ تھا جس کی واپسی کے وقت آپ ﷺ دوبارہ تشریف لے گئے تھے لیکن وہ نہیں ملا تھا اور غزوہ بدر کا سبب ہو گیا اسی لئے اس غزوہ عشیرہ کو غزوہ بدر اولیٰ بھی کہتے ہیں۔

(۳) ایک لشکر کی روانگی: عبداللہ بن جحش اسدی رضی اللہ عنہ کو رجب میں بطن نخلہ کی طرف بھیجا اور اسی واقعہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں "یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیه" (اے محمد! (مسلمان) آپ سے احترام والے مہینے میں جنگ کرنے کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کیسا ہے)

(۴) غزوہ بدر کبریٰ: اس سال سب سے عظیم الشان غزوہ بدر ہوا جس کا لقب بدر کبریٰ ہے۔ رمضان میں آپ ﷺ نے خبر سنی کہ قریش کا قافلہ شام سے مکہ جا رہا ہے۔ آپ ﷺ صحابہ کو لے کر جو تین سو تیرہ تھے اس کے روکنے کے لئے چلے۔ یہ خبر مکہ پہنچ گئی کفار قریش ایک ہزار مسلح آدمی لے کر روانہ ہوئے۔ جس قافلہ کو روکنے کے لئے گئے تھے وہ دوسرے راستہ سے نکل کر مکہ پہنچ گیا۔ پھر بھی قریش کے لوگ مکہ سے اس لئے چلے کہ بدر میں جا کر ڈیرہ ڈالیں گے اور خوب جشن منائیں گے تاکہ تمام عرب پر ہماری ہیبت چھا جائے یہ وہم بھی نہ تھا کہ تین سو آدمی اور وہ بھی بے سروسامان ہمارے مقابلے میں آجائیں گے اور مفت میں نیک نامی ہاتھ آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کو اسلام کو عزت دینا، کفر کو ذلیل کرنا مقصود تھا۔ آپس میں مقابلہ ہوا اور اہل اسلام کامیاب ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور کفار قتل کئے گئے، قید ہوئے، ذلیل و رسوا ہوئے۔ سورۃ الانفال میں یہی قصہ ہے اس تمام قصہ سے شوال میں فارغ ہو گئے۔

(۵) غزوۂ بنی سلیم: سات دن بعد بنی سلیم کے غزوہ کے لئے تشریف لے گئے مگر

لڑائی نہیں ہوئی۔

(۶) غزوہ سویق: بدر کے دو مہینہ بعد ذوالحجہ میں غزوہ سویق ہوا جس کا سبب یہ ہوا کہ جب کفار بدر میں شکست کھا کر مکہ پہنچے تو ابوسفیان دو سو سوار لے کر جنگ کے ارادے سے مدینہ آئے۔ جب مدینہ کے قریب پہنچے تو مسلمانوں کو خبر ہوگئی۔ آپ ﷺ خود مسلمانوں کو لے کر چلے کفار بھاگ گئے اور اپنے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے ستو جو کہ زاد راہ تھا پھینک گئے۔ اسی لئے اس غزوہ کا لقب غزوہ سویق ہوا۔

(۷) غطفان سے غزوہ: بقیہ ذی الحجہ مدینہ میں قیام فرمایا اس کے بعد نجد کی طرف غطفان سے غزوہ کرنے کے لئے چلے اور صفر کے ختم تک وہاں قیام کیا مگر لڑائی نہیں ہوئی۔

(۸) تبدیلی قبلہ: اسی سال نصف شعبان میں قبلہ کی تبدیلی ہوئی۔

(۹) فرضیت زکوٰۃ: روزہ فرض ہونے سے پہلے زکوٰۃ فرض ہوئی۔

(۱۰) فرضیت روزہ: آخر شعبان میں روزہ فرض ہوا۔

(۱۱) وجوب صدقۂ فطر: آخر رمضان میں صدقہ فطر واجب ہوا۔

(۱۲) ابتداء عیدین و وجوب قربانی: عیدین کی نماز اور قربانی اسی سال مقرر ہوئی۔

(۱۳) بی بی رقیہؓ کی وفات: اسی سال بدر واپسی سے ایک دن پہلے آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔

(۱۴) بی بی ام کلثومؓ کا نکاح: اس کے بعد آپ ﷺ نے دوسری صاحبزادی حضرت اُمّ کلثوم کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسی

وجہ سے ذی النورین کہلاتے ہیں۔

(۱۵) بی بی فاطمہؓ کا نکاح: بدر ہی کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ہوا۔

ہجرت کا تیسرا سال

اس سال ۱۲ اہم واقعات ہوئے۔

(۱) قریش کا ایک اور تعاقب: ربیع الاول کے بعد پھر قریش کے تعاقب میں تشریف لے گئے اور نجران تک پہنچے۔ ربیع الاخر اور جمادی الاولیٰ وہاں رہے مگر لڑائی نہیں ہوئی پھر مدینہ منورہ واپس آگئے۔

(۲) غزوۂ بن قینقاع: بنی قینقاع کا جو کہ مدینہ کے یہودی تھے عہد کے توڑنے کی وجہ سے پندرہ دن محاصرہ فرمایا۔ پھر عبداللہ بن ابی کی سفارش پر چھوڑ دیا یہ عبداللہ بن سلام کی برادری ہے۔

(۳) کعب بن اشرف کا قتل: اسی عہد توڑنے کی وجہ سے کعب بن الاشرف کے قتل کا حکم دیا۔ چنانچہ قتل کیا گیا۔

(۴) غزوۂ احد: اسی سال شوال کی ابتدا میں غزوہ احد واقع ہوا جس کا قصہ چوتھے پارہ کے پاؤ سے شروع ہو کر نصف کے کچھ بعد تک پہنچتا ہے۔

(۵) غزوۂ حمراء الاسد: غزوہ حمراء الاسد ہوا وہ مکہ سے تیس میل ہے۔ جس کا قصہ یہ ہے کہ جب کفار احد سے واپس چلے گئے تو راستے ہی سے مدینہ لوٹنے کا ارادہ کیا۔ آپ ﷺ یہ خبر سن کر خود صحابہ کو لے کر روانہ ہوئے۔ جب کفار نے یہ سنا تو ڈر کر واپس لوٹ گئے۔ کیونکہ آپ ﷺ حمراء الاسد تک پہنچے تھے اس وجہ سے اس غزوہ

کا نام حمراء الاسد پڑ گیا۔

شوال وذیقعدہ وذی الحجہ میں کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

(۶) ایک لشکر کی روانگی: جب محرم کا چاند نظر آیا تو طلحہ بن خویلد وسلمہ بن خویلد کے بارے میں اطلاع آئی کہ لڑنے کے لئے آرہے ہیں۔ حضرت ابو سلمہ کو ڈیڑھ سو مہاجرین و انصار کے ساتھ مقابلے کے لئے بھیجا لڑائی نہیں ہوئی اور مال غنیمت میں مویشی ہاتھ آئے، وہ لے کر مدینہ آگئے۔

(۷) ایک لشکر کی روانگی: پانچویں محرم کو اطلاع آئی کہ خالد بن سفیان لڑائی کے لئے لشکر جمع کر رہا ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن انیس کو اس کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ وہ اس کو قتل کر کے اس کا سر لے آئے۔ ان کی واپسی اٹھارہ دن کے بعد تئیس محرم کو ہوئی۔

(۸) سریہ رجیع: صفر کے مہینے میں سریہ رجیع ہوا۔ قبیلہ عضل وقارہ کے کچھ لوگ کفار کے بہکانے پر دھوکہ دینے کے لئے آپ ﷺ کی خدمت میں بظاہر مسلمان ہوئے اور درخواست کی: ہمارے ساتھ کچھ لوگوں کو بھیجئے تاکہ وہ ہمیں دین کے احکام سکھائیں۔ آپ ﷺ نے دس آدمی ساتھ بھیج دیئے۔ جب یہ لوگ قبیلہ ہذیل کے تالاب جس کا نام رجیع تھا پر پہنچے تو ان لوگوں نے قبیلہ ہذیل کو مدد کے لئے بلایا اور بد عہدی کر کے لڑائی کی۔ بعض اسی وقت شہید ہو گئے جیسے عاصم رضی اللہ عنہ اور بعض پکڑ لئے گئے اور بعد میں شہید کر دئے گئے جیسے خبیب رضی اللہ عنہ۔

(۹) واقعہ بیر معونہ: اسی سال صفر کے مہینے میں بیر معونہ کا واقعہ ہوا۔ یہ قبیلہ ہذیل کی زمین مکہ اور عسفان کے درمیان ایک جگہ ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ بنی عامر کا ایک شخص عامر بن مالک جو نجد کا رہنے والا تھا۔ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا

اور کہا: آپ کچھ لوگ میرے ساتھ بھیج دیں کہ وہ میری قوم کو اسلام کی دعوت دیں پھر مجھ کو بھی خیال نہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا: مجھ کو نجد والوں کا ڈر ہے۔ اس نے کہا: ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میں اپنی پناہ میں لے لوں گا۔ آپ ﷺ نے صحابہ میں سے ستر آدمی جو قراء کہلاتے تھے ان کے ساتھ بھیج دیئے جب یہ حضرات بیر معونہ پہنچے تو بخاری کی روایت کے مطابق رعل، ذکوان، عصبہ کے کفار نے تقریباً سب کو شہید کر ڈالا۔ ان شہید ہونے والوں میں بخاری کی روایت کے مطابق حرام بن ملحان بھی تھے۔ اس غدر (ہنگامہ) کا بانی عامر بن طفیل تھا جو عامر بن مالک کا بھتیجا تھا۔ عامر بن مالک کو اس واقعہ کا بڑا غم ہوا کہ اس کے بھتیجے نے اس کی امان کو خراب کیا۔ وہ ان ہی دنوں میں مرگیا۔

اسی عامر بن طفیل نے آپ ﷺ کے پاس کہلا بھیجا: یا مجھ کو ملک بانٹ دیجئے یا اپنے بعد مجھ کو اپنا خلیفہ بنا دیجئے ورنہ بڑا لشکر لا کر آپ سے لڑوں گا۔ آپ ﷺ نے بددعا کی اللھم اکفنی عامرا وہ طاعون سے مرگیا۔ آپ ﷺ نے ایک مہینہ تک ان قراء کے قاتلوں پر قنوت میں بددعا فرمائی۔ پھر جب وہ مسلمان ہو کر آگئے تو بددعا ترک فرمادی۔

(۱۰) غزوۂ بنو نضیر: بیر معونہ کے واقعہ کے دوران غزوہ بنی نضیر ہوا۔ یہ مدینہ کے یہودی تھے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ بیر معونہ میں عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ بھی قید ہوئے تھے۔ عامر بن مالک کی والدہ کو ایک غلام آزاد کرنا تھا۔ اس لئے عامر بن طفیل نے ان کی پیشانی کے بال کاٹ کر ماں کی طرف سے آزاد کر دیا۔ یہ وہاں سے واپس لوٹے۔ راستے میں بنی عامر کے دو مشرک انہیں ملے۔ انہوں نے ان دونوں کو قتل کر دیا اور دل میں خیال کیا کہ یہ بھی عامر بن طفیل سے ایک طرح کا انتقام ہے۔ وہ دونوں مشرک آنحضرت ﷺ کی امان میں تھے۔ عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم نہ تھا۔

آنحضرت ﷺ نے اس قتل کی دیت مقرر فرمائی۔ بنی عامر، بنی نضیر یہودیوں اور مسلمانوں کا آپس میں معاہدہ تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے ان کے مشورہ کے بغیر دیت مقرر کرنا نہ چاہا اور یہی بات غزوہ بنی نضیر کا ذریعہ بنی۔

قصہ یوں ہوا کہ جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ ہجرت فرما کر تشریف لائے تو بنی قریظہ اور بنی نظیر کے یہودی جو مدینہ کے باہر الگ الگ محلے میں رہتے تھے آپ ﷺ سے عہد کیا کہ ہم آپ کے موافق رہیں گے آپ کے دشمن کی مدد نہ کریں گے۔ جب آپ ﷺ اس دیت کے معاملہ میں محلّہ بن نضیر میں تشریف لے گئے اور ان سے اس معاملہ میں گفتگو فرمائی۔ وہ لوگ آپ کو ایک دیوار کے نیچے بٹھا کر آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ دیوار پر سے ایک پتھر گرا کر آپ علیہ السلام کو قتل کردیں۔ آپ علیہ السلام کو وحی سے اس بات کی اطلاع ہوگئی۔

آپ علیہ السلام وہاں سے اٹھ کر مدینہ تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے کہلا بھیجا کہ تم نے عہد توڑا ہے یا تو دس دن کے اندر یہاں سے نکل جاؤ ورنہ لڑائی ہوگی۔ وہ لڑائی کے لئے تیار ہوگئے۔ آپ ﷺ نے ان پر لشکر کشی کی اور ان کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ آخر وہ تنگ ہو کر نکل جانے پر مجبور ہوگئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: تمام ہتھیار چھوڑ جاؤ اور جتنا مال لے جا سکتے ہو لے جاؤ۔ بعض لوگ خیبر میں جابسے اور بعض شام اور بعض دوسری جگہ جا کر بس گئے۔ سورۂ حشر میں یہی قصہ ہے۔

(۱۱) حرمت شراب: اسی سال یا اگلے سال شراب حرام ہوئی۔

(۱۲) پیدائش امام حسن رضی اللہ عنہ: اسی سال حضرت امام حسن پیدا ہوئے۔

ہجرت کا چوتھا سال

اس سال ۱۲ اہم واقعے ہوئے۔

① **غزوۂ بدر صغریٰ:** ابوسفیان احد سے لوٹتے وقت کہہ کر گئے تھے کہ آئندہ سال پھر بدر پر لڑائی ہوگی۔ جب وقت قریب آگیا اور ابوسفیان کی بدر تک جانے کی ہمت نہ ہوئی تو یہ چاہا کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ آپ ﷺ بھی بدر نہ جائیں، تو ہم کو بدر نہ جانے کی شرمندگی نہ ہو۔ ایک شخص جس کا نام نعیم بن مسعود تھا مدینہ بھیجا تاکہ مسلمانوں کو ابوسفیان کے بڑے لشکر جمع کرنے کی خبر پہنچا کر ڈرا دے۔ مسلمانوں نے سن کر "حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل" کہا: کہ "اللہ تعالیٰ ہی ہمارے لئے کافی ہیں اور بہترین کام بنانے والے ہیں" آپ ﷺ ڈیڑھ ہزار آدمیوں کو ساتھ لے کر بدر تشریف لے گئے۔ اور چند روز قیام کیا مگر کوئی مقابلے کے لئے نہ آیا۔ صحابہ نے وہاں تجارت میں خوب نفع حاصل کیا اس غزوہ کو بدر ثانی، بدر صغری اور بدر موعد بھی کہتے ہیں۔ یہ واقعہ شعبان میں اور بعض کے بقول ذی قعدہ میں ہوا۔

② **پیدائش امام حسینؓ:** اسی سال امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

ہجرت کا پانچواں سال

اس سال ۱۱ اہم واقعے ہوئے۔

① **غزوۂ دومۃ الجندل:** اس سال ربیع الاول میں غزوہ دومۃ الجندل ہوا۔ یہ جگہ دمشق سے پانچ منزل کے فاصلے پر ہے۔ آپ ﷺ نے سنا تھا کہ وہاں مدینہ پر چڑھائی کے لئے کفار جمع ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ ایک ہزار آدمیوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ وہ خبر سن کر علیحدہ علیحدہ ہوگئے۔ آپ ﷺ چند روز وہاں قیام فرما کر مدینہ تشریف لائے۔

② **غزوۂ مریسیع:** اسی سال شعبان میں غزوۂ مریسیع ہوا۔ اس کو غزوۂ بنی مصطلق بھی کہتے ہیں۔ آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ قبیلہ بنی مصطلق کے لوگ لڑائی کرنا چاہتے

ہیں آپ علیہ السلام خود صحابہ کو لے کر روانہ ہوئے۔ وہ لوگ مقابلے کے لئے نہیں آئے۔ ان کا مال اور بچے مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔

③ **حضرت جویریہؓ سے نکاح:** حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسی غزوہ میں ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں۔ انہوں نے مکاتب بنا دیا۔ (یعنی حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ اپنی قیمت ادا کر کے آزاد ہو جاؤ۔) حضور علیہ السلام نے بدل کتابت ادا کر کے ان سے نکاح فرمایا۔

④ **قصۂ افک:** اسی غزوہ میں قصہ افک یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانے کا دردناک واقعہ پیش آیا۔

⑤ **غزوۂ خندق:** اسی سال شوال میں غزوۂ خندق جس کا نام غزوہ احزاب تھا واقع ہوا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ جب بنی نضیر جلا وطن کئے گئے تو حی بن اخطب بڑا مفسد تھا۔ یہ خیبر جا رہا تھا، چند مفسدوں کو لے کر مکہ پہنچا اور قریش کو آپ علیہ السلام سے لڑائی کے لئے تیار کیا اور آدمیوں کے ساتھ مدد دینے کا وعدہ کیا۔ مختلف قبائل مل کر دس ہزار آدمی ہوگئے، اور یہ سب مدینہ کو چلے۔

آپ علیہ السلام نے یہ سن کر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے مدینہ کے پاس سلع پہاڑ کی جانب خندق کھودنے کا حکم دیا۔ دوسری جانب شہر پناہ اور عمارت سے مضبوط تھی، خندق کھودے جانے کے بعد وہاں اپنا لشکر ٹھہرایا اور لڑائی کا اہتمام کیا۔ جب کفار کا لشکر آیا تو خندق کو دیکھ کر بہت تعجب کیا اس لئے کہ عرب نے خندق کے ساتھ خیمہ لگا کر پتھروں اور تیروں سے لڑائی کبھی نہ دیکھی تھی دونوں طرف سے پتھر اور تیر برسائے جا رہے تھے حی بن اخطب نے بنی قریظہ کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیا۔

آپ ﷺ نے لشکروں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے ایک مشورہ کیا۔ قبیلہ غطفان کے ایک شخص نعیم بن مسعود نے جو ابھی نئے مسلمان ہوئے تھے اور کفار کو ان کے

اسلام لانے کی اطلاع ابھی تک نہیں ہوئی عرض کیا: میں قریش اور بنو قریظہ کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کی ایک چال چل سکتا ہوں کیونکہ ان کو میرے اسلام لانے کی ابھی تک اطلاع نہیں ہے۔ وہ مجھ پر اعتبار کریں گے۔ آپ ﷺ نے جنگ کے قاعدہ الحرب خدعة یعنی جنگ میں دھوکہ ہوتا ہے کے مطابق اجازت دے دی۔ وہ بنی قریظہ میں گئے۔ اور ان سے کہا: تم نے قریش اور غطفان کے ساتھ دوستی اور محمد علیہ السلام کے ساتھ عہد توڑ کر اچھا نہیں کیا۔ اگر یہ لوگ محمد علیہ السلام کو ختم کئے بغیر چلے گئے تو محمد ﷺ تم پر فوج کشی کریں گے۔ تم تنہا ان سے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے۔ یہود نے کہا: اب بچاؤ کی کیا صورت ہے؟ نعیم نے کہا: تم ان کے لوگوں کے سردار یا سرداروں کی اولاد کو اپنے پاس بطور رہن رکھنے کے لئے مانگ لو۔ اگر محمد ﷺ تم پر فوج کشی کریں تو ان سرداروں کی حفاظت کی وجہ سے یہ لوگ ضرور تمہاری مدد کریں گے۔ اگر وہ لوگ اس بات کو مان لیں تو سمجھ لینا کہ وہ دل سے تمہارے ساتھ ہیں اور اگر نہ مانیں تو وہ دل سے تمہارے ساتھ نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا: ہم ابھی پیغام بھیجتے ہیں۔

پھر نعیم وہاں سے قریش کے پاس آئے اور خود کو ان کا خیر خواہ ظاہر کر کے کہا: ہم نے سنا ہے: قریظہ محمد ﷺ سے درپردہ (چھپ کر) مل گئے ہیں اور محمد ﷺ نے ان سے کہا ہے: ہمارا دل تمہارے سے جب صاف ہوگا جب تم قریش کے کچھ سردار ہمیں گرفتار کرا دو۔ قریظہ نے اس کا وعدہ کر لیا ہے۔ اگر وہ تم سے آدمی مانگیں تو تم ہرگز نہ دینا۔ پھر وہاں سے غطفان کے پاس جا کر ان لوگوں سے بھی اسی طرح کہہ دیا۔

قریظہ نے قریش کو وہی پیغام بھیجا۔ قریش نے انکار کر دیا۔ ہر ایک کو دوسرے سے پوری بدگمانی ہو گئی۔ آپس میں اچھا خاصا بگاڑ پیدا ہو گیا۔ جب لشکروں کو ٹھہرے ہوئے زیادہ دن گزر گئے ادھر بنو قریظہ کی ناموافقت سے ان کے دل افسردہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت سخت تند ہوا بھیجی جس سے ان کے خیمے اکھڑ گئے، گھوڑے گدھے

بھاگنے لگے، ابو سفیان نے کہا: اب یہاں ٹھہرنا ٹھیک نہیں ہے۔ اسی رات کفار کا لشکر چلا گیا۔ سورۃ الاحزاب میں اسی غزوہ کا ذکر ہے۔

(۶) غزوۂ بنو قریظہ: غزوہ خندق کے ساتھ ہی غزوہ بنی قریظہ ہوا۔ اس کا قصہ یہ ہوا کہ جب آپ ﷺ غزوہ احزاب کی فتح کے بعد دولت خانہ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نہا رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا: خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ فوراً بنی قریظہ پر چڑھائی کیجئے۔ آپ ﷺ نے اسی وقت لشکر روانہ کیا اور لشکر کے ساتھ بنی قریظہ کا محاصرہ فرمایا: انہوں نے گھبرا کر درخواست کی: ہم اس شرط پر ہتھیار ڈالتے ہیں کہ سعد بن معاذ ہمارے لئے جو بھی فیصلہ کریں ہمیں منظور ہوگا۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ قبیلہ اوس میں سے تھے جو بنی قریظہ کے حلیف تھے۔ بنی قریظہ نے خیال کیا کہ حلیف ہونے کی وجہ سے رعایت کریں گے۔ انہوں نے فیصلہ فرمایا کہ ان کے مرد قتل کر دیئے جائیں، عورتیں اور لڑکے لونڈی غلام بنا لئے جائیں اور مال و جائداد سب ضبط کر لی جائے۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔

(۷) ابو رافع کا قتل: اسی زمانہ میں ابو رافع یہودی قتل کیا گیا۔ یہ بڑا مالدار تاجر تھا۔ اور خیبر کے قریب ایک حویلی میں رہا کرتا تھا۔ لشکروں کو لڑائی کے لئے تیار کرنے میں یہ بھی شریک تھا۔ آپ ﷺ نے عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو چند انصاریوں پر امیر بنا کر اس کو قتل کرنے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے رات کو اس کو قتل کر دیا۔

(۸) غزوۂ عسفان: خندق اور قریظہ کے بعد غزوہ عسفان ہوا جس کی متعیّن تاریخ نہیں ملی۔

(۹) صلوٰۃ الخوف کا حکم: اسی غزوہ عسفان میں "صلوٰۃ الخوف" نازل ہوئی۔

(۱۰) سریہ خبط: اس غزوہ عسفان کے بعد سریہ خبط ہوا۔ خبط جھڑے ہوئے پتوں کو کہتے ہیں۔ صحابہ نے بھوک کی شدت کی وجہ سے پتے جھاڑ جھاڑ کر کھائے تھے۔ اس لئے اس کا یہ نام پڑ گیا۔ مدینہ سے پانچ دن کی مسافت پر ساحل سمندر کے قریب جہینہ ایک قبیلہ ہے۔ قبیلہ جہینہ سے مقابلے کے لئے حضرت ابو عبیدہ کو تین سو مہاجرین کے ساتھ بھیجا تھا۔ اسی سفر میں ایک مچھلی دریا کی موج سے کنارہ پر آگئی تھی۔ جو بہت بڑی تھی۔ اس غزوہ کا نام غزوہ سیف البحر بھی ہے۔ بعض روایت میں ہے کہ یہ لشکر قریش کے قافلے کو روکنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔

(۱۱) آیت حجاب: اس سال یا بعض کے قول کے مطابق اس سے پہلے سال میں پردہ کی آیت نازل ہوئی۔

ہجرت کا چھٹا سال

اس سال ۱۲۸ اہم واقعات ہوئے۔

(۱) غزوۂ بن لحیان: غزوہ بنی قریظہ کے چھ مہینہ بعد آپ ﷺ بنی لحیان کی طرف غزوہ کے ارادے سے گئے۔ وہ لوگ یہ خبر سن کر پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ آپ ﷺ نے وہاں دو دن قیام فرمایا اور فوج کے دستے چاروں طرف بھیجے مگر وہ لوگ ہاتھ نہیں آئے۔ آپ ﷺ چودہ دن قیام فرمانے کے بعد مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

(۲) سریہ نجد: اس کے بعد سریہ نجد ہوا آپ نے ایک لشکر نجد کی جانب بھیجا۔ وہ بنی حنیفہ کے رئیس ثمامہ بن اُثال کو پکڑ لائے۔ وہ گفتگو کے بعد مسلمان ہو گئے۔

(۳) صلح حدیبیہ: اسی سال ذیقعدہ میں قصہ حدیبیہ ہوا۔ آپ ﷺ نے خواب

دیکھا کہ آپ مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ ادا کیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے یہ خواب بیان کیا۔ صحابہ تو مکہ کے شوق اور تمنا میں بے قرار تھے۔ خواب سن کر سفر کی تیاری شروع کر دی۔ آپ ﷺ صحابہ کے ساتھ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ مکہ کے قریب پہنچ گئے۔ قریش نے آپ ﷺ کے آنے کی خبر سن کر کہا: ہم آپ کو مکہ میں ہرگز نہ آنے دیں گے۔

آپ ﷺ نے وہاں سے لوٹ کر حدیبیہ نامی کنویں کے پاس میدان میں قیام فرمایا۔ پھر ایک لمبا قصہ ہے جو بخاری میں ہے۔ آخر کار اس بات پر صلح ہوئی کہ اگلے سال آ کر عمرہ کریں اور تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں۔ صلح کی مدت دس سال طے ہوئی۔ اس عرصہ میں آپس میں لڑائی نہ ہوگی۔ نہ قریش کے حلیفوں سے آپ ﷺ لڑیں اور نہ آپ ﷺ کے حلیفوں سے قریش لڑیں۔ اس طرح آپس میں عہد کرنے کو حلیف کہتے ہیں۔

مدینہ میں بنی بکر اور بنی خزاعہ دو قبیلے تھے۔ قبیلہ خزاعہ نے آپ کے ساتھ عہد کیا اور بنی بکر نے قریش کے ساتھ عہد کیا۔ آپ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

(۴) ایک لشکر کی روانگی: واقدی نے اسی سال حدیبیہ سے پہلے چند سرایا ذکر کئے ہیں۔ مثلاً ربیع الاول یا ربیع الثانی میں عکاشہ بن محصن کو چالیس آدمیوں کے ساتھ غمر کی طرف بھیجا۔ وہ لوگ یہ خبر سن کر بھاگ گئے۔ ان کے دو سو اونٹ مسلمانوں کے ہاتھ آئے جن کو لے کر وہ مدینہ آگئے۔

(۵) ایک لشکر کی روانگی: ابو عبیدہ بن الجراح کو ذی القصہ کی طرف بھیجا۔ وہ لوگ بھی بھاگ گئے ایک شخص ہاتھ آیا وہ مسلمان ہو گیا۔ محمد بن مسلمہ کو دس آدمیوں کے ساتھ جب مسلمان سو گئے تو اچانک آ کر ان سب کو قتل کر دیا۔ صرف محمد بن مسلمہ زخمی ہو کر واپس لوٹے۔

(۶) **سریہ جموم:** اسی سال زید بن حارثہ کا سریہ جموم کی طرف روانہ ہوا۔ کچھ قیدی اور مویشی ہاتھ آئے۔ جمادی الاولیٰ میں یہی زید بن حارثہ پندرہ آدمیوں کے ساتھ طرف (مدینہ سے چھتیس میل دور چشمہ ہے) کی طرف روانہ کئے گئے۔ بیس اونٹ ہاتھ آئے۔ اسی مہینے میں یہی زید عیص کی جانب بھیجے گئے۔

(۷) **حضرت زینبؓ کے شوہر ابوالعاص کا اسلام:** ابوالعاص بن ربیع آپ ﷺ کے داماد یعنی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر قریش کا مال تجارت شام سے لے کر آرہے تھے۔ وہ سب لے لیا گیا۔ ابوالعاص نے مدینہ میں آکر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ لی اور درخواست کی کہ یہ مال مجھ کو واپس کرادو۔ حضور ﷺ نے سب مسلمانوں سے اجازت لے کر واپس کرادیا۔ انہوں نے مکہ میں آکر سب کی امانتیں ادا کیں اور مسلمان ہوگئے۔ مگر زاد المعاد میں ہے کہ یہ قصہ حدیبیہ کے بعد ہوا ہے۔ ابوالعاص کا مال ابوبصیر نے لے لیا تھا پھر انہوں نے ہی آپ ﷺ کے ارشاد کی خبر سن کر مال واپس کیا تھا۔

(۸) **سریہ دومۃ الجندل:** اسی سال شعبان میں عبدالرحمٰن بن عوف کا سریہ دومۃ الجندل کی طرف بھیجا گیا تھا۔ وہ لوگ مسلمان ہوگئے۔

(۹) **واقعہ عرینین:** اسی سال شوال میں کرز بن خالد کے سریہ کو عرینین کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ بیس آدمی بھیجے تھے۔ وہ لوگ پکڑے گئے اور قتل کئے گئے۔ جیساکہ حدیثوں میں ہے۔ ان سب کے بعد صلح حدیبیہ ہوئی۔

(۱۰) **غزوۂ غابہ:** حدیبیہ کے بعد غزوہ غابہ ہوا جس کا نام غزوہ ذی قرد بھی ہے۔ یہ ذی قرد ایک تالاب ہے اور غابہ مدینہ کے قریب ایک جگہ ہے۔ یہاں آپ ﷺ کے کچھ اونٹ چر رہے تھے۔ عبدالرحمٰن فزاری چرواہے کو قتل کر کے اونٹ لے گیا۔

آپ ﷺ کچھ آدمیوں کو ساتھ لے کر تشریف لے گئے۔ سلمہ بن اکوع نے اس دن بہت کام کیا۔ انہوں نے ان لوگوں کو ذی قرد تک بھگایا اور سارے اونٹ چھڑا کر لے آئے۔

(۱۱) **غزوۂ خیبر:** حضور ﷺ حدیبیہ سے واپس آکر بیس روز تقریباً ٹھہرے تھے کہ غزوہ خیبر ہوا۔ آپ ﷺ صبح کو خیبر پہنچے۔ وہ لوگ صبح زراعت کا سازو سامان لے کر نکلے ہی تھے کہ آپ ﷺ کو دیکھ کر قلعہ میں گھس گئے اور دروازہ بند کرلیا۔ آپ ﷺ نے محاصرہ کیا۔ خیبر میں سات قلعے تھے۔ باری باری سارے قلعے فتح ہوگئے۔ فتح ہونے کے بعد آپ ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو جلاوطنی کا حکم دیا۔ ان کے اموال، باغ اور زمین سب ضبط کرلئے۔ یہود نے عرض کیا: آپ کو یہاں کھیتی کے لئے مزدوروں کی ضرورت ہوگی۔ اگر آپ ہم کو جلاوطن نہ کریں تو یہ کام ہم کریں گے۔ آپ ﷺ نے ان کی یہ بات قبول فرمالی اور ارشاد فرمایا: جب تک ہم چاہیں تمہیں رکھیں گے اور جب چاہیں نکال دیں گے۔ کھیتی کرنے کے لئے ان کو رکھا اور مزدوری آدھی پیداوار طے فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خلافت کے زمانے میں جزیرۂ عرب کو کفار سے خالی کرنا چاہا تو خیبر کے یہودیوں کو بھی نکال دیا۔ وہ سب شام چلے گئے۔

(۱۲) **اہل فدک سے صلح:** خیبر کے قریب ہی فدک ایک جگہ تھی۔ وہاں کے لوگوں نے آپ سے اس طرح صلح کی کہ فدک کی آدھی زمین آپ ﷺ کو دیں گے اور آدھی اپنے پاس رکھیں گے۔ آپ ﷺ نے قبول فرمالیا۔

(۱۳) **ام المؤمنین حضرت صفیہ سے نکاح:** مال غنیمت میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سے لے کر آزاد کر کے ان سے نکاح فرمایا۔

(۱۴) مہاجرین حبشہ کی مدینہ آمد: آپ ﷺ خیبر ہی میں تشریف فرما تھے۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ دوسرے مہاجرین حبشہ کے ساتھ وہیں تشریف لائے۔ انہی کے ساتھ کشتی پر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ اشعریین کے ساتھ آئے۔

(۱۵) آپ ﷺ کو زہر دیا جانا: خیبر ہی میں ایک یہودی عورت نے آپ کو دست کے گوشت میں زہر ملا کر دیا۔ آپ نے ایک لقمہ منہ میں رکھا۔ اور فرمایا: اس دست نے مجھ سے کہا ہے کہ مجھ میں زہر ملا ہوا ہے۔

(۱۶) گدھے کے گوشت اور متعہ کی حرمت: اسی غزوہ میں گدھے کے گوشت اور متعہ کی ممانعت فرمائی۔ متعہ غزوہ اوطاس میں دوبارہ مباح ہوا دوبارہ حرام ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: متعہ قیامت تک کے لئے حرام ہے۔ (صحیح مسلم)

(۱۷) وادی القریٰ کی فتح: وادی القریٰ میں کچھ یہودی اور کچھ عرب تھے۔ آپ ﷺ خیبر سے فارغ ہونے کے بعد وادی القریٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہ بھی جنگ کے بعد فتح ہوا۔ آپ ﷺ نے وادی القریٰ میں چار دن قیام فرمایا۔ جب تیماء کے یہودیوں کو یہ خبریں پہنچیں تو انہوں نے آپ ﷺ سے صلح کر لی اور ان کا مال و دولت ان ہی قبضہ میں رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر اور فدک کے یہودیوں کو نکالا تھا۔ تیماء اور وادی القریٰ کے یہودیوں کو اس لئے نہیں نکالا کہ یہ جگہ شام کے علاقے میں ہے۔

خیبر سے واپس تشریف لانے کے بعد آپ شوال ۷ھ تک کہیں تشریف نہیں لے گئے۔ اس مدت میں مختلف سرایا روانہ فرمائے۔

(۱۸) سریہ ابی بکر: سریہ ابی بکر رضی اللہ عنہ بنی فزارہ کے مقابلے کے لئے نجد بھیجا۔

(۱۹) سریہ عمر: سریہ عمر رضی اللہ عنہ ہوازن کی طرف بھیجا۔

(۲۰) سریہ عبداللہ بن رواحہ: سریہ عبداللہ بن رواحہ بشیر بن دارام یہودی کی طرف بھیجا۔

(۲۱) سریہ بشیر بن سعد: سریہ بشیر بن سعد بنی مرہ کی طرف بھیجا۔

(۲۲) ایک سریہ: ایک سریہ قبیلہ جہینہ کے قبیلے حرقات کی طرف بھیجا۔

(۲۳) سریہ غالب بن عبداللہ: سریہ غالب بن عبداللہ کلبی بن الملوح کی طرف۔

(۲۴) سریہ بشیر بن سعد: سریہ بشیر بن سعد یمن کی ایک جماعت عیینہ، غطفان۔ حیان کی طرف بھیجا۔

(۲۵) سریہ ابی حدرد اسلمی: سریہ ابی حدرد اسلمی۔

(۲۶) ایک سریہ: ایک سریہ اِضم (مقام) کی طرف بھیجا۔

(۲۷) سریہ عبداللہ بن حذافہ: سریہ عبداللہ بن حذافہ سہمی۔

خیبر کے بعد ایک غزوہ ذات الرقاع ہوا۔ اس میں غطفان سے مقابلہ ہوا۔ اس غزوہ کو غزوہ نجد اور غزوہ بنی انمار بھی کہتے ہیں۔

(۲۸) قحط سالی: اسی سال رمضان میں قحط پڑا۔ آپ ﷺ کی دعا سے بارش ہوئی۔ (اور قحط ختم ہو گیا)۔

ہجرت کا ساتواں سال

اس سال ۱۲ اہم واقعے ہوئے۔ مندرجہ بالا بعض سرایا اسی سال ہوئے لیکن تاریخ

معلوم نہ ہونے کی وجہ سے سب کو خیبر کے بعد ذکر کر دیا۔

(۱) عمرۃ القضاء: اس سال ذیقعدہ میں عمرۃ القضاء ہوا۔ صلح حدیبیہ میں جو شرط طے ہوئی تھی اس کے مطابق حدیبیہ کے ایک سال بعد ذیقعدہ میں آپ ﷺ عمرۃ القضاء کے لئے صحابہ کے ساتھ تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے حکم فرمایا: حدیبیہ کے سفر میں جو ساتھ تھے وہ ضرور چلیں۔ مکہ پہنچ کر عمرہ کیا۔

(۲) ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث ؓ سے نکاح: مکہ میں حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ تیسرے دن شرط کے کے مطابق مدینہ روانہ ہوئے۔ روانگی کے وقت حضرت حمزہ کی بچی آپ ﷺ کے پیچھے پکارتی ہوئی آئی۔ آپ ﷺ نے اس کو اس کی خالہ کے سپرد کر دیا جو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔

ہجرت کا آٹھواں سال

اس سال ۱۰ اہم واقعے ہوئے۔

(۱) غزوۂ موتہ: اس سال جمادی الاولی میں غزوہ موتہ ہوا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ آپ ﷺ کے ایک قاصد حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا نامہ مبارک بصری کے حاکم کے پاس لے جا رہے تھے۔ راستے میں شام کے شہر موتہ کے حاکم جس کا نام شرحبیل بن عمرو غسانی تھا قاصد کو قتل کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس قاتل کے مقابلے کے لئے تین ہزار کا لشکر بھیجا۔ حضرت زید بن حارثہ کو امیر بنایا اور فرمایا: اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب کو امیر بنائیں اور اگر وہ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ کو اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمانوں میں سے کسی مسلمان کو امیر بنائیں۔ چنانچہ سب اسی ترتیب سے شہید ہوئے۔ پھر مسلمانوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن الولید کو

امیر بنایا اور فتح ہوئی۔

(۲) غزوۂ ذات السلاسل: اسی سال جمادی الاخری میں غزوہ ذات السلاسل ہوا یہ وادی القری کے آگے ہے۔ یہاں سے مدینہ منورہ دس دن کی مسافت پر ہے۔ آپ ﷺ نے سنا تھا کہ قبیلہ قضاعہ کی ایک جماعت مدینہ کی طرف حملے کے لئے آرہی ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو تین سو آدمی کے ساتھ اس طرف روانہ کیا۔ پھر آپ ﷺ کو خبر ملی کہ دشمنوں کی تعداد زیادہ ہے تو دو سو آدمیوں کو حضرت عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیج دیا۔ ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ لوگ جا رہے تھے راستے میں کچھ لٹیروں کے لشکر ملے۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا تو سب بھاگ کر الگ الگ ہو گئے۔ اس لشکر نے ایک جگہ پانی کے قریب پڑاؤ ڈالا جس جگہ کا نام سلسل تھا۔ اسی وجہ سے اس غزوہ کا نام ذات السلاسل ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ سلاسل سلسلہ وار ریت کو کہتے ہیں وہ زمین ایسی ہی تھی۔

(۳) غزوۂ ذی الخلصہ: بخاری میں غزوہ ذات السلاسل سے پہلے غزوہ ذی الخلصہ کا بھی ذکر ہے۔ جس میں آپ ﷺ نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو قبیلے کے ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ ایک مکان گرانے کے لئے بھیجا تھا۔ جو یمن کے قبیلہ خثعم نے خانہ کعبہ کے نام سے بنایا تھا۔

(۴) فتح مکہ: اسی سال رمضان میں مکہ فتح ہوا۔ یہ ایک بڑی فتح ہے۔ اسلام کی عزت کا سبب اور دین کے پھیلنے کے لئے چابی ہے۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ میں قبیلہ خزاعہ کے لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے معاہدہ کیا اور بنی بکر والوں نے قریش سے معاہدہ کیا۔ یہ دونوں قبیلے (خزاعہ اور بنی بکر) آپس میں لڑ پڑے۔ اس میں زیادتی بنی بکر کی تھی انہوں نے خزاعہ پر رات کو حملہ کیا۔ قریش نے ان کی چھپ کر مدد

بھی کی۔ آپ ﷺ نے قریش کی اس عہد شکنی کی خبر سن کر مکہ پر لشکر کشی فرمائی۔ مہاجرین وانصار اور عرب کے دوسرے قبیلوں کے ساتھ کوچ فرمایا۔ بارہ ہزار آدمی لشکر میں تھے۔

مبارک لشکر مکہ میں داخل ہوا تو خوب لڑائی ہوئی اور بہت کفار مارے گئے۔ بڑے بڑے قریش کے سردار شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جو حاضر ہوئے ان کی جان بخشی فرمائی گئی۔ اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھوڑی دیر کے لئے حرم میں قتال کی اجازت ہوئی تھی آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کے بتوں کو خود ختم کیا۔ بعض بت مکہ کے اطراف میں تھے۔ ان کے توڑنے کے لئے چھوٹے چھوٹے لشکر روانہ فرمائے۔

چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو قریش اور کنانہ کے بت عزیٰ، حضرت عمر بن العاص کو ہذیل کے بت سواع اور حضرت سعد بن زید اشہلی کو مشلل میں قدیم مقام کے قریب اوس وخزرج کے بت مناۃ کو توڑنے کے لئے بھیجا۔ اور یہ سب اپنا کام کر کے واپس آگئے۔ آپ ﷺ نے مکہ میں قیام کے زمانہ ہی میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بنی خزیمہ کی طرف اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجا۔

(۵) غزوۂ حنین: فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین ہوا اس کو غزوہ اوطاس بھی کہتے ہیں۔ یہ دونوں جگہیں مکہ اور طائف کے درمیان ہیں۔ اس غزوہ کو غزوہ ہوازن بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ قبیلہ ہوازن کے لوگ آپ ﷺ سے لڑنے کے لئے آئے۔ آپ ﷺ بارہ ہزار کا لشکر لے کر ان پر حملے کے لئے نکلے۔ لڑائی شروع ہوئی درمیان میں مسلمانوں کو پریشانی ہوئی لیکن آخر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ یہ واقعہ حنین میں ہوا۔ پھر کفار حنین سے بھاگ کر اوطاس میں جمع ہوگئے۔ لشکر اسلام کے حملے سے وہاں بھی شکست پائی۔

(۶) محاصرۂ طائف: شوال کے مہینے میں آپ ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا۔

وہاں قبیلہ بنی ثقیف کے لوگ رہتے تھے۔ یہ لوگ اوطاس سے بھاگ کر طائف کے قلعے میں پناہ گزیں ہوگئے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں ابھی اس کی فتح کا وقت نہیں آیا تھا اس لئے آپ ﷺ نے محاصرہ اٹھالیا اور واپس تشریف لے آئے۔ لات بت ان کے پاس تھا وہ بھی توڑا گیا۔

(۷) ایک غزوہ: محرم کے مہینے میں عیینہ بن حصن فزاری رضی اللہ عنہ کو پچاس سوار کے ساتھ بنی تمیم کی طرف غزوہ کے لئے بھیجا۔ وہ لوگ مقابلے سے بھاگ گئے کچھ مرد اور کچھ عورتیں گرفتار ہوئے اور مدینہ لائے گئے پھر ان کے چند سردار اقرع بن حابس وغیرہ مدینہ آئے۔ سرداروں سے شعر و نظم کا مقابلہ ہوا پھر وہ مسلمان ہوگئے۔ آپ ﷺ نے ان کو خوب عطیہ دیا۔

(۸) ایک لشکر کی روانگی: صفر میں قطبہ بن عامر کو خثعم کی طرف بھیجا۔ وہاں لڑائی بھی ہوئی پھر کچھ مال غنیمت لے کر مدینہ آگئے۔

(۹) آپؐ کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش: اسی سال حضور اقدس ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔

(۱۰) بی بی زینبؓ کی وفات: آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی۔

ہجرت کا نواں سال

اس سال ۱۹ اہم واقعات ہوئے۔

(۱) ایک لشکر کی روانگی: ربیع الاول میں ایک لشکر ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بنی کلاب کی طرف بھیجا۔ وہاں لڑائی کے بعد کفار کو شکست ہوئی۔

(۲) ایک لشکر حبشہ کی طرف: ربیع الثانی میں علقمہ بن مجزز مدلجی کو حبشہ کی طرف بھیجا۔ کفار بھاگ گئے۔

(۳) ایک لشکر کی روانگی: ایک لشکر عبید اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ کیا۔

(۴) ایک لشکر کی روانگی: اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قبیلہ طی میں ایک بت خانہ گرانے کے لئے بھیجا۔ حاتم طائی اسی قبیلہ سے تھا۔ چنانچہ وہ بت خانہ گرادیا گیا اور کچھ قیدی پکڑے گئے۔ حاتم کے بیٹے عدی بھاگ گئے اور ان کی بہن قید کی گئی آپ ﷺ نے ان کی بہن کو اس کی درخواست پر رہا کردیا اور سواری بھی دی۔ اس نے عدی سے جاکر تعریف کی۔ عدی آئے اور مسلمان ہوگئے۔

(۵) غزوۂ تبوک: رجب میں غزہ تبوک ہوا۔ یہ شام کے اطراف میں ایک جگہ کا نام ہے اس کو غزوہ عسرت بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ تنگی کے دنوں میں اس کی تیاری ہوئی تھی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ آپ ﷺ کو خبر پہنچی کہ روم کا بادشاہ ہرقل آپ ﷺ سے لڑنے کے لئے لشکر لا رہا ہے۔ آپ ﷺ نے مناسب سمجھا کہ خود اس پر لشکر لے کر جائیں۔ قبائل عرب کو کہلا بھیجا۔ بہت سارے آدمی جمع ہوگئے۔ تیس ہزار آدمی اس غزوہ میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ لشکر کے ساتھ تبوک بھی پہنچے اور وہیں ٹھہرے۔ ہرقل نے ڈر کے مارے لڑائی نہ کی اور ادھر نہ آیا کیونکہ وہ آپ ﷺ کو سچا نبی سمجھتا تھا۔ آپ ﷺ نے آس پاس کے علاقوں میں لشکر بھیجے۔

(۶) ایک لشکر کی روانگی: حضرت خالد بن ولید کو دومۃ الجندل کے حاکم اکیدر کے پاس بھیجا وہ اس کو گرفتار کرکے لائے۔ بعض نے لکھا ہے کہ اس نے کچھ نذرانہ مقرر کردیا اور چھوڑ دیا گیا۔ بعض نے کہا کہ مسلمان ہوگیا۔ جب آپ ﷺ کو ٹھہرے

ہوئے دو مہینے ہوگئے تو آپ ﷺ صحابہ سے مشورہ کرکے مدینہ واپس لوٹ آئے۔

(۷) مسجد ضرار کے گرانے کا واقعہ: اسی زمانہ میں مسجد ضرار کے گرانے کا واقعہ ہوا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ قبیلہ خزرج میں ابوعامر نامی ایک مفسد راہب تھا۔ کتابیں پڑھ کر عیسائی ہوگیا۔ آپ ﷺ کے آنے سے پہلے آپ ﷺ کے متعلق خبریں دیا کرتا تھا کہ ایک نبی آنے والے ہیں۔ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حسد کی وجہ سے مسلمان نہ ہوا۔ آپ ﷺ کی دشمنی میں سرگرم رہتا تھا۔ غزوہ بدر کے بعد مدینہ سے بھاگ کر قریش کے ساتھ جاملا۔ احد میں آیا پھر روم چلا گیا تاکہ بادشاہ روم کا لشکر آپ ﷺ پر لڑائی کے لئے لائے۔ اس کی یہ ترکیب بھی ناکام ہوگئی تو مدینہ میں منافقین کو کہلا بھیجا کہ ایک مسجد بنائیں جو مشورہ کی جگہ ہوگی۔ تو انہوں نے تبوک کے سفر سے پہلے مسجد قبا کے ساتھ ہی وہ مسجد بنائی۔ آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ اس میں چل کر نماز پڑھ لیں۔ غرض یہ تھی کہ آپ ﷺ کے نماز پڑھنے سے مسجد آباد ہوجائے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس وقت جہاد کے لئے جا رہا ہوں واپس آکر دیکھا جائے گا۔ آپ ﷺ کے واپس آنے کے بعد ان لوگوں نے پھر درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کے اس دھوکے کے بارے میں خبر دی اور یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ والذین اتخذو امسجدا ضرارا۔ الآیۃ آپ ﷺ نے اس کو کھدوا ڈالا اور جلا دیا۔

(۸) فرضیت حج: اسی سال حج فرض ہوا۔ تعلیم، وفود کی ہدایت اور دوسرے غزوات کے انتظام کرنے کی وجہ سے خود تشریف نہ لے جاسکے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر الحاج مقرر کرکے مکہ روانہ کیا تاکہ لوگوں کو اسلام کے احکام کے مطابق حج کرا دیں۔ سورہ برأت نقض عہد کے احکام سنانے کے لئے ان کے ساتھ کر دی۔ بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا کیونکہ عرب کی عادت ہے کہ عہد کے بارے میں رشتہ

داروں ہی کا پیغام قبول کرتے ہیں۔ (کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے رشتہ دار تھے) ان احکام کی تفصیل سورۃ برأت میں ہے۔

⑨ بی بی ام کلثوم رضؓ کا انتقال: اسی سال آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا۔

ہجرت کا دسواں سال

اس سال دو اہم واقعے ہوئے۔

① حجۃ الوداع: اس سال آپ ﷺ خود حج کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے ایسی باتیں فرمائیں جیسے وداع (رخصت) کرنے والا کرتا ہے لہٰذا یہ حجۃ الوداع کہلاتا ہے۔ آپ ﷺ کے حج کی خبر سن کر مسلمان جمع ہونے شروع ہوئے۔ ایک لاکھ سے زیادہ آدمی جمع ہوگئے اسی حج میں عرفہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی الیوم اکملت لکم دینکم کہ "آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمّل کر دیا ہے" اسی حج سے واپس ہوتے ہوئے غدیر خم نامی ایک جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت کی تاکید کے لئے خطبہ ارشاد فرمایا: کیونکہ بعض لوگوں نے جو یمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے بلاوجہ آپ ﷺ سے ان کی شکایتیں کی تھیں۔ پھر آپ ﷺ مدینہ پہنچ کر ہدایت اور مخلوق کی رہنمائی اور اللہ کی عبادت میں مشغول ہوگئے۔

② آپ ﷺ کا وصال: ربیع الاول میں آپ ﷺ نے سفر آخرت اختیار فرمایا۔

من القصیدۃ فی غزواتہ صلی اللہ علیہ وسلم

مَا زَالَ یَلْقَا هُمْ فِیْ کُلِّ مُعْتَرِكٍ   حَتّٰی حَکَوْا بِالْقَنَا لَحْمًا عَلٰی وَضَمٍ

یَجُرُّ بَحْرَ خَمِیْسٍ فَوْقَ سَابِحَةٍ   تَرْمِیْ بِمَوْجٍ مِنَ الْاَبْطَالِ مُلْتَطِمِ
هُمُ الْجِبَالُ فَسَلْ عَنْهُمْ مُصَادِمَهُمْ   مَاذَا رَاٰی مِنْهُمْ فِیْ کُلِّ مُصْطَدَمِ
وَسَلْ حُنَیْنًا وَّسَلْ بَدْرًا وَّسَلْ اُحُدًا   فُصُوْلَ حَتْفٍ لَهُمْ اَدْهٰی مِنَ الْوَخِمِ
وَمَنْ یَکُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ   اِنْ تَلْقَهُ الْاُسْدُ فِیْ اٰجَامِهَا تَجِمِ

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

❶ آپ کفار سے ہر میدان جنگ میں لڑتے رہے یہاں تک کہ وہ مجاہدین کے نیزوں کی وجہ سے اس بے حس و حرکت گوشت کی طرح ہوگئے جو قصاب کے تختہ پر رکھا ہوتا ہے۔

❷ دین اسلام تیز و نرم رفتار گھوڑوں پر سوار دریائے لشکر کو کھینچ رہا ہے ایسی حالت میں کہ دریا دلیروں کی موجیں جو آپس میں ملی ہوتی ہیں پھینک رہا ہے (دلیروں کی صفیں ایک دوسرے سے ٹکرا رہی ہیں)۔

❸ لشکر اسلام (ثبات قدم میں) پہاڑوں کی مانند ہے۔

❹ (اگر تجھ کو میرے قول کا یقین نہیں آتا تو) ان کا حال (وکیفیت استقلال) ان کے مقابل سے دریافت کر لے کہ اس نے ان کا ہر جنگ میں کیا حال دیکھا، اور ان کا حال مقامات جنگ سے (حنین سے اور بدر سے احد سے کفار کے انواع موت کو پوچھ لے جو نقصان میں ان کے حق میں وباء سے بھی زیادہ سخت ہے۔

❺ اور جس کی نصرت بذریعہ رسول ﷺ ہوگی اگر اس کو شیر اپنی کچھار (شیر کی رہنے کی جگہ) میں ملیں تو وہ دم بخود رہ جائیں۔

—— اٹھارہویں فصل ——

وفود کے بیان میں

عرب کے دل میں خانہ کعبہ کی بہت عظمت تھی اور چند دن پہلے اصحاب فیل کا واقعہ ہوا تھا جس سے ان کے دل میں خانہ کعبہ کی عظمت مزید بڑھ گئی تھی۔ لہٰذا عرب کا یہ اعتقاد تھا کہ باطل والے خانہ کعبہ پر کبھی غالب نہیں آسکیں گے۔ فتح مکہ کے بعد تمام عرب کو اسلام کی حقیقت کا اعتقاد ہوا۔ (کہ اہل اسلام کعبہ پر غالب آگئے جس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ حق پر ہیں ورنہ کبھی غالب نہ آتے۔) اہل عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے۔ گاؤں اور قبیلوں کے لوگ مسلمان ہوگئے۔ یہ لوگ چند آدمی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں اسلام کے احکامات سیکھنے کے لئے بھیجتے تھے۔ جو لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے وہ وفد کہلاتے تھے۔ وفود وفد کی جمع ہے جس سال میں وفد بہت کثرت سے آئے (یعنی ۹ھ) وہ عام الوفود کہلاتا ہے (یعنی وفود کا سال)۔ آپ ﷺ وفود کی بہت خاطرداری اور عزت کرتے اور ان کو انعام دے کر رخصت کرتے تھے۔ نیز عام اہل عرب اس کے بھی منتظر تھے کہ آپ ﷺ کی قوم کے ساتھ آپ ﷺ کا معاملہ کیا ہوتا ہے۔ قریش کے اسلام قبول کرنے سے بھی دوسرے لوگ نرم ہوگئے۔ اکثر وفود تبوک کے بعد حاضر ہوئے۔

اب چند وفود کا ذکر صرف فہرست کے طور پر کیا جاتا ہے۔

① وفد ثقیف! یہ لوگ خود حاضر ہو کر مسلمان ہوگئے۔ آپ ﷺ غزوہ تبوک سے رمضان میں واپس آئے تھے۔ اسی مہینے میں یہ لوگ حاضر ہوئے تھے۔

② وفد بنی تمیم! جن کا ذکر غزوہ طائف کے بعد گزرا ہے کہ اقرع بن حابس وغیرہ حاضر

ہوئے تھے۔

③ وفد طی! غزوہ تبوک سے پہلے ذکر ہوا ہے کہ عدی حاضر ہو کر مسلمان ہوگئے۔

④ وفد عبد القیس۔

⑤ وفد بنی حنیفہ! ان میں مسیلمہ کذاب بھی آیا تھا اور ان میں کچھ لوگ مسلمان ہونے کے بعد پھر مرتد ہوگئے تھے۔ یہ لوگ ۱۰ھ کے آخر میں آئے تھے۔

⑥ دوسرا وفد طی! ان میں زید خیل آئے تھے۔

⑦ وفد کندہ! ان میں اشعث بن قیس بھی تھے۔

⑧ وفد اشعریین واہل یمن۔

⑨ وفد ازدان میں صرد بن عبد اللہ بھی آئے تھے۔

⑩ وفد بنی الحارث بن کعب! ربیع الثانی یا جمادی الاولی ۱۰ھ میں۔

⑪ وفد ہمدان۔

⑫ وفد مزینہ۔

⑬ وفد دوس۔

⑭ وفد نجران۔

⑮ وفد بنی سعد بن بکر یہ! آنے والے ضمام بن ثعلبہ تھے۔

⑯ طارق بن عبد اللہ اپنی قوم کے ساتھ۔

⑰ وفد تحبیب۔

⑱ بنی سعد ہذیم کا وفد قبیلہ قضاعہ سے۔

⑲ تبوک کے بعد بنی فزارہ کا وفد۔

⑳ وفد بن اسد۔

㉑ وفد بہراء۔

㉒ وفد عذرہ صفر ۹ھ میں۔

(۲۳) وفد بلی ۹ھ ربیع الاول میں۔

(۲۴) وفد ذی مرہ۔

(۲۵) وفد خولان شعبان ۱۰ھ میں۔

(۲۶) وفد محارب حجۃ الوداع کے سال میں۔

(۲۷) وفد صداء ۸ھ میں۔

(۲۸) غسان کا وفد ۱۰ھ رمضان میں۔

(۲۹) شوال ۱۰ھ میں سلامان کا وفد۔

(۳۰) بنی عبس کا وفد۔

(۳۱) دوسرا وفد ازدان میں سوید بن الحارث آئے تھے۔

(۳۲) بنی منتفق کا وفد۔

(۳۳) نخع کا وفد اور آیا یہ آخری وفد ہے۔ کذا فی زاد المعاد۔

من القصیدۃ

يَا خَيْرَ مَنْ يَّمَّمَ الْعَافُوْنَ سَاحَتَهٗ   سَعْيًا وَّفَوْقَ مُتُوْنِ الْاَيْنُقِ الرُّسُمِ

وَمَنْ هُوَ الْاٰيَةُ الْكُبْرٰى لِمُعْتَبِرٍ   وَمَنْ هُوَا النِّعْمَةُ الْعُظْمٰى لِمُغْتَنِمٍ

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

ترجمہ: اگر نجران کو اسلام نہ لانے کی وجہ سے نکال دیا جائے اور ازد اور طے کے دونوں وفدوں کے مجموعہ کو ایک حکم میں رکھا جائے تو تیس ہوتے ہیں۔ اے بہترین ان کے سائل کو دوڑتے ہوئے اور تیز رو اونٹیوں کی پشت پر سوار ہو کر ان کی درگاہ کا قصد کرتے ہیں (جیسے وفد آتے تھے)

انیسویں فصل

حکام اور اہلکاروں کو معین فرمانے کے بیان میں

جن ممالک میں مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا، ان میں ملکی انتظامات اور صدقات اور جزیہ وصول کرنے کے لئے کن کے لوگوں مقرر فرمایا۔

(۱) مہاجر عن ابی امیہ بن المغیرہ کو صنعاء (یمن) میں۔

(۲) زیاد بن لبید انصاری کو حضرموت میں۔

(۳) عدی کو قبیلہ طی اور بنی اسد میں۔

(۴) مالک بن نویرہ یربوعی کو بنی حنظلہ میں۔

(۵) زبرقان بن بدر کو بنی سعد کے بعض علاقوں میں۔

(۶) قیس بن عاصم کو بنی سعد کے دوسرے بعض علاقوں میں۔

(۷) علاء بن حضرمی کو بحرین میں صدقات کی تحصیل کے لئے مقرر فرمایا۔

(۸) حضرت علی کو اہل نجران پر۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام)۔

(۹) عتاب بن اسید کو مکہ پر۔

(۱۰) معاذ بن جبل اور۔

(۱۱) ابو موسیٰ اشعری کو یمن پر حاکم مقرر فرمانا ثابت ہے۔

من القصیدۃ

مِنْ كُلِّ مُنْتَدِبٍ لِّلّٰهِ مُحْتَسِبٍ   يَسْطُوْ بِمُسْتَا صِلٍ لِّلْكُفْرِ مُصْطَلِمِ

حَتّٰى غَدَتْ مِلَّةُ الْاِسْلَامِ وَهِيَ بِهِمْ   مِنْ بَعْدِ غُرْبَتِهَا مَوْصُوْلَةَ الرَّحِمِ

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

① صحابہ کرام میں سے ہر ایک دعوت حق قبول کرنے والے ہیں (کہ آپ ﷺ نے جہاں بھیج دیا چلے گئے) جو (اللہ تعالیٰ کی عطاء کے) امیدوار ہیں (کہ ثواب کے لئے چلے گئے) جو ایسی تدبیر سے حملہ کرتے ہیں کہ (وہ حربہ) کفر کی جڑ اکھاڑ کر پھینک دے۔

② یہاں تک کہ ملۃ اسلامیہ اپنی غربت و کمزوری کے بعد قرابت داری سے مل گئی۔ اس حال میں کہ وہ ملت اسلامیہ ان سے ملحق و ملصق (ملی ہوئی) ہے (یعنی ایسی حمایت کی جیسے وہ ان کے قرابت دار ہوں۔ چنانچہ وہ اسلام کی خدمات بجالائے)

— بیسویں فصل —

بادشاہوں اور سلاطین کی طرف پیغام بھیجنے کے بیان میں

① اسلام کے بادشاہ ہرقل کے پاس دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ نامہ مبارک روانہ فرمایا۔ وہ دل سے حضور ﷺ کی نبوت کے یقین کر لینے کے باجود ایمان نہیں لایا تھا۔

② فارس کے بادشاہ کسریٰ کے پاس عبداللہ بن حدافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ نامۂ مبارک بھیجا۔ اس نے نامۂ مبارک کو پھاڑ دیا۔ آپ ﷺ نے نامۂ مبارک کے پھاڑنے کی خبر سن کر ارشاد فرمایا: اللہ اس کی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

③ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس عمر بن انیسہ ضمری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ نامۂ مبارک بھیجا (کذافی المواہب) یہ نجاشی وہ نہیں جس کے زمانے میں ہجرت حبشہ ہوگئی، جن پر حضور ﷺ نے نماز جنازہ پڑھی تھی۔ یہ اس نجاشی بادشاہ کے بعد بادشاہ ہوا تھا۔ اس کے اسلام کا حال معلوم نہیں ہوا۔ کذافی زادالمعاد۔

④ مصر کے بادشاہ مقوقس کے پاس حاطب ابن بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ نامہ مبارک بھیجا۔ ایمان نہیں لایا مگر ہدایا بھیجے۔

⑤ بحرین کے بادشاہ منذر بن سادی کے پاس علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ نامۂ مبارک بھیجا یہ مسلمان ہوگئے اور بدستور بر سر حکومت قائم رکھے گئے۔

⑥ عمان کے دو بادشاہ جیفر بن جلندی اور عبد بن جلندی کے پاس عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ نامہ مبارک بھیجا۔ یہ دونوں مسلمان ہوگئے۔

⑦ یمامہ کے حاکم ہوذہ بن علی کے پاس سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ نامہ

مبارک بھیجا۔ وہ مسلمان نہیں ہوا۔

⑧ دمشق کے علاقے غوطہ کے حاکم حارث بن ابی شمر غسانی کے پاس شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ حدیبیہ سے واپسی کے وقت نامہ مبارک بھیجا۔ (کذافی زاد المعاد)

⑨ جبلہ بن ایہم غسانی کے پاس شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ نامہ مبارک بھیجا۔

(کذافی سیرۃ ابن ہشام)

ان بادشاہوں کا ذکر جنہوں نے آپ ﷺ کے پاس اپنے اسلام لانے کی خبریں بھیجیں

سیرۃ بن ہشام میں ہے کہ جب آپ ﷺ تبوک سے تشریف لے آئے تو حمیر کے بادشاہوں نے ملک یمن سے اپنے اسلام لانے کی خبریں اپنے قاصدوں کے ہاتھ بھیجیں۔ ان قاصدوں کا نام یہ ہیں۔

① حارث بن عبد کلال۔

② نعیم بن عبد کلال۔

③ نعمان حاکم ذورعین و معافر و ہمدان۔

④ زرعہ ذویزن یہ سب یمن کے بادشاہ ہیں۔

⑤ فروہ بن عمرو نے جو کہ سلطنت روم کی جانب سے عامل تھا۔ اپنے اسلام لانے کی خبر قاصد کے ہاتھ بھیجی۔ رومیوں نے پہلے اس کو قید کیا اور پھر قتل کر دیا۔

(کذافی سیرۃ ابن ہشام)

⑥ یمن کا صوبہ دار باذان اپنے دونوں بیٹوں اور یمن اور فارس کے وہ لوگ جو اس کے پاس تھے ان سب کے ساتھ اسلام لایا اور اپنے اسلام کی خبر آپ ﷺ کے پاس بھیج دی۔

بخاری شرح کرمانی میں یمن کے بادشاہوں میں سے ذوالکلاع الحمیری اور ذو عمرو کا مسلمان ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہونا مذکور ہے۔ مگر آپ ﷺ کی حیات میں نہ پہنچنا لکھا ہے۔

من القصیدة

اٰیَاتُهُ الْغُرُّ لَا یَخْفٰی عَلٰی اَحَدٍ   بِدُوْنِهَا الْعَدْلُ بَیْنَ النَّاسِ لَمْ یَقُمِ

مُحَکَّمَاتٌ فَمَا یُبْقِیْنَ مِنْ شُبَهٍ   لِذِیْ شِقَاقٍ وَلَا یَبْغِیْنَ مِنْ حَکَمِ

مَا حُوْرِبَتْ قَطُّ اِلَّا عَادَ مِنْ حَرَبٍ   اَعْدَی الْاَعَادِیْ اِلَیْهَا مُلْقِیَ السَّلَمِ

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

① آپ ﷺ کے روشن احکام کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں (چنانچہ ان بادشاہوں کو وہ روشن احکام سمجھ میں آگئے اس لئے انہوں نے یا تو ان احکام کو قبول کیا یا آپ ﷺ سے مغلوب ہوئے۔ ان احکام کے بغیر لوگوں میں عدل قائم نہیں ہو سکتا۔

② وہ احکام (جھگڑالو معاملات میں) حکم اور فیصلہ کرنے والے ہیں۔ اس لئے وہ کسی مخالف کے لئے کوئی شبہ باقی نہیں رکھتے۔ اور نہ وہ احکام ایسے ہیں کہ اپنے کسی اور سے فیصلہ کروانا چاہتے ہیں۔

③ ان احکام سے جب کبھی لڑائی یعنی مقابلہ کیا گیا اس کا انجام یہی ہوا کہ دشمن سے دشمن بھی لڑائی سے باز آکر ان کی طرف صلح سپر ڈالتا ہوا نظر آیا۔ جیسا کہ سلاطین نے عجز کا اقرار کیا۔

— اکیسویں فصل —

آپ ﷺ کے بعض اخلاق، عادات اور خصائل کے بیان میں

یہ ساری فصل حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلویؒ کی کتاب شیم الحبیب کا ترجمہ ہے جس کی فصل کو ہم وصل کے نام سے لکھیں گے۔ (تاکہ کتاب کی فصل اور اس فصل کے درمیان فرق ہوجائے جس کو ہم نے بحذف تکرار نقل کیا ہے۔ اور اختصار کے لئے عربی حذف کردی ہے۔ صاحب تسہیل)

شم الطیب
(ترجمہ شیم الحبیب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا جو عربی، ہاشمی، مکی، مدنی، سردار، امین سچی خبریں دینے والے اور جس کے بارے میں سچی خبریں دی گئیں قریشی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل و اصحاب پر جو آپ ﷺ سے خاص محبت کرنے والے اور منتخب رازدار تھے رحمت نازل فرمائے۔

اس مجموعہ کی تالیف کی وجہ یہ ہے کہ جب محبت میں پریشان عاشق جس کا محبوب سے تعلق بھی ٹوٹا ہوا ہو اور محبوب سے ملاقات بھی نہ ہوتی ہو تو وہ محبوب کے گھر اور

محبوب کے خیال ہی کو یاد کرکے اپنے دل کو سمجھاتا ہے اور محبوب کے حسن و جمال سے اور اس کی صفات کو یاد کرکے ہی اپنا دل بہلاتا ہے۔

ان باتوں کے ساتھ (کہ میرا حال بھی یہی ہے) میں اس (تذکرہ نبوی ﷺ) میں حصول ثواب، عذاب سے نجات، اللہ تعالیٰ کے محبوب کی شفاعت، دعائے طالبین اور احباب کی بھی امید رکھتا ہوں۔ اور یہ امید کیسے نہ رکھوں جب کہ حسن عمل کا کوئی وسیلہ میرے پاس نہیں ہے۔ اور عمر تمام معاصی اور لغزشوں میں گذری۔ اس لئے میں نے آپ کے شمائل و مدائح و فضائل کے تذکرہ کا دامن پکڑا۔ اللہ تعالیٰ میری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے اس کو قبول فرمائے۔

وصل ①

آپ ﷺ کے حلیہ شریف کے بیان میں

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کا حلیہ پوچھا: وہ حضور ﷺ کی صفات کا ذکر اکثر کیا کرتے تھے۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ اوصاف میرے سامنے بھی بیان کریں جس کو میں ذہن نشین کرلوں۔ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ (اپنی ذات میں) عظیم تھے (نظروں میں بھی) معظم تھے۔

چہرہ مبارک: آپ ﷺ کا چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔

قد مبارک: درمیانہ قد والے آدمی سے تو قد میں کچھ اونچے تھے اور اونچے قد والے آدمی سے قد میں کچھ کم تھے۔

سر مبارک: سر مبارک (اعتدال کے ساتھ) بڑا تھا۔

بال مبارک: سر کے بال سیدھے اور کچھ بل دار تھے۔ اگر سر کے بالوں میں اتفاقاً خود مانگ نکل آئی تو مانگ نکلی رہنے دیتے ورنہ مانگ نہیں نکالتے تھے (یعنی ابتدائے اسلام میں ایسا معمول تھا اور بعد میں تو قصداً مانگ نکالتے تھے۔) جب آپ ﷺ بالوں کو بڑھاتے تو آپ ﷺ کے بال کان کی لو سے آگے بڑھ جاتے تھے۔ آپ کا رنگ مبارک چمکدار تھا۔

پیشانی مبارک: پیشانی بھی فراخ (چوڑی) تھی۔

ابرو مبارک: ابرو خم دار (مڑی ہوئی بل کھاتی ہوئی جو خوبصورتی کی علامت ہے) بالوں سے پر (بھری ہوئی) تھی۔ دونوں ابرو جدا جدا تھے ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے۔

ناک مبارک: ناک بلندی مائل تھی ناک مبارک پر ایک نور چمکتا رہتا تھا جو شخص آپ ﷺ کو پہلی مرتبہ دیکھتا آپ ﷺ کو لمبی ناک والا سمجھتا لیکن غور سے معلوم ہوتا کہ نور کی چمک کی وجہ سے بلند لگتی ہے ورنہ اتنی لمبی نہیں تھی۔

داڑھی مبارک: داڑھی مبارک بھری ہوئی تھی۔

پتلی مبارک: پتلی خوب سیاہ تھی۔

رخسار مبارک: رخسار (گال) مبارک نازک تھے (یعنی گوشت سے بھرے ہوئے تھے حلقے پڑے ہوئے نہیں تھے لیکن اتنا گوشت بھی نہیں تھا کہ لٹکے ہوئے ہوں بلکہ حسن کے اعلیٰ معیار کے ساتھ نازک تھے)

دہن مبارک: دہن (منہ) مبارک (اعتدال کے ساتھ) فراخ (چوڑا) تھا (یعنی تنگ نہ تھا نہ زیادہ فراخ تھا)

دندان مبارک: دندان (دانت) مبارک باریک آبدار (سفید چمکیلے) تھے اور سامنے کے دانتوں میں (ذرا ذرا) فاصلہ تھا۔

گردن مبارک: آپ ﷺ کی گردن مبارک ایسی (خوبصورت اور باریک تھی جیسے تصویر کی گردن خوبصورت اور صاف تراشی ہوئی ہوتی ہے۔ رنگ میں چاندی جیسی صاف اور خوبصورت تھی۔

اعضاء اور بدن مبارک: آپ ﷺ کے سارے اعضاء معتدل اور گوشت سے بھرے ہوئے تھے اور بدن کسا ہوا (مضبوط اور قوی) تھا۔ پیٹ اور سینۂ مبارک برابر تھا (یعنی پیٹ سینہ سے آگے نکلا ہوا نہ تھا) لیکن سینہ چوڑا تھا۔ آپ ﷺ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کچھ زیادہ فاصلہ تھا۔ جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور بڑی تھیں۔ آپ ﷺ کے بدن کا وہ حصّہ جو کپڑوں سے باہر رہتا تھا روشن اور چمکدار تھا تو جو حصّہ کپڑوں سے ڈھکا رہتا ہو وہ کیسا چمکتا ہوگا۔ سینہ اور ناف کے درمیان بالوں کی ایک لکیر تھی اور ان بالوں کے علاوہ چھاتی اور پیٹ پر بال نہ تھے ہاں دونوں بازو اور کندھوں اور سینہ کے بالائی (اوپر والے) حصّہ پر مناسب مقدار میں بال تھے۔

آپ ﷺ کی کلائیاں لمبی تھیں۔ ہتھیلیاں چوڑی تھیں۔ آپ ﷺ کی دونوں ہتھیلیاں اور قدم گداز (گوشت سے بھرے ہوئے نرم و ملائم) تھے۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں مناسب لمبی تھیں۔ آپ ﷺ کے اعصاب برابر تھے۔ آپ ﷺ کے تلوے (کچھ) گہرے تھے۔ (یعنی چلنے میں زمین کو نہ لگتے تھے) قدم مبارک ہموار (برابر) اور ایسے صاف تھے کہ پانی ان پر صاف ستھرے اور چکنے ہونے کی وجہ سے ٹھہرتا نہیں تھا۔

آپ ﷺ جب چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے اور آگے جھک کر چلتے۔ قدم زمین پر آہستہ آہستہ سے پڑتا تھا۔ زور سے نہیں پڑتا تھا۔ ذرا کشادہ قدم رکھتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے قدم نہیں رکھتے تھے۔

جب کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن کو پھیر کر اس طرف توجہ فرماتے۔

آپ ﷺ نگاہ نیچی رکھتے۔ آسمان کی طرف نگاہ کرنے کی نسبت زمین کی طرف نگاہ رہتی۔ آپ ﷺ کی عادت شریفہ عام طور پر گوشۂ چشم سے دیکھنے کی تھی (مطلب یہ کہ انتہائی حیا کی وجہ سے پورا سر اٹھا کر نگاہ بھر کر نہ دیکھتے) اپنے اصحاب کو چلنے میں آگے کر دیتے۔ جس سے ملتے سلام کرنے میں خود ابتداء فرماتے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں جان ہند بن ابی ہالہ سے کہا: آپ ﷺ کی گفتگو (بات کرنے کا انداز اور طریقے) کے بارے میں کچھ بتائیں۔ فرمایا: رسول اللہ ﷺ اُمت کے بارے میں ہر وقت غمگین اور ہمیشہ فکر مند رہتے تھے۔ کسی وقت آپ ﷺ کو چین نہیں آتا تھا۔ بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے اور اکثر اوقات خاموش رہتے تھے۔ آپ ﷺ کی تمام گفتگو شروع سے آخر تک منہ بھر کر ہوتی تھی۔ یعنی شروع سے آخر تک نہایت صاف ہوتی تھی۔ کٹے کٹے حروف نہیں ہوتے تھے۔ جامع الفاظ (جس کے الفاظ کم ہوں معنیٰ زیادہ ہوں) کے ساتھ گفتگو فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کی بات ہر معاملے میں آخری بات ہوتی تھی۔ جس کے بعد کسی بات کی گنجائش باقی نہیں رہتی تھی۔ آپ ﷺ کے کلام میں نہ ضرورت سے زیادہ بات ہوتی تھی نہ اتنی کم کہ بات ہی سمجھ میں نہ آئے۔

آپ ﷺ نرم مزاج تھے، سخت مزاج نہ تھے اور نہ کسی کو ذلیل فرماتے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت خواہ تھوڑی بھی ہوتی تب بھی اس کو بڑا سمجھتے اور کسی نعمت کی برائی نہ فرماتے۔ مگر کھانے کی چیز کی نہ مذمت فرماتے نہ تعریف فرماتے۔ (مذمت تو اس لئے نہ فرماتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور زیادہ تعریف اس لئے نہ فرماتے کہ اکثر زیادہ تعریف کا سبب حرص اور طلب ہوتا ہے) جب کوئی شخص کسی حق بات کے پورا ہونے میں رکاوٹ بنتا تو اس وقت کوئی بھی آپ ﷺ کے غصے کو برداشت نہ کر سکتا تھا۔ غصہ اس وقت ٹھنڈا ہوتا جب وہ حق بات پوری ہو جاتی۔ اپنی ذات کے لئے کبھی غصہ نہ

فرماتے اور نہ انتقام لیتے۔

(گفتگو کے وقت) جب آپ ﷺ اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے۔ انگلیوں سے اشارہ نہ فرماتے کہ انگلیوں سے اشارہ تواضع کے خلاف ہے۔ یا انگلیوں کو صرف توحید کے اشارہ کے لئے خاص کر رکھا تھا۔ جب کسی بات پر تعجب فرماتے تو ہاتھ پلٹ لیتے۔ جب بات فرماتے تو (کبھی بات فرماتے ہوئے) ہاتھوں کو بھی حرکت دیتے تھے۔ کبھی دائیں انگوٹھے کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتے۔ جب کسی پر غصہ آتا تو اس سے منہ پھیر لیتے اور بے توجہی فرماتے جب خاموش ہوتے تو حیا کی وجہ سے نظریں جھکا لیتے۔ آپ ﷺ ہنسی کے وقت زیادہ تر تبسم فرماتے تھے۔ تبسم کے وقت جب آپ ﷺ کے دندان مبارک سفید چمکدار ظاہر ہوتے۔ ایسا لگتا جیسے بارش کے اولے ہوں۔

وصل ②

آپ ﷺ کے اوقات کو تقسیم کرنے اور طرز معاشرت کے بیان میں

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے ایک عرصے تک حضور ﷺ کی ان صفات کا تذکرہ نہیں کیا۔ لیکن جب میں نے ان صفات کا تذکرہ ان سے کیا تو معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے اپنے والد سے رسول اللہ ﷺ کے گھر میں تشریف لے جانے اور باہر تشریف لانے اور مجلس میں تشریف فرمانے کے طرز و طریقے معلوم کر چکے ہیں۔ کوئی بات بھی (بغیر تحقیق کے) نہیں چھوڑی۔

آپ ﷺ گھر میں کس طرح رہتے تھے: غرض امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے جناب رسول اللہ ﷺ کے گھر میں تشریف

لے جانے کا حالات کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے گھر جانے کی اجازت تھی۔ اس لئے آپ ﷺ اپنی ضروریات کے لئے گھر تشریف لے جاتے تھے۔

لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے گھر کے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔

ایک حصّہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے جیسے نماز روزہ کے لئے اور۔

ایک حصّہ اپنے گھر والوں (کے حقوق ادا کرنے) کے لئے (جیسے ان سے ہنسنا بولنا) ان کے حالات معلوم کرنا۔

ایک حصّہ اپنے راحت و آرام کے لئے خاص فرماتے۔

پھر اپنے اس خاص حصّہ کو دو حصوں میں اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے (یعنی اس حصّہ میں سے بھی بہت وقت اُمّت کے کام میں خرچ فرماتے اس خاص وقت میں آپ ﷺ کا طرز ایسا تھا کہ اہل علم و فضل کو دوسروں پر ترجیح دیتے، ان کو حاضر ہونے کی اجازت دیتے۔ ہر ایک کی دینی ضرورت کا لحاظ کر کے اس کو وقت دیتے۔ کوئی ایک حاجت لے کر آتا۔ کوئی دو اور کوئی بہت ساری حاجتیں لے کر آتا۔ آپ ﷺ ان کی حاجتیں پوری فرماتے رہتے۔ اور ان کو ایسے کاموں میں لگاتے جس سے خود ان کی اور ساری امت کی اصلاح ہوتی۔ آپ ﷺ ان لوگوں سے عام مسلمانوں کی دینی حالت معلوم کرتے اور جو بات ان کے مناسب ہوتی ان کو بتا دیتے۔ ان سے یہ بھی فرماتے: جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان مفید باتوں کو ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔

یہ بھی ارشاد فرماتے جو لوگ (کسی عذر، پردہ، دوری ہونے یا کسی بھی وجہ سے) مجھے اپنی ضرورتیں نہیں بتاتے تم لوگ ان کی ضرورت مجھے بتا دیا کرو۔ (دوسرے کی حاجت پہنچانے کا ثواب یہ ہے کہ) جو شخص کسی ایسے شخص کی حاجت بادشاہ تک پہنچائے جو

خود اپنی حاجت بادشاہ تک نہیں پہنچا سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پل صراط پر اس کے قدموں کو جمائیں گے۔ آپ ﷺ کی مجلس میں ایسی ہی مفید باتوں کا تذکرہ ہوتا۔ اس کے علاوہ لایعنی اور فضول گفتگو کو پسند نہ فرماتے۔ صحابہ آپ ﷺ کی مجلس میں دین کو سیکھنے کے لئے آتے اور کچھ نہ کچھ چکھ کر ہی واپس جاتے تھے (چکھنے سے مراد دین کی باتوں کو حاصل کرنا اور کسی چیز کا کھانا بھی ہو سکتا ہے) صحابہ حضور ﷺ کی مجلس سے لوگوں کے لئے رہبر اور رہنما بن کر نکلتے تھے۔

آپ ﷺ گھر سے باہر کس طرح رہتے تھے: حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد صاحب سے حضور ﷺ کے باہر تشریف لانے کے حالات کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ ضروری باتوں کے علاوہ کوئی بات نہ فرماتے بلکہ لایعنی اور فضول گفتگو سے اپنی زبان کی حفاظت فرماتے۔ لوگوں کی دل جوئی کرتے اور تنبیہ میں ایسا طریقہ اختیار نہ فرماتے جس سے وہ دین سے دور ہو جائیں۔ ہر قوم کے سردار کا اکرام فرماتے اور اس کو اپنی قوم پر سردار ہی رہنے دیتے۔ لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے (یا لوگوں کو نقصان دینے والی باتوں سے بچنے کی تاکید فرماتے یا دوسروں سے احتیاط کے ساتھ کی تاکید فرماتے) اور خود بھی لوگوں کو تکلیف یا نقصان پہنچانے سے اپنے آپ کو بچاتے اور اس احتیاط کے ساتھ ساتھ کسی کے لئے بھی خندہ پیشانی اور خوش خلقی میں کمی نہ آنے دیتے تھے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم سے حال احوال پوچھتے رہتے کسی کی کوئی اچھی بات ہوتی تو اس کی تعریف فرماتے (اس طرح اس کا حوصلہ بلند ہوتا) اور کسی کی کوئی بری بات ہوتی تو اس کی برائی بتا کر دور کرتے (اس طرح حکمت سے وہ برائی دور ہو جاتی) حضور ﷺ ہر کام میں اعتدال اور درمیانی چال اختیار فرماتے۔ آپ ﷺ کا ہر کام انتہائی سلیقہ کے ساتھ (یعنی اس میں بے انتظامی یا بے ترتیبی نہ ہوتی کہ کبھی کچھ کر لیا کبھی کچھ کر لیا) لوگوں کی

اصلاح سے کبھی غفلت نہ فرماتے اس لئے کہ اگر ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو وہ دین سے غافل ہو جائیں گے یا حق سے ہٹ جائیں گے۔

ہر کام کے لئے آپ کے پاس ایک خاص انتظام تھا۔ حق بات کرنے میں کبھی کمی نہ فرماتے اور نہ کبھی اعتدال کے راستے سے ہٹتے۔ آپ کی خدمت میں جو لوگ حاضر ہوتے وہ تمام انسانیت میں سب سے اچھے لوگ ہوتے لیکن آپ ﷺ کے نزدیک سب سے افضل وہ شخص ہوتا جو سب کے ساتھ بھلائی کرنے والا ہو اور وہ شخص آپ کے نزدیک بڑے رتبے والا ہوتا جو لوگوں کے غم میں زیادہ شریک ہوتا ہو۔ اور ان کی زیادہ ہمدردی کرنے والا ہوتا۔

آپ ﷺ مجلس میں کس طرح رہتے تھے: حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد محترم سے حضور ﷺ کی مجلس کے حالات پوچھے (کہ اس میں آپ ﷺ کا کیا معمول تھا) انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ کا اٹھنا بیٹھنا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ہوتا تھا۔ (یعنی اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر فرماتے رہتے تھے) آپ ﷺ اپنے لئے بیٹھنے کی کوئی خاص جگہ متعیّن نہ فرماتے تھے۔ دوسروں کو بھی جگہ مخصوص کرنے سے منع فرماتے تھے۔ جب آپ ﷺ کسی جگہ تشریف لے جاتے تو جہاں جگہ ملتی وہیں تشریف رکھتے۔ لوگوں کو بھی اس بات کا حکم فرماتے کہ جہاں جگہ مل جایا کرے وہیں بیٹھ جایا کرو۔

حاضرین مجلس میں سے ہر ایک کا حق ادا فرماتے یعنی بات چیت اور توجہ میں جتنا اس کا حق ہوتا اس کو پورا ادا کرتے۔ یہاں تک کہ آپ کی مجلس میں بیٹھنے والا ہر شخص یہ سمجھتا کہ آپ ﷺ سب سے زیادہ میرا خیال اور اکرام فرما رہے ہیں۔ جو آپ ﷺ کے پاس کسی کام سے بیٹھتا یا آپ کے ساتھ کھڑا ہوتا آپ ﷺ اس کے ساتھ رہتے۔ یہاں تک کہ وہ خود ہی چلا جائے (یعنی آپ ﷺ خود اجازت نہ لیتے تھے) جو شخص آپ ﷺ

سے کوئی چیز مانگتا تو آپ ﷺ اس کو وہ چیز دے دیتے اگر نہ ہوتی تو نرمی سے جواب دیتے۔

آپ ﷺ کی خندہ پیشانی اور خوش خلقی تمام لوگوں کے لئے عام تھی۔ آپ ﷺ تمام لوگوں سے شفقت میں والد کی طرح پیش آتے۔ حق بات میں تمام لوگ آپ ﷺ کے نزدیک برابر تھے۔ لیکن تقویٰ کی وجہ سے کسی کو کسی پر ترجیح ہوتی تھی۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ کی مجلس حلم (بردباری) حیا، صبر اور امانت کی مجلس ہوتی تھی۔ آپ کی مجلس میں اتنی اونچی آواز سے بات نہیں ہوتی تھی کہ شور ہو جائے۔ نہ اس میں کسی کی بے عزتی کی جاتی تھی۔ اور کسی سے اگر غلطی ہو جائے تو اس کو پھیلایا بھی نہ جاتا۔ تمام اہل مجلس آپس میں برابر شمار کئے جاتے تھے۔ اور دوسرے پر فضیلت تقویٰ کی وجہ سے ہوتی تھی۔ ہر شخص دوسرے کے ساتھ تواضع سے پیش آتا۔ بڑوں کی عزت و احترام ہوتا۔ چھوٹوں پر شفقت کرے۔ ضرورت مند کو ترجیح دیتے اور اجنبی مسافر کی خیر خبر رکھتے تھے۔

آپ ﷺ مجلس والوں سے کس طرح پیش آتے تھے:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اہل مجلس کے ساتھ کس طرح پیش آتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ اپنے اہل مجلس سے ہمیشہ خندہ پیشانی اور خوش خلقی سے پیش آتے تھے۔ آپ ﷺ نرم مزاج تھے کسی بات میں لوگوں کو آپ ﷺ کی موافقت کی ضرورت ہوتی تو آسانی سے موافق ہو جاتے۔ آپ ﷺ سختی سے بات نہ کرتے اور آپ ﷺ سخت دل بھی نہ تھے۔ نہ آپ چلّا کر بولتے اور نہ فحش گوئی اور بد کلامی فرماتے تھے۔ اسی طرح نہ لوگوں کے عیب بیان کرتے اور نہ زیادہ مذاق کرتے۔ آپ ﷺ کسی ناپسند بات کی طرف توجہ ہی نہ فرماتے جیسے وہ بات سنی ہی نہ ہو۔

آپ ﷺ نے اپنے آپ کو تین باتوں سے بچا رکھا تھا۔ ریا، زیادہ باتیں کرنے، لایعنی اور بے کار باتیں۔ تین باتوں سے لوگوں کو بچا رکھا تھا۔ نہ کسی کو برا بھلا کہتے نہ کسی کو عار دلاتے اور نہ کسی کے عیب تلاش کرتے۔ آپ ﷺ صرف وہی کلام فرماتے جس سے ثواب ملتا۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ ﷺ کے اہل مجلس سننے کے لئے اس طرح گردن جھکا کر بیٹھتے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ (کہ ذرا سی بھی حرکت ان میں نہ ہوتی کیونکہ پرندہ ذرا سی حرکت سے بھی اڑ جاتا ہے)

جب آپ ﷺ خاموش ہو جاتے تو وہ حضرات بات کرتے (یعنی آپ کی گفتگو کے درمیان کوئی نہیں بولتا تھا) آپ ﷺ کے سامنے کسی بات میں جھگڑا نہیں کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی مجلس میں کوئی بات کرتا تو جب تک وہ اپنی بات ختم نہ کر لیتا کوئی بات نہ کرتا۔ ہر ایک کی بات اس طرح سنی جاتی جیسے مجلس میں سب سے پہلے بات کرنے والے کی بات توجہ سے سنی جاتی ہے۔ جس بات پر سب ہنستے آپ ﷺ بھی مسکراتے۔ اور جس بات سے سب تعجب کرتے آپ ﷺ بھی تعجب فرماتے۔ آپ ﷺ اہل مجلس سے الگ چپ نہیں بیٹھتے بلکہ آداب معاشرت کا لحاظ کرتے ہوئے ان کے ساتھ شریک حال رہتے تھے۔

اجنبی مسافر کی بے ادب گفتگو اور بے تمیزی کے سوال پر صبر فرماتے۔ (کیونکہ دیہات کے لوگ زیادہ تہذیب سے واقف نہیں ہوتے، دین کی طلب کی وجہ سے اگرچہ سوال کرنے کا سلیقہ نہیں جانتے تھے آپ ﷺ ان کی طلب کی قدر فرماتے اور طریقے کو درگزر فرما کر صبر فرماتے نیز بعض ایسے سوالات بھی کر جاتے جو عام صحابہ بے ادبی کے ڈر سے نہ کر سکتے تھے جس کی وجہ سے ان کو بھی یہ باتیں معلوم ہو جاتیں) آپ ﷺ یہ بھی تاکید فرماتے کہ کسی ضرورت مند کو دیکھو تو اس کی مدد کیا کرو۔

اگر کوئی آپ کی تعریف کرتا تو آپ اس کو پسند نہ فرماتے۔ لیکن اگر کوئی آپ کے کسی احسان کے بدلے میں آپ کی تعریف کرتا تو آپ ﷺ خاموشی اختیار فرماتے۔

کیونکہ اس پر احسان کا شکریہ ضروری ہے۔ آپ ﷺ کسی کی بات کاٹتے نہیں تھے۔ اگر کوئی ضرورت سے زیادہ ہی بات کرتا تو آپ ﷺ اس کو روک دیتے یا مجلس سے کھڑے ہو جاتے تاکہ وہ خود ہی رک جائے۔

آپ ﷺ خاموشی کب اختیار فرماتے تھے: حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد صاحب سے پوچھا کہ آپ ﷺ کی خاموشی کی کیفیت کیا ہوتی تھی۔ انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ چار وقتوں میں خاموشی اختیار فرماتے تھے۔

1. اگر کوئی بات ایسی ہوتی جس کے جواب دینے یا جس پر بات کرنے کو بہتر نہ سمجھتے تو اس کو برداشت کرتے وقت خاموشی اختیار فرماتے۔
2. کسی وقت جب ہوشیار اور چوکنا رہنے کی ضرورت پیش آتی تو اس وقت بھی خاموشی اختیار فرماتے۔
3. کسی بات میں اندازہ قائم کرتے وقت یا رائے قائم کرتے وقت خاموشی اختیار فرماتے۔
4. کسی بات کو سوچنے اور اس میں غور فکر کے وقت بھی خاموشی اختیار فرماتے۔

آپ ﷺ اندازہ لگایا کرتے تھے کہ کس طرح تمام لوگوں کو دیکھنے اور ان کی بات سننے میں برابری کا معاملہ ہو۔ آپ ﷺ باقی رہنے والی آخرت اور ختم ہو جانے والی دنیا کے بارے میں غور و فکر فرمایا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حلم اور صبر دونوں صفتیں عطا فرمائیں تھیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کو کبھی اتنا غصہ نہیں آتا تھا کہ خود پر قابو نہ پا سکیں۔ آپ ﷺ کا ہوشیار اور چوکنا رہنا چار چیزوں میں تھا۔

1. ایک اچھی بات کو اختیار کرنا تاکہ لوگ بھی اس اچھی بات میں شریک ہوں اور اس پر عمل کریں۔

② دوسرے بری بات کو چھوڑنا تاکہ لوگ بھی اس کو چھوڑ دیں۔

③ تیسرے اُمت کی بھلائی کے کاموں میں سوچنا۔

④ چوتھے اُمت کیلئے ان باتوں کا اہتمام کرنا جس سے ان کی دنیا اور آخرت کا فائدہ ہو۔

وصل ③

آپ ﷺ کے حلیہ شریفہ کے بیان میں جو مختلف صحابہ سے مختلف احادیث میں منقول ہیں

ان حضرات سے اس طرح شمائل وارد ہوئے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت اُم معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت معرض رضی اللہ عنہ بن معیقیب رضی اللہ عنہ حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ حضرت خریم بن فاتک حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ہم بھی ثواب حاصل کرنے کی غرض سے مختصر سا اس میں ذکر کرتے ہیں۔

ان سب حضرات سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا رنگ مبارک چمکتا ہوا تھا آپ کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں اور ان کی دونوں پتلیاں انتہائی سیاہ تھی۔ آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے۔ آپ کی پلکیں دراز (لمبی) تھیں۔ دونوں ابروؤں کے درمیان کچھ فاصلہ تھا ابرو خم دار تھی ناک مبارک بلندی مائل تھی دندان (دانت) مبارک میں کچھ فاصلہ تھا چہرہ مبارک گول تھا جیسے چاند کا ٹکڑا۔ ریش مبارک گھنی تھی کہ سینہ مبارک کو بھر دیتی تھی شکم (پیٹ) اور سینہ برابر تھا (یعنی پیٹ بڑھا ہوا نہ تھا) سینہ چوڑا تھا اور دونوں شانے کلاں (بڑے) تھے استخواں (ہڈیاں) بھاری تھیں۔

دونوں کلائیاں اور بازو اور نیچے کا بدن (پنڈلی وغیرہ) بھرے ہوئے تھے۔ دونوں کف دست (ہتھیلیاں) اور قدم کشادہ تھے۔ سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔ قد مبارک درمیانہ تھا نہ تو بہت زیادہ دراز (لمبا) اور نہ بہت چھوٹا کہ اعضا ایک دوسرے میں دھنسے ہوئے ہوں۔ رفتار میں کوئی آپ ﷺ کے ساتھ نہ چل سکتا تھا (یعنی رفتار میں ایک طرح کی تیزی تھی مگر بے تکلف) آپ ﷺ کا قد کچھ لمبائی کی جانب مائل تھا (یعنی لمبے تو نہ تھے مگر دیکھنے میں اونچے قد والے لگتے تھے۔ بال کچھ بل دار تھے۔ جب ہنستے تو دانت مبارک ظاہر ہوتے جیسے برق (بجلی) کی روشنی نمودار (ظاہر) ہوتی ہے اور جیسے بارش کے اولے ہوتے ہیں۔

جب آپ ﷺ کلام فرماتے تو سامنے کے دانتوں کے درمیان سے ایک نور سا نکلتا معلوم ہوتا تھا۔ گردن بہت خوبصورت تھی۔ چہرہ مبارک نہ پھولا ہوا تھا اور نہ بالکل گول تھا۔ (بلکہ گولائی کی طرف مائل تھا) بدن گٹھا ہوا (مضبوط قوی) تھا۔ گوشت ہلکا تھا۔ (اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کا جسم مبارک گوشت سے بھرا ہوا تھا اتنا کم نہیں تھا کہ لاغر ہوں اور نہ اتنا زیادہ تھا کہ گوشت زیادہ ہونے کی وجہ سے لٹکنے لگے جو بہت ہی خراب اور بھدا معلوم ہوتا ہے) دوسری روایتوں میں ہے کہ آنکھوں میں سفیدی کے ساتھ سرخی تھی۔ جوڑ بند کلاں (بڑے) تھے۔ جب زمین پر پاؤں رکھتے تو پورا رکھتے تھے۔ تلوے میں زیادہ گڑھا نہ تھا۔

ترمذی نے اپنے شمائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارے حبیب ﷺ کے دونوں کف دست (ہتھیلیاں) اور دونوں قدم گوشت سے بھرے ہوئے تھے۔ سر مبارک کلاں (بڑا) تھا جوڑ کی ہڈیاں بڑی تھیں۔ نہ تو بہت لمبے قد تھے اور نہ چھوٹے قد تھے کہ بدن کا گوشت ایک دوسرے میں دھنسا ہوا ہو۔ آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک میں ایک طرح کی گولائی تھی۔ رنگ گورا تھا اس میں سرخی چمکتی تھی سیاہ آنکھیں تھیں۔ پلکیں لمبی تھیں۔ شانے کی ہڈیاں اور شانے بڑے بڑے تھے۔ بدن

مبارک پر بال نہ تھے (یعنی سارے بدن پر بال نہ تھے البتہ سینہ سے ناف تک بالوں کی باریک دھاری تھی جب کسی (پہلو کی) طرف دیکھنا چاہتے تو پوری طرح گھوم کر دیکھتے۔ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ ﷺ خاتم النبیین تھے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ کا دہن (منہ) مبارک (اعتدال کے ساتھ) فراخ (چوڑا) تھا۔ ایڑیوں کا گوشت ہلکا تھا (یعنی زیادہ گوشت نہیں تھا) آنکھوں میں سرخ ڈورے جب آپ ﷺ کی طرف نظر کرو تو یوں لگتا کہ آپ ﷺ کی آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہے حالانکہ سرمہ لگا ہوا نہ ہوتا تھا۔ حضرت ابوالطفیل لیثی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: آپ ﷺ گورے ملیح (نمکینی لئے ہوئے) درمیانہ قد تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ درمیانہ قامت (قد) خوش اندام (بدن) گندمی رنگ تھے سر کے بال کان کی لو تک لمبے تھے۔ آپ ﷺ پر ایک سرخ (دہاری دار) جوڑا تھا۔

شمائل ترمذی میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نہ بہت زیادہ گورے تھے (جو کہ برا لگتا ہے) اور نہ سانولے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو چالیس سال کے ختم پر نبی بنایا پھر مکہ میں دس برس مقیم رہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول پر تیرہ برس رہے کہ آپ ﷺ پر وحی ہوتی تھی۔ مدینہ میں دس سال رہے پھر ساٹھ سال کی عمر میں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول پر تریسٹھ سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی اور امام بخاری نے فرمایا کہ تریسٹھ سال کی زیادہ روایتیں ہیں۔

(باوجود اتنی عمر کے) آپ ﷺ کے سر اور ریش (ڈاڑھی) مبارک میں سفید بال بیس بھی نہ تھے۔ علماء محققین نے کہا کہ آپ ﷺ کے سر اور ڈاڑھی میں کل سترہ بال سفید تھے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے مہر نبوت کو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان میں کبوتر کے انڈے جیسا سرخ ابھرا ہوا گوشت دیکھا۔ حضرت

سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مسہری کی گھنڈی کے جیسی تھی حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ بال جمع تھے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی کمر پر ایک ابھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ مٹھی کے مثل تھی اس کے گردا گرد تل تھے جیسے مسے ہوتے ہیں (روایت میں کچھ تنافی نہیں سب اوصاف کا جمع ہونا ممکن ہے)

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کوئی بالوں والا سرخ جوڑا (یعنی سرخ دھاری دار چادر) پہنے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کسی کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا گویا آپ ﷺ کے چہرے میں آفتاب (سورج) چل رہا ہے جب آپ ﷺ ہنستے تھے تو دیواروں پر چمک پڑتی تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ مبارک مثل تلوار کے (شفاف) تھا۔ انہوں نے کہا: نہیں بلکہ آفتاب اور ماہتاب کے مثل مدور (گول) تھا (تلوار کی تشبیہ میں یہ کمی تھی کہ وہ گول نہیں ہوتی۔)

حضرت اُمّ معبد رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ﷺ دور سے سب سے زیادہ جمیل (خوبصورت) اور نزدیک سے سب سے زیادہ شیریں (میٹھے) اور حسین معلوم ہوتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص آپ ﷺ کو پہلی مرتبہ دیکھتا تھا مرعوب ہو جاتا تھا اور جو شخص ملتا رہتا تھا وہ آپ ﷺ سے محبت کرتا تھا۔ میں نے آپ ﷺ جیسا (صاحب جمال و صاحب کمال) نہ آپ ﷺ سے پہلے کسی کو دیکھا اور نہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو دیکھا۔

وصل (۲)

آپ ﷺ کی خوشبو کے بیان میں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کسی عنبر، کسی مشک اور کسی (خوشبو دار) چیز

کو رسول اللہ ﷺ کی مہک سے زیادہ خوشبودار نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ کسی سے مصافحہ فرماتے تو سارا دن اس کو مصافحہ کی خوشبو آتی رہتی۔ کبھی کسی بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے تو وہ خوشبو کی وجہ سے دوسرے لڑکوں میں پہچانا جاتا۔ آپ ﷺ ایک بار حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں سوئے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کو پسینہ آیا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ نے آپ ﷺ کے پسینہ کو جمع کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے جمع کرنے کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم اس کو اپنی خوشبو میں ملائیں گے۔ یہ پسینہ اعلیٰ درجہ کی خوشبو ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی راستے سے گزرتے اور کوئی شخص آپ کی تلاش میں جاتا تو وہ خوشبو سے پہچان لیتا کہ آپ ﷺ اس رستہ سے تشریف لے گئے ہیں۔ اسحاق بن راہویہ ؒ نے کہا کہ حضور ﷺ کی خوشبو بغیر خوشبو لگائے ہوئے (خود آپ کے بدن مبارک سے آتی) تھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو (ایک بار) رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا میں نے مہر نبوت کو اپنے منہ میں لے لیا تو اس میں سے مشک کی مہک اٹھ رہی تھی۔

جب آپ ﷺ بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تھے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے بول (پیشاب) وبراز (فضلہ) کو نگل جاتی تھی اور اس جگہ سے نہایت پاکیزہ خوشبو آتی تھی۔ اسی لئے علماء آپ کے بول وبراز کو پاک کہتے ہیں۔

مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے احد کے دن آپ ﷺ کا خون چوس کر پی لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو بھی دوزخ کی آگ نہ لگے گی یعنی کبھی دوزخ میں نہیں جائیں گے۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا جو خون پچھنے لگانے سے نکلا تھا پی لیا تھا۔ برکت رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ کی خادمہ اُمّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کا بول پی لیا تھا۔ ان کو ایسا معلوم ہوا جیسا شیریں نفیس پانی پیا ہے۔

آپ ﷺ (قدرتی) مختون (ختنہ کئے ہوئے)، آوَن نال (یعنی ناف) کٹی ہوئی اور

سرمہ لگے ہوئے پیدا ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ کہتی ہیں: میں نے آپ ﷺ کو پاک صاف پیدا کیا کوئی آلودگی آپ کو لگی ہوئی نہ تھی۔

آپ ﷺ ایسا سوئے ہوتے تھے خراٹے بھی لینے لگے تھے مگر بغیر وضو کئے ہوئے نماز پڑھ لیتے تھے (یعنی سونے سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا تھا) (اس کی وجہ یہ تھی کہ) آپ ﷺ سونے میں حدث (یعنی وضو ٹوٹنے) سے محفوظ تھے۔

وصل ⑤

آپ ﷺ کی قوتِ بصر وبصیرت کے بیان میں

وہب بن منبہ ؒ کہتے ہیں: میں نے اکثر کتابیں پڑھی ہیں مجھے سب میں یہ مضمون ملا کہ پیغمبر ﷺ سب سے زیادہ عقل مند تھے۔ رائے میں بھی سب سے افضل تھے۔

آپ ﷺ ظلمت (اندھیرے) میں اس طرح دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے آپ ﷺ دور سے بھی ایسا ہی (صاف اور واضح) دیکھتے تھے جیسا قریب سے دیکھتے تھے اور اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی (صاف اور واضح) دیکھتے تھے جس طرح سامنے سے (صاف اور واضح) دیکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے نجاشی کا جنازہ حبشہ میں دیکھ لیا تھا اور اس پر نماز پڑھی تھی۔ آپ ﷺ نے جس وقت قریش کے سامنے بیت المقدس کا نقشہ بیان فرمایا اس وقت اس کو مکہ معظمہ میں دیکھ لیا تھا (یہ سب معراج کی صبح ہوا تھا) جب آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں اپنی مسجد کی تعمیر شروع کی اس وقت خانہ کعبہ کو دیکھ لیا تھا۔ آپ ﷺ کو ثریا پر گیارہ ستارے نظر آیا کرتے تھے۔

وصل ⑥

آپ ﷺ کے بدن کی قوت کے بیان میں

(آپ ﷺ کی قوت کی یہ کیفیت تھی کہ آپ ﷺ) نے رکانہ کو جو اپنے زمانہ میں

بہت طاقتور (مشہور) تھے کشتی میں گرا دیا۔ ہوا یوں کہ آپ ﷺ نے رکانہ کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے اپنے اسلام لانے کی شرط لگائی کہ آپ ﷺ ان کو کشتی میں گرا دیں۔ چنانچہ کشتی ہوئی اور آپ ﷺ نے انہیں کشتی میں گرا دیا۔ آپ نے اسلام کے زمانہ سے پہلے بھی ابو رکانہ (رکانہ کے باپ) کو کشتی میں گرا دیا تھا۔ وہ دوسری تیسری بار پھر آپ سے مقابلے کے لئے آیا اور آپ ﷺ نے ہر بار اس کو بچھاڑ دیا۔

آپ ﷺ تیز چلتے تھے ایسا لگتا کہ زمین آپ ﷺ کے لئے لپیٹ دی گئی ہو۔ (آپ ﷺ کی تیز رفتاری کا یہ حال تھا کہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم بڑی کوشش کرتے تھے کہ (آپ ﷺ کے ساتھ چل سکیں) اور آپ ﷺ تیز چلنے کا کوئی اہتمام بھی نہ فرماتے تھے (پھر بھی) ہم تھک جاتے تھے (لیکن آپ ﷺ کے ساتھ چل نہیں سکتے تھے) آپ ﷺ کا ہنسنا تبسم ہوتا تھا اور جب (گوشہ کی) کسی چیز کو دیکھتے تھے تو پوری اس طرف مڑ کر دیکھتے (یعنی کن انکھیوں سے نہ دیکھتے)۔

وصل ⑦

آپ ﷺ کی بعض خصوصیتوں کے بیان میں

آپ ﷺ کو جامع کلمات عطا کئے گئے (جس کے الفاظ کم اور معانی زیادہ ہوتے ہیں) آپ ﷺ کے لئے تمام زمین مسجد اور پاکی حاصل کرنے کے لئے آلۂ طہارت بنائی گئی ہے۔ یعنی نماز مسجد کے علاوہ بھی تمام زمین میں جہاں بھی پڑھی جائے جائز ہے۔ اس تمام زمین کی مٹی سے جب کہ وہ پاک ہو تیمّم کرنا جائز ہے۔ آپ ﷺ کے لئے مال غنیمت کو حلال کیا گیا ہے۔ (پہلی امتوں کے لئے مال غنیمت کا کھانا حلال نہ تھا) آپ ﷺ کے لئے شفاعت کبریٰ کو خاص کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کو مقام محمود خاص طور سے عطا کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ جن و انس تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔

وصل ⑧

آپ ﷺ کے گفتگو کرنے، کھانا کھانے، سونے، بیٹھنے اور اٹھنے کے طریقے کے بیان میں

(گفتگو کی صفات یہ ہیں کہ) آپ ﷺ عرب کی ساری زبانیں جانتے تھے میں کہتا ہوں کہ بلکہ تمام زبانیں یہ بعض کا قول ہے) اُمّ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں: آپ ﷺ شیریں (میٹھی) اور صاف ستھری گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ نہ بہت ہی کم بولتے تھے (کہ ضروری بات بھی نہ فرمائیں) اور نہ بہت زیادہ بولتے (کہ غیر ضروری باتیں کرتے ہوں) آپ ﷺ کی گفتگو ایسی ہوتی تھی جیسے موتی کے دانے پرو دئے گئے ہوں۔

آپ ﷺ کھاتے اور سوتے بہت کم تھے۔ کھاتے ہوئے سہارا لگا کر نہیں بیٹھتے تھے اس کے معنی یہ ہیں کہ نہ اپنے نیچے کی چیز (جیسے گدا وغیرہ) سے سہارا لگاتے اور نہ دائیں بائیں سہارا لگا کر بیٹھتے تھے۔ آپ ﷺ کھانے کے لئے ایسے بیٹھتے تھے جیسے کھڑے ہونے کے لئے کوئی تیار ہو کر بیٹھتا ہے یعنی اکڑوں بیٹھتے تھے اور فرمایا کرتے کہ میں غلام کی طرح کھاتا ہوں اور غلام کی طرح بیٹھتا ہوں اور آپ کا سونا داہنی کروٹ پر ہوتا تھا کہ قلّت منام (کم سونے) میں معین (مددگار) ہو۔

وصل ⑨

آپ ﷺ کی بعض صفات جیسے اخلاق حسنہ، شجاعت (بہادری) سخاوت، ہیبت، عزت و شان، تواضع و انکساری اور ایثار اور ہمدردی کے بیان میں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ کو ہمبستری میں چالیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔ حضور ﷺ سے نقل کیا گیا ہے کہ مجھ کو لوگوں پر چار چیزوں میں فضیلت دی گئی۔ سخاوت، شجاعت، قوت مردی اور مقابل پر غلبہ پانا۔

آپ ﷺ کی عزت وشان: نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد بھی صاحب وجاہت (عزت وشان والے) تھے۔

آپ ﷺ کی ہیبت: حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے جب آپ کو دیکھا تو ہیبت کے مارے کانپنے لگیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے مسکین عورت! اپنے دل کو سنبھال۔ (یعنی ڈر مت) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ کے سامنے عقبہ بن عمرو کھڑے ہوئے تو خوف سے کانپنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اطمینان سے رہو میں کوئی جابر بادشاہ نہیں ہوں۔

آپ ﷺ کی عزت وشان عطائے ملک: آپ ﷺ کو زمین کے تمام خزانے اور تمام شہروں کی چابیاں (عالم کشف میں) عطا کی گئی تھیں اور آپ ﷺ کی حیات میں حجاز، یمن اور تمام جزیرۂ عرب کے جزیرے، شام کے آس پاس کا علاقہ اور عراق فتح ہوگئے تھے۔ آپ کے حضور میں خمس (مال غنیمت کا پانچواں حصہ) اور صدقات اور عشر (زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ) حاضر کئے جاتے تھے اور بادشاہوں کی طرف سے ہدایا بھی پیش ہوتے تھے۔ ان سب کو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی خوشی کے کاموں میں خرچ فرمایا اور مسلمانوں کو غنی کردیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ کو اس بات سے خوشی نہیں ہوئی کہ میرے لئے احد پہاڑ سونا بن جائے اور اس میں سے رات کو ایک دینار بھی میرے پاس رہے سوائے اس دینار کے جس کو کسی واجب مطالبہ کے لئے اپنے پاس رکھوں۔ یہ آپ ﷺ کی کمال

سخاوت، جود وعطا ہے۔ چنانچہ (اسی کمال سخاوت کی وجہ سے آپ ﷺ مقروض رہتے تھے حتیٰ کہ) آپ ﷺ نے جس وقت وفات فرمائی ہے تو آپ ﷺ کی زرہ اہل وعیال کے اخراجات میں رہن رکھی ہوئی تھی۔

آپ اپنے ذاتی خرچ پر پوشاک (لباس) اور مسکن (گھر) میں صرف ضرورت میں اکتفا فرماتے تھے۔ اکثر اوقات آپ ﷺ کمبل، موٹا کھیس اور موٹی چادر پہنتے تھے۔ (بعض اوقات) اپنے اصحاب کو دیباج کی قبائیں جس میں سونے کے تار بنے ہوئے ہوتے تھے تقسیم فرماتے تھے اور جو موجود نہ ہوتے تو ان کے لئے اٹھا کر رکھتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کا خلق (اخلاق) قرآن تھا اس کی خوشی میں آپ ﷺ خوش ہوتے اور اس کی ناخوشی میں آپ ناخوش ہوتے (یعنی قرآن سے جو بات اللہ تعالیٰ کے خوش یا ناخوش ہونے کی معلوم ہوتی آپ کی خوشی اور ناخوشی بھی اسی کے مطابق ہوتی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے (آپ کی تعریف میں) یہ فرمایا: آپ خلق عظیم والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اصل فطرت کی چیزوں میں سے اعلیٰ اخلاق، سنجیدہ طبیعت اور معتدل مزاج عطا فرمایا تھا۔ حضرت آمنہ بنت وہب کہتی ہیں: آپ ﷺ جس وقت پیدا ہوئے تو آپ ﷺ کے دونوں ہاتھ زمین کی طرف کھلے ہوئے تھے اور سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔

وصل (۱۰)

آپ ﷺ کی عصمت کے بیان میں

پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جب مجھ کو ہوش آیا (یعنی جب میں سمجھ دار ہوا) تو مجھے بتوں اور شعر کہنے سے نفرت تھی اور کبھی کسی جاہلیت کی (غیر مشروع) بات کا مجھے خیال تک نہ آیا۔ صرف دو مرتبہ ایسا ہوا لیکن اس سے اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت فرمائی پھر

دوبارہ یہ خیال بھی کبھی نہ آیا۔

وصل ⑪

آپ ﷺ لوگوں کے تکلیف پہنچانے پر سب سے زیادہ صبر کرنے اور سب سے زیادہ برداشت کرنے والے تھے۔ برائی کرنے والے سے درگزر فرماتے تھے اور جو شخص آپ ﷺ سے بدسلوکی کرتا تھا آپ ﷺ اس سے بھی اچھا سلوک کرتے تھے۔ جو شخص آپ ﷺ کو نہ دیتا آپ ﷺ اس کو بھی دیتے، جو شخص آپ ﷺ پر ظلم کرتا آپ ﷺ اس سے درگزر فرماتے۔

اگر کوئی کام دو طریقوں سے کیا جاسکتا ان دونوں طریقوں میں جو آسان طریقہ ہوتا اس کو اختیار فرماتے جب کہ وہ گناہ کا کام نہ ہو اور اس میں اپنے اتباع کرنے والوں کے لئے آسانی ہے۔ نیز تجربہ ہے کہ آسانی پسند طبیعت دوسروں کے لئے بھی آسانی اختیار کرتی ہے)

رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا حتیٰ کہ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص نے احد کے دن آپ ﷺ پر پتھر چلایا۔ جس سے آپ ﷺ کے دائیں جانب کے نیچے کے چار دانت ٹوٹ گئے اور آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک زخمی ہوگیا۔ لوگوں نے عرض کیا: آپ ان کے لئے بددعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے میرے اللہ! میری قوم کو ہدایت دیجئے کہ وہ نہیں جانتے۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی چیز کو (یعنی آدمی یا جانور کو) اپنے ہاتھ سے نہیں مارا البتہ اللہ کی راہ میں جو جہاد کیا وہ اور بات ہے نہ کسی عورت کو مارا نہ کسی خادم کو مارا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے کبھی کسی چیز کے مانگے جانے پر انکار نہیں کیا عربی زبان میں کسی شاعر نے خوب کہا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے "آپ ﷺ

کی زبان پر کبھی کسی پریشان حال کے لئے لا (نہیں) کا لفظ نہیں آیا اگر آیا تو صرف تشہد میں لا کہتے وقت آیا۔" آپ درماندوں کا بار اٹھا لیتے تھے اور نادار آدمی کو مال دیتے یا دلوا دیتے اور مہمان کی مہمانی کرتے اور حق بات میں آپ اس کی اعانت فرماتے تھے۔

امام ترمذی نے روایت کیا کہ آپ ﷺ کے پاس ایک مرتبہ نوے ہزار درہم آئے اور بوریئے پر رکھ دیئے گئے۔ آپ ﷺ نے کسی سائل سے عذر (دینے سے منع) نہیں کیا یہاں تک کہ سب ختم کرکے فارغ ہوگئے پھر آپ کے پاس ایک شخص آیا اور کچھ مانگا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ باقی نہیں رہا (جو تجھ کو دے سکوں) لیکن تو میرے نام سے (ضرورت کی چیز) خرید لے جب ہمارے پاس کچھ آئے گا ہم ادا کردیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جو چیز آپ نہیں کرسکتے آپ کو اس کے کرنے کا حکم نہیں فرمایا ہے (پھر آپ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں) پیغمبر ﷺ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات پسند نہیں آئی پھر انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ خوب خرچ کیجئے اور عرش کے مالک (یعنی سبحانہ وتعالیٰ) سے کمی کا خوف نہ کیجئے۔ آپ ﷺ نے تبسم فرمایا، اور آپ ﷺ کے چہرہ پر بشاشت نمایاں ہوئی۔ آپ آنے والے دن کے لئے کوئی چیز اٹھا کر نہ رکھتے تھے۔ حضرت عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خیر کے کام میں خوب بارش برسانے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔

وصل ⑫

آپ ﷺ کے بعض اخلاق جمیلہ وطرز معاشرت کے بیان میں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر نہ کوئی شجاع (بہادر) دیکھا اور نہ کوئی مضبوط دیکھا اور نہ فیاض دیکھا اور نہ (دوسرے

اخلاق کے اعتبار سے) پسندیدہ دیکھا۔ ہم جنگ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ کی آڑ میں پناہ لیتے تھے اور بہت بہادر وہ شخص سمجھا جاتا تھا جو (میدان جنگ میں) آپ ﷺ کے قریب اس وقت ہوتا جب آپ ﷺ دشمن کے قریب ہوتے کیونکہ اس کو بھی دشمن کے قریب رہنا پڑتا تھا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ شرم وحیا میں اس کنواری لڑکی سے بھی زیادہ تھے جو پردہ میں ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نہایت لطیف الجلد نرم اندام (بدن) تھے۔ کسی شخص کو ناگوار بات نہ فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نہ آپ ﷺ عادتاً سخت تھے نہ جان بوجھ کر سخت گو بنتے تھے۔ نہ بازاروں میں خلاف وقار باتیں کرنے والے تھے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے تھے بلکہ معاف فرما دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ انتہائی حیاء کی وجہ سے آپ کی نگاہ کسی شخص کے چہرہ پر نہیں ٹھہرتی تھی (یعنی آنکھوں میں آنکھیں نہیں ڈالتے تھے) اگر کسی نامناسب چیز کا کسی ضرورت کی وجہ سے ذکر کرنا ہی پڑتا تو اشارے میں بیان فرماتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سب سے زیادہ کھلے دل کے تھے، بات کے سچے اور طبیعت کے نرم تھے۔ آپ ﷺ لوگوں سے میل جول میں بہت ہی کریم تھے۔ جو شخص آپ ﷺ کی دعوت کرتا آپ ﷺ اس کی دعوت قبول فرماتے۔ ہدیہ قبول فرماتے اگرچہ وہ (ہدیہ دعوت کا کھانا) گائے یا بکری کا پایا ہی کیوں نہ ہوتا اور ہدیہ کا بدلہ بھی دیتے تھے۔ دعوت سب کی قبول فرماتے خواہ دعوت دینے والا غلام، آزاد اور باندی اور غریب ہی کیوں نہ ہوتا۔ مدینہ کے آخری کنارے پر بھی کوئی مریض رہتا آپ اس کی عیادت فرماتے اور معذرت کرنے والے کا عذر قبول فرماتے اور اپنے اصحاب سے مصافحہ میں پہل فرماتے۔

آپ ﷺ کو کبھی اپنے اصحاب میں پاؤں پھیلا کر بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ جس کی

وجہ سے دوسروں کے لئے جگہ تنگ ہو جائے۔ جو آپ ﷺ کے پاس آتا اس کا خیال فرماتے اور اس کی خاطر کرتے اور بعض اوقات اپنا کپڑا (اس کے بیٹھنے کے لئے) بچھا دیتے اور گدا تکیہ خود چھوڑ کر اس کو دیتے۔ کسی شخص کی بات بیچ سے نہ کاٹتے۔ اگر وحی نازل ہونے یا وعظ و خطبہ کا وقت نہ ہوتا تو آپ سب سے زیادہ تبسم فرمانے والے اور خوش مزاج ہوتے، (کیونکہ ان حالتوں میں آپ کو ایک جوش ہوتا تھا جس میں تبسم، خوش مزاجی ظاہر نہیں ہوتی تھی) بعض اوقات وفود کی خود خدمت فرماتے تھے۔ جیسا کہ نجاشی بادشاہ کا وفد آیا تھا۔

آپ ﷺ قیامت میں آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کے سردار ہوں گے، سب سے پہلے آپ علیہ السلام کی قبر کی زمین شق ہوگی اور آپ باہر تشریف لائیں گے۔ سب سے پہلے آپ ﷺ ہی شفاعت فرمائیں گے اور سب سے پہلے آپ ہی کی شفاعت قبول ہوگی۔

آپ ﷺ انتہائی تواضع سے دراز گوش پر بھی سوار ہوتے تھے۔ کبھی اپنے پیچھے بھی کسی کو بٹھا لیتے تھے۔ غریبوں کی عیادت فرماتے اور محتاجوں کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ اپنے کپڑے میں (خود) جوں دیکھ لیتے تھے (کسی خادم کے دیکھنے کے لئے رکے نہ رہتے، دیکھنا اس خیال سے تھا کہ کسی اور کی نہ چڑھ گئی ہو) اپنی بکری کا دودھ خود نکال لیتے اور اپنے کپڑے میں خود پیوند لگا لیتے۔ اپنی جوتی کو اگر ضرورت ہوتی) خود سی لیا کرتے اپنا اور اپنے گھر والوں کا کام کر لیا کرتے تھے۔ گھر میں جھاڑو بھی دے لیا کرتے اور خدمت گار کے ساتھ کھانا کھا لیتے اور اس کے ساتھ آٹا گندھوا لیتے۔ اپنا سودا بازار سے خود لے آتے۔

آپ علیہ السلام سب سے زیادہ احسان کرنے والے عدل کرنے والے، عفیف پاکدامن اور سچ بولنے والے تھے، حتیٰ کہ ابوجہل بن ہشام باوجود اس کے کہ آپ ﷺ کا کامل دشمن تھا مگر اخنس بن شریق نے بدر کے دن جب اس سے پوچھا: اے ابوالحکم! یہاں تو میرے اور تیرے سوا اور کوئی موجود نہیں جو ہماری بات کو سن لے گا۔ تو مجھے

یہ بتا کہ محمد ﷺ سچے ہیں یا جھوٹے ہیں۔ ابوجہل نے کہا: واللہ محمد ﷺ سچے ہیں اور محمد ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

وصل (۱۳)

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنی مجلس میں سب سے زیادہ باوقار ہوتے تھے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مجلس میں بیٹھتے تو دونوں پاؤں کھڑے کر کے ملا کر ان کے گرد ہاتھوں سے حلقہ بنا کر بیٹھتے۔ اس طرح آپ ﷺ اکثر بیٹھا کرتے تھے (اس کو احتباء کہتے ہیں، یہ تواضع اور سادگی کا طریقہ ہے)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ چارزانو بھی بیٹھے ہیں اور بعض اوقات اکڑوں بغل میں ہاتھ دے کر بیٹھے ہیں۔ جب آپ علیہ السلام چلتے تو طمانینت کے ساتھ چلتے۔ آپ علیہ السلام کی چال سے معلوم ہوجاتا تھا کہ نہ آپ ﷺ کے دل میں تنگی ہے (کہ گھبرائے ہوئے چل رہے ہیں) اور نہ طبیعت میں سستی ہے کہ پاؤں نہ اٹھتا ہو۔ غرض نہ بہت تیز چلتے تھے اور نہ بہت آہستہ چلتے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ سے روایت ہے۔ کہ آپ ﷺ کے کلمات میں نہایت وضاحت ہوتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ اس طرح کلام فرماتے کہ اگر کوئی گننے والا گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔

آپ علیہ السلام خوشبو کی چیز اور خوشبو کو بہت پسند فرماتے اور کثرت سے اس کا استعمال فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔ کھانے پینے کی چیزوں میں پھونکتے نہیں تھے۔

انگلیوں اور ہڈیوں کے جوڑوں کے صاف رکھنے کو پسند فرماتے۔ (کیونکہ ان جگہوں پر میل جمع ہوجاتا ہے)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی تین

دن مسلسل پیٹ بھر کر روٹی نہیں کھائی یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ کا بستر ایک ٹاٹ تھا۔ اور کبھی کبھی آپ ﷺ چارپائی پر آرام فرماتے۔ جو کھجور کے بان (رسی) سے بنی ہوتی۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کے پہلو مبارک پر اس کا نشان پڑ جاتا۔

وصل (۱۴)

آپ ﷺ کے زندگی گزارنے میں تنگی کے طریقے کو اختیار کرنے کے بیان میں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کا شکم (پیٹ) کبھی پیٹ بھرائی غذا سے پر نہیں ہوا۔ آپ نے کبھی کسی سے اس بات کا شکوہ بھی نہیں فرمایا۔ فاقہ کی حالت آپ ﷺ کو امیری کی حالت سے زیادہ پسند تھی۔ سارا دن بھوکے رہتے اور رات بھر بھوک سے کروٹیں بدل کر گزار دیتے۔ اگر آپ علیہ السلام چاہتے تو اپنے رب سے تمام روئے زمین کے خزانے اس کی پیداوار اور اس کی زندگی کی آسانی کا سامان مانگ لیتے لیکن آپ ﷺ یہی فرمایا کرتے تھے: مجھے دنیا سے کیا لینا۔ میرے اولوالعزم پیغمبر بھائیوں نے اس سے زیادہ سخت حالت پر صبر کیا۔ اور اپنی اس حالت میں دنیا سے چلے گئے۔

وصل (۱۵)

آپ ﷺ کے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور مجاہدہ کرنے کے بیان میں

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

کاش میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔ (صحیح بات یہ ہے کہ یہ قول آپ ﷺ کا نہیں ہے بلکہ ابوذر رضی اللہ عنہ کا ہے لیکن دوسری حدیث میں ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں) آپ ﷺ اس قدر نفل نماز پڑھتے تھے کہ قدم مبارک پر ورم آجاتا۔ آپ کی اس حالت پر رحم کھا کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا طٰہٰ الخ یعنی ہم نے آپ پر قرآن مجید اس لئے نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔ آپ ﷺ نماز پڑھتے آپ ﷺ کے سینے سے (غم کی وجہ سے) ہنڈیا کے پکنے کی طرح آواز آتی۔ آپ ﷺ مسلسل غمگین رہتے تھے۔ کسی وقت بھی آپ ﷺ کو چین نہیں آتا تھا (یہ کیفیت آخرت کی فکر کی وجہ سے تھی۔)

دن بھر میں ستر یا سو مرتبہ استغفار فرماتے تھے میں کہتا ہوں کہ یہ استغفار اُمت کو استغفار سکھانے کے لئے تھا یا خود اُمت کے لئے مغفرت طلب کرنا مقصود تھا۔ یا یہ استغفار اس وجہ سے تھا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے اور اللہ تعالیٰ کی پہچان کے دریا میں ڈوبے ہوئے تھے اور اس میں بہت تیزی سے ترقی کر رہے تھے۔ کیونکہ یہ قرب و پہچان کی تجلّیات نئی نئی ہوتی رہتی تھیں اور یہ تجلّیات جس پر ہوتی ہیں وہ اس کی استعداد کے بقدر ہوتی ہیں (کہ جتنی تجلّیات کو وہ برداشت کر سکتا ہے پہلے اس کے بقدر پھر استعداد کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ بڑھتی رہتی ہیں) آپ ﷺ کی تجلّیات برداشت کرنے کی استعداد مسلسل بڑھتی رہتی تھی۔ اس لئے جب نئی تجلی ہوتی اور آپ ﷺ اس اونچے درجے کو دیکھتے تو خود کو نیچے درجہ کا شمار فرماتے۔ اور اس پر استغفار فرماتے (کہ میں تو اس سے نیچے درجہ کا ہوں اور اونچا درجہ عطا فرمانا اللہ تعالیٰ کا انعام ہے میں اس لائق نہیں ہوں) کیا تم نے نہیں سنا کہ نیک لوگوں کی حسنات مقربین لوگوں کے گناہ ہوتے ہیں۔

وصل (۱۶)

آپ ﷺ کے حسن و جمال کے بیان میں

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو تمہارے نبی سے زیادہ خوبصورت اور خوش آواز نہیں بھیجا ہے (باوجود ایسے حسن و جمال کے) عام لوگوں کا آپ ﷺ پر حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح عاشق نہ ہونا اللہ تعالیٰ کی غیرت کی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا حسن و جمال لوگوں پر پوری طرح ظاہر نہیں کیا۔ اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال بھی حضرت یعقوب علیہ السلام یا زلیخا کے علاوہ کسی اور پر ظاہر نہیں کیا۔

وصل (۱۷)

آپ ﷺ کی نرم متواضع اور پاکیزہ طبیعت کے بیان میں

آپ ﷺ نہایت حلیم تھے، نہ کسی کو گالی دیتے تھے نہ سخت بات فرماتے اور نہ لعنت کی بددعا دیتے تھے۔ قریبی جگہ جانے کے لئے دراز گوش پر سوار ہوتے تھے اور دور جانے کے لئے اونٹنی پر سوار ہوتے تھے۔ معرکہ جنگ میں خچر پر سوار ہوتے اور کسی مدد چاہنے والے کی پکار پر گھوڑی پر سوار ہوتے تاکہ جلدی پہنچ جائیں (الگ الگ وقت میں الگ الگ جانور اختیار فرمانے کی حکمت یہ ہے کہ) معرکہ میں ثابت قدم رہنا کمال ہے اس لئے گھوڑے کی ضرورت نہیں سمجھی بلکہ ایسا جانور اختیار کیا کہ وہ بھاگنے میں کم ہو یعنی خچر اور باقی معمولات میں تواضع کی صورت اختیار فرمائی یعنی دراز گوش کی سواری اور دور کے سفر میں جفاکش جانور کی ضرورت تھی وہ اونٹ ہے۔

آپ ﷺ کافر اور دشمن سب ہی سے اس کی دلجوئی کے لئے خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ جاہل کی (بدتمیزی کی) بات پر صبر فرماتے تھے۔ اپنے گھر میں گھر والوں کے

کاموں میں ان کا ساتھ دیتے چادر اوڑھنے میں اس بات کا اہتمام فرماتے کہ اس میں سے ہاتھ پاؤں کچھ نظر نہ آئے (غالباً بیٹھنے کی حالت میں ایسا ہوتا ہوگا) آپ ﷺ کی خندہ پیشانی اور انصاف سب کے لئے عام تھا۔ غصہ آپ ﷺ کو بے قابو نہیں کرتا تھا۔ اپنے ہم نشستوں سے کوئی بات (خلاف ظاہر) دل میں نہ رکھتے تھے۔ جب آنکھوں کی خیانت (یعنی کنکھیوں سے دیکھنا) آپ میں نہ تھی تو قلب کی خیانت کا تو کیا احتمال ہے۔

آپ ﷺ تمام حالات اور باتوں اور کاموں میں کبائر سے اور محققین کے نزدیک صغائر سے بھی معصوم (محفوظ) تھے۔ آپ ﷺ سے جان بوجھ کر، بھول کر، صحت میں، مرض میں، سنجیدگی میں، مزاح کی حالت میں، خوشی میں اور غصہ کی حالت میں کبھی کسی سے وعدہ خلافی کرنا یا حق سے ذرا بھی ہٹنا ممکن ہی نہیں تھا۔

وصل (۱۸)

آپ ﷺ کا زینت اختیار کرنے میں درمیانی راہ اختیار کرنے کے بیان میں

جس دن آپ علیہ السلام مکہ معظمہ میں تشریف لائے (یعنی فتح مکہ کے دن) اس دن آپ ﷺ کے سر کے بالوں کے چار حصے تھے یعنی بال بڑے ہونے کی وجہ سے چار حصوں میں تقسیم تھے۔ یہ اُمّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے۔ (شروع میں آپ ﷺ بغیر مانگ نکالے بالوں کو اکٹھا کر لیا کرتے تھے۔ بعد میں آپ ﷺ مانگ نکالنے لگے) ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ ایک دن کنگھا کرتے اور ایک دن کنگھا نہیں کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کے خضاب کے متعلق پوچھا گیا۔ انہوں نے فرمایا: آپ علیہ الصلوۃ والسلام کو خضاب لگانے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی (کیونکہ آپ

علیہ الصلوۃ والسلام کے اتنے بال سفید ہی نہیں ہوئے تھے کہ خضاب لگاتے) صرف تھوڑے سے سفید بال دونوں کنپٹیوں پر تھے۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مہندی اور نیل کا خضاب کیا ہے (یعنی اس طریقہ سے کہ بال کالے نہ ہوں)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے بال بڑھاپے میں سرخ ہو گئے تھے۔ (یعنی آپ علیہ السلام کے بال بجائے سفید ہونے کے سرخ ہو گئے تھے)

علماء نے ان دونوں روایتوں کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بال پکنے تو لگے تھے۔ مگر بہت کم پکے تھے۔ بعض بال سرخ ہو گئے تھے اور کچھ بال سفید ہو گئے ہوں گے۔ ان سفید بالوں کو آپ ﷺ نے جان بوجھ کر خضاب نہیں لگایا ہوگا۔ بلکہ آپ ﷺ کی عادت یہ تھی کہ آپ ﷺ اکثر سر درد کے وقت سر پر مہندی لگا لیا کرتے تھے۔ جس سے وہ سفید بال سرخ ہو گئے ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ سونے سے پہلے ہر آنکھ میں تین مرتبہ سرمہ کی سلائی لگاتے تھے۔ آپ ﷺ سفید کپڑے اور کرتہ کو پسند فرماتے تھے۔ آپ علیہ السلام کی آستین گٹہ تک ہوتی تھی۔ آپ یمنی چادر کو پسند فرماتے تھے۔ کبھی بالوں والی سیاہ چادر بھی پہنتے تھے۔ ایک بار تنگ آستین کا رومی جبہ (بھی) پہنا ہے۔

آپ ﷺ نے چمڑے کے سیاہ سادہ موزے (بھی) پہنے ہیں۔ اور ان پر وضو میں مسح فرمائی ہے۔ آپ ﷺ کے نعلین (جوتے) میں پہننے کے لئے دو تسمے تھے ایک انگوٹھے اور اس کے برابر والی انگلی میں اور دوسرا درمیان والی انگلی اور اس کے برابر والی انگلی میں تھا اور ایڑھی کے پیچھے کا تسمہ دہرا تھا۔ آپ ﷺ بالوں سے صاف کئے ہوئے چمڑے کے نعلین بھی پہنتے تھے۔ اور وضو کر کے ان میں پاؤں بھی رکھ لیتے تھے۔ آپ ﷺ کبھی کبھی گٹھے ہوئے نعلین میں نماز (بھی) پڑھ لیتے تھے۔ (کیونکہ وہ پاک ہوتے تھے اس وقت لوگوں میں یہ خلاف ادب نہ ہوگا)

آپ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی اور اس سے مہر لگاتے تھے۔ (ہمیشہ

اہتمام کے ساتھ) نہ پہنتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انگوٹھی کا نگینہ حبشی پتھر کا تھا۔ شروح بخاری میں ہے کہ ملک حبشہ کا پتھر تھا یا اس کا رنگ حبشیوں کی طرح (یعنی سیاہ) تھا۔ وہ مہرۂ یمانی یا عقیق تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا۔ (میرے نزدیک نگینہ سے مراد نگینہ کا خانہ ہے یعنی نگینہ رکھنے کا حلقہ۔ کسی دوسری چیز سونے وغیرہ کا نہیں تھا)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی انگوٹھی کی سفیدی اور چمک گویا میری نظروں کے سامنے ہے: انگوٹھی پر محمد رسول اللہ اس طرح لکھا ہوا تھا کہ محمد ایک سطر اور رسول ایک سطر اور اللہ ایک سطر۔ (محمد رسول اللہ) جب آپ بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو انگوٹھی کو اتار کر تشریف لے جاتے۔ انگوٹھی داہنے ہاتھ میں پہنتے تھے۔ آپ ﷺ کی تلوار قبیلہ بنی حنیفہ کی ساخت کی تھی، اس کے دستے کی گھنڈی (یعنی تلوار پکڑنے میں جس جگہ پر ہاتھ رہتا ہے اس کے سرے پر جو روک ہوتی ہے وہ) چاندی کی تھی (چونکہ وہ ہاتھ سے الگ رہتی ہے اس لئے چاندی کی صحیح ہے جنگ احد میں دو زرہیں اور فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے خود (یعنی لوہے کی ٹوپی) پہنی تھی۔

آپ ﷺ جب عمامہ باندھتے تھے تو اس کو دونوں شانوں کے درمیان چھوڑ دیتے تھے۔ آپ ﷺ شملہ کبھی دونوں شانوں کے درمیان چھوڑ دیتے۔ اور کبھی بغیر شملہ کے عمامہ باندھتے تھے۔ آپ ﷺ ٹوپی بغیر عمامہ کے کبھی پہن لیتے اور کبھی عمامہ بغیر ٹوپی کے پہن لیتے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس ایک سیاہ عمامہ تھا۔ آپ ﷺ آدھی پنڈلی تک لنگی باندھتے تھے اس سے نیچے باندھنے کی اجازت بھی دی ہے مگر یہ فرمایا ہے کہ پائنچوں کا ٹخنوں میں کچھ حق نہیں۔

آپ ﷺ جب بیٹھتے تھے تو دونوں پاؤں کو کھڑا کر کے ان کے گرد ہاتھوں سے حلقہ بنا لیتے تھے۔ آپ ﷺ مسجد میں ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھ کر چت بھی لیٹے

ہیں۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو بائیں کروٹ پر ایک تکیہ سے سہارا لگائے بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اس طرح دیکھا کہ آپ ﷺ پر ایک قطری کپڑا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کو بغل کے نیچے سے نکال کر کندھے پر ڈال رکھا تھا اور لوگوں کو (اسی حالت میں) نماز پڑھائی۔ (قطر بحرین کے علاقہ میں ایک گاؤں ہے وہاں سے چادریں آتی ہیں۔ ان کا کپڑا موٹا ہوتا ہے)۔

وصل (19)

جب آپ ﷺ کھانا کھاتے تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیتے۔ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔ آپ ﷺ تین انگلیوں سے کھانا کھاتے تھے اور ان کو کھانے کے بعد چاٹ لیتے تھے۔ اکثر آپ ﷺ کی غذا جو کی روٹی ہوتی تھی۔

آپ ﷺ نے کھانا کبھی چوکی (میز) پر نہیں کھایا اور نہ کبھی تشتری (چھوٹی پلیٹ) میں کھایا بلکہ آپ ﷺ دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے۔ کبھی آپ ﷺ کے لئے چپاتی نہیں پکائی گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سرکہ زیتون کے تیل، میٹھی چیز، شہد اور کدو کو پسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے مرغ سرخاب، بکری اونٹ اور گائے کا گوشت کھایا ہے۔ آپ ﷺ ثرید (یعنی شوربے میں توڑی ہوئی روٹی) کو پسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ مرچ اور مصالحہ بھی کھاتے تھے۔ آپ ﷺ نے کچی پکی تازہ کھجوریں اور چھوہارا، چقندر، اور حیس (یعنی کھجور، گھی اور پنیر کا مالیدہ) بھی کھایا ہے۔ اور آپ ﷺ کو کھرچن اچھی لگتی تھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ کھانے کی برکت کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے میں ہے۔ آپ ﷺ ککڑی کھجور کے ساتھ کھاتے تھے حضرت عائشہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ تربوز کھجور کے ساتھ کھاتے اور فرماتے: کھجور کی گرمی کا تربوز کی سردی سے علاج ہوجاتا ہے۔

آپ ﷺ کو ٹھنڈا میٹھا پانی پسند تھا۔ آپ ﷺ کھجوروں کو پانی میں ڈالتے۔ اس سے جو پانی میٹھا ہوجاتا اس کو پیتے تھے۔ (اس کو نبیذ کہتے ہیں) دودھ اور پانی سب ایک ہی پیالے میں پیتے تھے۔ وہ پیالہ لکڑی کا تھا۔ جس پر لوہے کے پترے لگے ہوئے تھے آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ دودھ کے علاوہ کوئی ایسی چیز نہیں جو کھانے اور پینے دونوں کے کام آسکے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ ﷺ نے زمزم کا پانی کھڑے ہوکر نوش فرمایا (پیا ہے) میں نے نبی کریم ﷺ کو کھڑے بیٹھے دونوں طرح پانی پیتے دیکھا ہے۔ جب آپ ﷺ پانی پیتے تو درمیان میں (دوبار) سانس لیتے۔ ایک روایت میں ہے کہ پانی پیتے ہوئے تین بار سانس لیتے تھے۔

جب آپ ﷺ اپنی خوابگاہ پر جاتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں گال کے نیچے رکھتے۔ جب آپ ﷺ سوتے تو سوتے ہوئے ہلکی سی خراٹے کی آواز آتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا اس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کا بستر ایک کمبل تھا ہم اس کو دوہرا کردیا کرتے اور آپ ﷺ اس پر سویا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ مریضوں کی عیادت فرماتے تھے۔ دراز گوش (گدھے) پر سواری فرماتے اور جنازہ میں شریک ہوتے غلام تک کی دعوت قبول کرلیتے تھے۔ غزوۂ بنی قریظہ میں آپ ﷺ ایک دراز گوش پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کی چھال کی رسی سے بنی ہوئی تھی۔ اور پالان بھی اسی کا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین پر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اپنی بکری کا دودھ نکال

لیا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے: اگر بکری کا دست کھلانے کے لئے میری دعوت کی جائے تو قبول کرلوں۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک پرانے پالان پر حج کیا ہے۔ اور اس پالان پر ایک کملی تھی جو چار درہم (ایک روپیہ) کی بھی نہ تھی اس پر بھی یہ دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ! اس کو ایسا حج (مبرور) بنائے۔ جس میں لوگوں کو دکھانے کی نیت لوگوں میں شہرت کی نیت نہ ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ہدیہ قبول فرماتے اور اس کے بدلے میں ہدیہ دیتے تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ہے مجھ پر (ایک بار) تیس رات دن اس حالت میں گزرے ہیں کہ میرے پاس کوئی کھانے کی چیز نہ تھی جس کو جاندار کھا سکے سوائے اتنی قلیل مقدار کے جو (حضرت) بلال (رضی اللہ عنہ) کی بغل میں آجاتا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ﷺ کے پاس صبح یا شام کے کھانے میں کبھی روٹی اور گوشت کی قسم سے کوئی چیز بھی (ایک ساتھ) جمع نہیں ہوئی ہاں یہ تو ہوا کہ کھانے سے کھانے والے ہمیشہ زیادہ ہوئے۔

وصل (۲۰)

آپ ﷺ کی وفات شریفہ کے بیان میں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ کی آخری زیارت اس طرح ہوئی کہ میں نے پیر کے دن (آپ ﷺ کے گھر کا) پردہ اٹھا کر آپ ﷺ کو دیکھا اس وقت آپ علیہ السلام کا چہرۂ مبارک قرآن شریف کے ورق کی طرح (پاک وصاف) لگ رہا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کا بوسہ اس طرح لیا کہ اپنا منہ تو آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں کے درمیان رکھا اور ہاتھوں کو آپ ﷺ کی کلائی پر رکھا۔ اور یہ الفاظ کہے: ہائے نبی! ہائے صفی! ہائے خلیل۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پیر کے دن وفات پائی۔ پیر کے دن اور منگل کی رات اور منگل کے دن کو شدت غم کی وجہ سے دفن نہ کرسکے (بدھ کی رات کو آخری حصے میں پہاڑوں سے زمین کھودنے کی آواز سنی گئی)۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے پیر کے دن وفات پائی اور منگل کو دفن ہوئے۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ ﷺ بدھ کی رات دفن ہوئے۔

وصل ۲۱

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ یہ بھی فرمایا میں رات اس حالت میں گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھ کو کھلا پلا دیتا ہے۔ یہ بھی فرمایا: میں کسی چیز کو بھولتا نہیں ہوں لیکن مجھے بھلا دیا جاتا ہے (تاکہ اس کے بارے میں سُنّت کیا ہے معلوم ہوسکے۔) آپ ﷺ ہمیشہ دل سے بیدار (جاگتے) رہتے تھے۔ (یعنی آپ ﷺ پر کبھی غفلت نہیں ہوتی تھی۔ اس کے باوجود فجر کی نماز کا قضا ہوجانا اس لئے تھا کہ تمام لوگوں کو قضاء نماز کا طریقہ معلوم ہوجائے۔

وصل ۲۲

آپ ﷺ کی خوش طبعی (مذاق فرمانے) کے بیان میں

آپ ﷺ نے فرمایا: میں خوش طبعی (مذاق) تو کرتا ہوں مگر اس میں بھی سچ کہتا ہوں۔ آپ ﷺ مؤمنین کا دل خوش کرنے کے لئے کبھی کبھی ان سے خوش طبعی بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک دیہات کے رہنے والے صحابی نے آپ ﷺ سے سواری کے لئے جانور مانگا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: میں تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کراؤں گا۔ (وہ یہ سمجھے کہ واقعی اونٹ کے چھوٹے سے بچے پر سوار کروائیں گے انہوں

نے کہا: میں بچے کا کیا کروں گا؟ آپ ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ وہ بچہ جواب مکمّل اونٹ بن چکا ہے وہ بھی تو کسی اونٹنی کا بچہ ہے۔

ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت سے آپ ﷺ نے فرمایا: جنّت میں کوئی بوڑھی عورت نہیں جائے گی (وہ عورت گھبرا گئی کہ بوڑھی عورت جنّت میں نہیں جائے گی آپ ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ جنّت میں جاتے وقت کوئی عورت بوڑھی نہیں ہوگی بلکہ جوان ہوکر جنّت میں جائے گی۔

وصل ۲۳

آپ ﷺ افضل الانبیا خاتم الرسل اور نبیوں میں آخری نبی تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام احکام شریعت میں آپ ﷺ کا اقتدا کریں گے۔

وصل ۲۴

آپ ﷺ کو بشری ضرورتوں کے پیش آنے اور اس کی حکمتوں کے بیان میں

آپ ﷺ نے تمام انسانوں کی طرح (دنیا میں) تکلیفیں بھی برداشت کی ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کو مرض بھی ہوا اور درد بھی ہوا۔ آپ ﷺ نے سردی گرمی اور بھوک پیاس کی بھی تکلیف برداشت فرمائی۔ آپ ﷺ کو (غصہ کی بات پر) غصہ بھی آیا اور کبھی طبیعت اداس، بجھی بجھی بھی ہوئی۔ آپ ﷺ کو تھکن بھی ہوئی اور کمزوری بھی اور آپ ﷺ پر بڑھاپا بھی آیا۔ آپ ﷺ سواری پر سے گرے تو آپ کو خراش بھی آئی۔

جنگ احد کے دن کفار نے آپ کے منہ کو زخمی بھی کیا اور آپ ﷺ کے سر میں زخم

آیا۔ آپ ﷺ کو زہر بھی دیا گیا۔ آپ ﷺ پر جادو بھی کیا گیا۔ آپ ﷺ نے دوا بھی استعمال فرمائی اور (فاسد خون نکلوانے کے لئے) آپ ﷺ نے پچھنے بھی لگوائے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے جھاڑ پھونک کا بھی استعمال کیا۔ اور (دنیا میں) اپنا وقت پورا کر کے عالم (اپنے ٹھکانے میں) تشریف لے گئے اور اس امتحان اور آزمائش کے گھر (یعنی دنیا) سے آزاد ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے کئی مرتبہ آپ ﷺ کی دشمن (کے قتل و ہلاک کرنے) سے حفاظت فرمائی۔ جب جنگ احد کے دن بدر بن قمہ نے آپ ﷺ کو پتھر مارا جس سے آپ ﷺ کا رخسار مبارک (گال) زخمی ہو گیا اور لوہے کی خود کی دو کڑیاں بھی رخسار میں گھس گئیں۔ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حفاظت فرمائی۔ اسی طرح جب آپ ﷺ (چھپ کر) جبل ثور تشریف لے گئے تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے (آپ ﷺ کی حفاظت کیلئے) قریش کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔ ایسے ہی غورث (بن حارث) کی تلوار، ابو جہل کے پتھر، سراقہ بن مالک کے گھوڑے، لبید بن اعصم کے جادو کو اثر کرنے، اور یہودی عورت کے زہر کو اثر کرنے سے اللہ تعالیٰ نے روکے رکھا۔

ان تمام ضرورتوں کے پیش آنے کی حکمتیں

(ہلاکت سے) محفوظ رہنے اور اس کے تھوڑی سی تکلیف ہو جانے میں آپ ﷺ کی بزرگی اور شرافت کا ظاہر کرنا مقصود ہے۔

دوسرے یہ کہ آپ ﷺ کو ان تکالیف کا ثواب دینا بھی مقصود ہے۔ تکالیف کے یہ حالات آپ ﷺ پر شاید اس لئے بھی آئے ہیں کہ لوگ آپ ﷺ کے معجزات و عجائبات دیکھ کر گمراہ نہ ہو جائیں (کہ ان کو جسمانی کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے تو یہ اللہ ہیں) جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے میں خاص معجزات اور عجائبات دیکھ کر گمراہ ہو گئے تھے۔

آپ ﷺ کے تکالیف دیئے جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ کی اُمّت کو تسلی ہو جائے کہ جب آپ ﷺ کو تکلیفیں پہنچیں ہیں تو ہم کیا چیز ہیں۔

وصل (۲۵)

یہ ساری تکلیفیں صرف جسم پر آئیں اور روح ان کے اثر سے محفوظ رہی

یہ ساری تکلیفیں اور مشقتیں آپ ﷺ پر آتی رہیں لیکن آپ ﷺ کا دل ہمیشہ اللہ کی یاد میں مشغول رہا۔ کیونکہ آپ ﷺ ہر وقت ہر لمحہ اللہ ہی کے ساتھ اللہ کے واسطے اللہ ہی کی (یاد) میں مستغرق اور اللہ ہی کی معیت میں رہتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کا کھانا، پینا، پہننا، حرکت کرنا، سکون اختیار کرنا، بولنا اور خاموش رہنا، سب اللہ ہی کے لئے اور اللہ ہی کے حکم سے تھا (چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ) اور آپ نفسانی خواہش سے کچھ نہیں بولتے یہ سب وحی ہی ہے جو آپ پر نازل کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کے آل واصحاب پر قیامت تک رحمت کاملہ نازل فرماتا رہے۔ (آخر میں دعا ہے کہ) اللہ تعالیٰ اس مجموعے کو پڑھنے والے، لکھنے والے، سننے والے، یاد کرنے والے، دوسرے اس کے سنانے اور بتانے والے، تالیف کرنے والے اور ترجمہ کرنے والے کو معاف فرمائے۔ آمین۔ اور ہم چند ابیات پر (اس کو) ختم کرتے ہیں جو آپ کے دربار شریف میں بطور تحفہ کے (مُبلغین صلوۃ و سلام کے واسطے) بھیجے جاتے ہیں یہ اشعار مؤلف کے ہیں۔

یہ رسالہ مسمّی بہ شیم الحبیب شہر بھوپال ماہ ذالحجہ آخر سال ۱۲۰۹ھ میں تمام ہوا۔ اور ترجمہ اس کا مسمّی بہ شم الطیب قصبہ تھانہ بھون ماہ رمضان عشرہ اخیرہ ۱۳۲۸ھ میں تمام ہوا۔ والحمد للہ۔

— بائیسویں فصل —

آپ ﷺ کے چند معجزات کے بیان میں

اگر رسول اللہ ﷺ کے تمام معجزات شمار کئے جائیں تو بہت مشکل ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ آپ ﷺ کی ہر بات ہر کام اپنی حکمتوں اور مصلحتوں کی وجہ سے خلاف معمول ہے۔ (جو عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے) دوسرے اس وجہ سے بھی مشکل ہے کہ آپ کی باتوں اور آپ کے تمام کاموں کو شمار کرنا ناممکن ہے۔

آپ ﷺ کے معجزات کی تعداد دس ہزار سے زیادہ ہے۔ آپ ﷺ کے معجزات تمام عالموں میں ظاہر ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا: "وما ارسلنک الا رحمة للعالمین" "کہ ہم نے آپ کو تمام عالموں کی طرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔" ایک حدیث میں ہے کہ جب تک زمین پر کوئی آدمی اللہ اللہ کہنے والا ہو گا قیامت نہیں آئے گی۔ اللہ اللہ کہنے والا آپ ﷺ کی رسالت پر اقرار کرنے والا بھی ہو گا۔ اس سے معلوم ہوا آپ ﷺ تمام عالموں کے باقی رہنے کا ذریعہ ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کی رسالت تمام عالموں کے لئے ہے اس لئے آپ ﷺ کے معجزے بھی تمام عالموں میں ظاہر ہوئے۔

عالم کی کل نو (۹) قسمیں ہیں:

① عالم معانی جیسے رنگ بو اور کلام کا عالم۔ ② فرشتوں کا عالم۔ ③ انسانوں کا عالم۔ ④ جنوں کا عالم۔ ⑤ آسمان اور چاند تاروں کا عالم۔ ⑥ جمادات کا عالم۔ ⑦ نباتات کا عالم۔ ⑧ حیوانات کا عالم۔ ⑨ ہوا کا عالم۔

ان تمام عالموں میں حضور ﷺ کے معجزات ہوئے ہیں۔ آگے ہر عالم کے دو چار معجزات کو اسی اقسام کی ترتیب کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

عالم معانی کلام وغیرہ میں آپ ﷺ کا معجزہ

اس میں تین معجزے ذکر کئے جاتے ہیں۔

① قرآن مجید:

اپنی فصاحت، بلاغت اور غیب کی خبریں دینے کی وجہ سے ایک معجزہ ہے۔

② وہ باتیں جن کے ہونے کے بارے میں آپ ﷺ نے خبر دی ہے:

چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ایک وعظ میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب بیان کر دیا تھا۔ جس نے ان باتوں کو یاد رکھا وہ اس کو یاد رہی اور جو ان کو بھول گئے وہ بھول گئے۔ مجھے اور (میرے) ان ساتھیوں کو وہ باتیں معلوم ہیں۔ بعض باتیں ان میں سے ایسی بھی ہیں کہ میں ان کو بھول گیا تھا لیکن جب میں ان باتوں کو (ہوتا ہوا) دیکھتا ہوں تو وہ مجھے یاد آجاتی ہیں یہ وہ ہی بات ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے مجھے خبر دی تھی۔ جس طرح کسی شخص کی شکل دیکھی ہوئی ہے اور وہ غائب ہو جائے (تو اس کی شکل بھول جاتی ہے) لیکن جب وہ سامنے آجائے تو اس کی شکل یاد آجاتی ہے۔ (بخاری ومسلم عن حذیفہ رضی اللہ عنہ)

③ وہ واقعات جو آپ ﷺ کے زمانے میں ہوئے اور آپ ﷺ نے بغیر دیکھے ان کی خبر دی:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے (غزوہ موتہ کے واقعہ میں) حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عبداللہ بن

رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے لوگوں کو ان کی شہادت کی خبر سنائی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (مسلمانوں کا) جھنڈا زید نے اٹھایا اور وہ شہید کر دیئے گئے، پھر جھنڈا جعفر نے اٹھایا اور وہ بھی شہید ہو گئے، پھر عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا اٹھایا وہ بھی شہید ہو گئے (یہ کہتے ہوئے) آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر فرمایا: آخر جھنڈا ایک اللہ کی تلوار (خالد بن ولید) نے لیا اور فتح حاصل ہوئی۔ پھر بالکل اسی طرح خبر آئی جس طرح آپ ﷺ نے بیان فرمائی۔ (بخاری عن انس)

فرشتوں کے عالم میں آپ ﷺ کے معجزے

اس میں دو معجزے ذکر کئے جاتے ہیں۔

① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بدر کے دن مسلمانوں کا ایک شخص مشرکین کے ایک شخص کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ اچانک اس نے ایک کوڑا مارنے والے اور سوار کی آواز سنی (سوار نے کہا) اے حیزوم! آگے بڑھ۔ (اس کے ساتھ ہی) اس مسلمان نے کیا دیکھا کہ وہ مشرک آگے چت گرا ہوا ہے، اس کی ناک ٹوٹی ہوئی ہے اور منہ پھٹ گیا ہے۔ جس جگہ زمین پر کوڑا لگا وہ ساری جگہ سبز ہو گئی۔ وہ شخص مسلمان انصاری تھا۔ اس نے حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر سارا واقعہ سنایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم سچ کہتے ہو یہ تیسرے آسمان کی مدد کا فرشتہ تھا۔ (مسلم عن ابن عباس)

فائدہ: حیزوم فرشتے کے گھوڑے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی مدد کے لئے اکثر غزوات میں فرشتوں کو بھیجا چنانچہ بدر، احد اور حنین میں فرشتوں نے مدد کی۔

② حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: مجھے جبرئیل علیہ السلام کی اصلی صورت دکھائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم (ان کو اصلی صورت میں) نہ دیکھ سکو گے۔ انہوں نے کہا: آپ دکھا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔

وہ بیٹھ گئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کعبہ پر اتر آئے۔ آپ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: دیکھو۔ انہوں نے دیکھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا جسم سبز زمرد کی طرح چمکتا ہوا تھا (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر) بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

عالم انسان میں حضور ﷺ کا معجزہ

اس میں چار معجزے ذکر کئے جاتے ہیں۔

① ظہور ہدایت (ہدایت کا ظاہر ہونا):

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا۔ وہ مشرک تھیں۔ ایک دن میں نے ان کو اسلام لانے کے لئے کہا: انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی شان میں بے ادبی کی بات کی۔ مجھے برا لگا۔ میں روتا ہوا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ میری ماں کو ہدایت عطا فرمائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللھم اھد ام ابی ھریرۃ یا اللہ! ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرمائیے۔ میں آنحضرت ﷺ کی دعا سن کر خوش ہوتا ہوا اپنے گھر آیا تو دیکھا دروازہ بند ہے۔ میری والدہ نے میرے پاؤں کی آواز سن کر کہا: ابوہریرہ وہیں ٹھہرے رہو۔ میں نے پانی کے گرنے کی آواز سنی۔ میری والدہ نے نہا کر دوسرے کپڑے پہنے پھر دروازہ کھولا اور کہا: ابوہریرہ! "اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ" میں خوش ہو کر شدت خوشی سے روتا ہوا پھر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور اپنی والدہ کے اسلام لانے کی خبر دی۔ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرمایا۔ (مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

② برکت کا ظاہر ہونا:

جناب رسول اللہ ﷺ نے حنظلہ بن حذیم رضی اللہ عنہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور ان کے

لئے برکت کی دعا فرمائی۔ اس کی برکت یہ ہوئی کہ کسی آدمی کے منہ میں سوجن ہوتی یا کسی بکری کے تھن میں سوجن ہوتی اور وہ اس سوجن والی جگہ کو حنظلہ کے سر میں اس جگہ لگاتا جہاں رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ لگایا تھا۔ تو سوجن فوراً ختم ہو جاتی۔ (بیہقی)

۳ مریضوں کا شفا پانا:

حبیب بن فدیک رضی اللہ عنہ کے باپ کی آنکھوں میں ایک سفید داغ پڑ گیا تھا اور بالکل اندھے ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی آنکھوں پر دم کیا تو اسی وقت ان کی آنکھوں میں بینائی آگئی۔ (بیہقی، طبرانی، ابن ابی شیبہ)

راوی کہتے ہیں: میں نے انہیں اسی برس کی عمر میں سوئی میں ڈورا ڈالتے ہوئے دیکھا۔

۴ بے ادب لوگوں پر قہر نازل ہونا:

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سیدھے ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا: میں سیدھے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔ حالانکہ اس آدمی کا سیدھا ہاتھ صحیح تھا لیکن اس نے یہ بات صرف تکبر کی وجہ سے کہی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تو سیدھے ہاتھ سے نہ کھا سکے گا۔ اس کے ساتھ ایسا ہی ہوا کہ وہ ساری زندگی اپنا سیدھا ہاتھ منہ تک نہیں لے جا سکا۔ (مسلم)

جنوں کے عالم میں حضور ﷺ کا معجزہ

اس میں دو معجزے ذکر کئے جاتے ہیں۔

۱ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ راستے میں ایک گاؤں میں تشریف لے گئے۔ اس گاؤں کے لوگ

آپ ﷺ کے تشریف لانے کی خبر سن کر گاؤں کے باہر آ کر آپ ﷺ کے استقبال کے لئے آپ ﷺ کا انتظار کرنے لگے۔ جب آپ ﷺ وہاں پہنچے تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس گاؤں میں ایک نوجوان عورت ہے اس پر ایک جن عاشق ہو گیا ہے اور اس پر چڑھ آیا ہے، نہ کھاتی ہے، نہ پیتی ہے، قریب ہے کہ ہلاک ہو جائے۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے اس عورت کو دیکھا وہ بہت خوبصورت تھی جیسے چاند کا ٹکڑا ہو۔ آنحضرت ﷺ نے اسے بلا کر فرمایا: اے جن! تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں۔ محمد رسولِ خدا ہوں اس عورت کو چھوڑ دے اور چلا جا۔ آپ ﷺ کے یہ فرماتے ہی وہ عورت صحیح ہو گئی۔ نقاب منہ پر ڈال لیا اور مردوں سے شرمانے لگی اور بالکل صحیح ہو گئی۔

(خطیب عن جابر رضی اللہ عنہ)

۲ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی ایک غلہ کی کوٹھری میں کھجور بھرے ہوئے تھے۔ ایک جنّیہ اس میں سے نکال کر لے جاتی تھی۔ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ، اب جب اس کو دیکھو تو یہ کہنا بسم اللہ اجیبی رسول اللہ یعنی اللہ کا نام لے کر کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے بلانے پر چل۔ (اس کے بعد) انہوں نے اس کو پکڑ لیا، پھر اس نے قسم کھائی کہ اب نہ آؤں گی تو اس کو چھوڑ دیا۔ (ترمذی عن ابی ایوب)

فائدہ: یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے کہ اس کے مؤمن نہ ہونے کے باوجود صرف آپ کے نام کی برکت کی وجہ سے گرفتار ہو گئی۔

آسمانوں اور ستاروں کے عالم میں آپ ﷺ کے معجزے

اس میں دو معجزے ذکر کئے جاتے ہیں۔

۱ آپ ﷺ کے اشارہ سے چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا۔

② معراج میں آسمانوں کو طے کرنا آسمانوں میں معجزہ ہے۔

مٹی کے عالم میں آپ ﷺ کا معجزہ

ایک معجزہ ذکر کیا جاتا ہے۔

① حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ہجرت کے سفر میں) سراقہ بن مالک نے ہمارا پیچھا کیا۔ میں نے اسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ہمیں ایک شخص پکڑنے کے لئے آرہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "لا تحزن ان اللّٰہ معنا" یعنی "غم مت کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں" پھر آپ ﷺ نے سراقہ کے لئے بددعا فرمائی۔ اس کا گھوڑا پیٹ تک سخت زمین میں دھنس گیا۔ اس نے کہا: مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں نے میرے لئے بددعا کی ہے، اب دعا کرو کہ میں اس حالت سے نجات پاؤں۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ تمہاری تلاش میں آنے والے لوگوں کو واپس لوٹا دوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی نجات کے لئے دعا فرمائی۔ اس کو اس مصیبت سے نجات حاصل ہوئی۔ وہ واپس چلا گیا جو کوئی اس سے ملتا وہ اس کو یہ کہہ کر لوٹا دیتا کہ ادھر کوئی نہیں ہے۔ (بخاری، مسلم عن ابی بکر)

پانی کے عالم میں آپ ﷺ کا معجزہ

اس میں ایک معجزہ ذکر کیا جاتا ہے۔

① حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں لوگ پیاسے تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک لوٹا تھا جس سے آپ ﷺ نے وضو کیا۔ لوگوں نے عرض کیا: آپ ﷺ کے لوٹے میں جو پانی ہے اس کے علاوہ ہمارے لشکر میں پینے اور وضو کرنے کے لئے پانی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے دست (ہاتھ) مبارک کو لوٹے میں رکھا تو پانی آپ ﷺ کی انگلیوں سے پھوٹنے اور جوش مارنے لگا۔ ہم سب نے پانی

پیا اور وضو کیا۔ (بخاری مسلم عن جابر)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ لوگ کتنے آدمی تھے۔ انہوں نے کہا: اگر ایک لاکھ آدمی بھی ہوتے تو وہ پانی کافی ہو جاتا (یعنی پانی اتنا زیادہ تھا) لیکن ہم پندرہ سو آدمی تھے۔

آگ کے عالم میں آپ ﷺ کا معجزے

اس میں ایک معجزہ ذکر کیا جاتا ہے۔

① حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ خندق میں انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے لئے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور تقریباً تین سیر جو کا آٹا گوندھ کر تیار کیا۔ حضور ﷺ کو چپکے سے یہ بات بتائی اور عرض کیا: آپ ﷺ چند آدمیوں کے ساتھ کھانے کے لئے تشریف لے آئیں۔ آپ ﷺ نے تمام اہل خندق کو جو ایک ہزار تھے پکار کر جمع فرمایا اور اپنے ساتھ لے چلے۔ آپ ﷺ نے مجھ (جابر رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: جب تک میں نہ آؤں ہانڈی کو چولہے سے مت اتارنا اور روٹی مت پکانا۔ آپ ﷺ تشریف لائے اور آب دہن (تھوک) مبارک گوندھے ہوئے آٹے میں اور ہانڈی میں ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی۔ اور فرمایا: ایک روٹی پکانے والی اور بلوالو۔ ہانڈی میں شوربا نکال نکال کر دو مگر اس کو چولہے پر سے اتارنا نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہزار آدمی تھے، قسم خدا کی سب نے کھایا اور ہماری ہانڈی ویسی ہی جوش میں رہی اور آٹا اتنا ہی رہا جتنا پہلے تھا۔ (بخاری مسلم عن جابر رضی اللہ عنہ)

فائدہ: اس سے آگ کے عالم میں بھی ایک خلاف عادت بات ظاہر ہوئی کہ آگ کا اثر شوربے کو کم کرنا ہے۔ لیکن آگ نے شوربے کو کم نہ کیا (بلکہ وہ شوربے کے بڑھنے کا ذریعہ بن گئی۔ کیونکہ آپ ﷺ نے چولہے سے اتارنے کو منع فرمایا۔ اس سے معلوم

ہوا کہ شوربے کے بڑھنے میں آگ کا دخل ہے)

ہوا کے عالم میں آپ ﷺ کے معجزے

اس میں دو معجزے ذکر کئے جاتے ہیں۔

① غزوۂ خندق میں اللہ تعالیٰ نے کافروں پر ہوا بھیجی۔ جس کی وجہ سے خوب سردی ہوگئی۔ ان کو نہایت عاجز اور تنگ کیا خوب غبار ان کے منہ پر ڈالا۔ ان کی آگ بجھا دی۔ ان کی ہانڈیاں الٹ دیں خیموں کی کیلیں اکھاڑ دیں جس کی وجہ سے ان کے خیمے گر پڑے ان کے گھوڑے کھل کر آپس میں لڑنے لگے لشکر میں غل مچا دیا۔

② اسی غزوہ میں آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کافروں کی خبر لانے کے لئے بھیجا اور ان کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان کو سردی کی شدت سے محفوظ فرمائے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے مجھے جانے آنے میں ذرا بھی سردی محسوس نہ ہوئی، بلکہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے میں گرم حمام میں چل رہا ہوں۔ (بعضہ من تواریخ حبیب الہ)

فائدہ: ایسی سخت ہوا کا ان پر اثر نہ کرنا ہوا کے معمول کے خلاف ہے جو آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔

فضا کے عالم میں حضور ﷺ کے معجزے

اس میں دو معجزے ذکر کئے جاتے ہیں۔

① حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک بار قحط ہوا۔ آپ ﷺ جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے۔ ایک دیہات کے رہنے والے صحابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا: "یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گیا اور عیال بھوک سے مر

رہے ہیں۔" آپ ﷺ بارش کی دعا کیجئے: آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اس وقت آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نہ تھا۔ خدا کی قسم آپ ﷺ نے دعا کر کے ہاتھ پھیرے بھی نہ تھے کہ پہاڑوں کے چاروں طرف سے بادل گھر آئے۔ آپ ﷺ منبر سے اترے بھی نہیں تھے کہ ریش مبارک سے بارش کے قطرے گرنے لگے۔ اس دن سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ دوسرے جمعہ کو اسی دیہات کے رہنے والے صحابی نے یا کسی اور شخص نے عرض کیا: مکانات گر گئے مال ڈوب گیا۔ آپ دعا فرمائیے کہ بارش بند ہو جائے۔ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی: اے اللہ! ہمارے آس پاس برسے ہمارے اوپر نہ برسے، آپ ﷺ نے بادل کی طرف اشارہ فرمایا: بادل وہیں سے کھل گیا پھر مدینہ پر تو پانی کا برسنا بالکل بند ہو گیا۔ اور مدینہ کے آس پاس برستا رہا۔ مدینہ کے آس پاس سے جو لوگ آتے وہ بارش کے زیادہ ہونے کو بیان کرتے تھے۔

فائدہ: آپ ﷺ کی دعا سے بادل کا فوراً کھل جانا اور اشارہ سے بادل کا ہٹ جانا ان دونوں میں بادل کے عالم میں معجزے کا ظاہر ہونا ہے۔ (بخاری، مسلم عن انس)

② منقول ہے کہ کسی کو آپ ﷺ نے ایک شخص کے پاس اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجا۔ اس نے آپ ﷺ اور اللہ تعالیٰ شانہ کی شان میں گستاخی کی اور کہا: رسول اللہ کون ہوتے ہیں۔ اللہ کیسا ہوتا ہے، سونے کا یا چاندی کا یا تانبے کا؟ ایک دم اس پر بجلی گری اور اس کی کھوپڑی اڑا دی۔ (نسائی بزار)

فائدہ: اس واقعہ میں بجلی کا معجزہ ہے جو ہوا کے عالم میں سے ہے۔

جمادات اور نباتات کے عالم میں آپ ﷺ کا معجزے

اس میں تین معجزے ذکر کئے ہیں۔

① حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھا۔ آپ ﷺ مکہ کے باہر کسی طرف نکلے اور میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ راستے میں جو پہاڑ یا درخت سامنے آتا وہ یہ کہتا تھا: السلام علیک یارسول اللہ۔

فائدہ: پہاڑ جمادات میں سے ہیں اور درخت نباتات میں سے تو دونوں عالم میں معجزہ ظاہر ہوا۔

② حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ خطبے کے وقت مسجد میں چھوہارے کے ستون پر ٹیک لگالیا کرتے تھے۔ جب منبر بنا تو حضور ﷺ نے منبر پر خطبہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اچانک وہ ستون اس زور سے چلا کر رونے لگا کہ قریب تھا کہ پھٹ جائے۔ حضور ﷺ منبر پر سے اترے اور اس ستون کو اپنے بدن مبارک سے چمٹا لیا تو وہ ستون اس طرح ہچکیاں لینے لگا جس طرح وہ لڑکا ہچکیاں لیتا ہے جس کو روتے ہوئے چپ کرایا جاتا ہے یہاں تک کہ خاموش ہوگیا۔ (بخاری عن علی رضی اللہ عنہ) حضرت جابر رضی اللہ عنہ (اس کی یہ وجہ بیان) فرماتے ہیں: یہ ہمیشہ ذکر سنا کرتا تھا اب جو نہ سنا تو رونے لگا۔

فائدہ: اس ستون کی دو حالتیں ہیں اپنی اصلی حالت کے لحاظ سے کیونکہ درخت ہے اس لئے نباتات میں سے ہے اور موجودہ حالت کہ تنے کو کاٹ کر ستون بنادیا جمادات میں سے ہے اس طرح اس ستون میں دونوں عالم نباتات اور جمادات کا معجزہ ظاہر ہوا ہے۔

اس رونے کی وجہ جس طرح ذکر نہ سننا ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی جدائی بھی ایک وجہ ہے ورنہ صرف سینہ سے لگالینے کی وجہ سے خاموش نہ ہوتا اس طرح یہ آپ ﷺ کی ذات کا معجزہ ہے۔

③ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت

میں تھوڑے چھوہارے لایا اور عرض کیا کہ ان چھوہاروں کے لئے برکت کی دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے ان چھوہاروں کو اکٹھا کر کے ان میں برکت کی دعا فرمائی اور مجھ سے فرمایا: انہیں اپنے توشہ دان میں ڈال لو۔ جب تمہارا جی چاہے اس میں ہاتھ ڈال کر نکال لو مگر اسے جھاڑنا مت۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان چھوہاروں میں ایسی برکت ہوئی کہ میں نے اتنے اتنے اللہ کی راہ میں خرچ کئے، اس میں سے ہمیشہ ہم کھاتے اور کھلاتے رہے وہ توشہ دان ہمیشہ میری کمر میں لگا رہتا تھا یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن (جو تقریباً تیس سال کا زمانہ ہوتا ہے) میری کمر میں سے کٹ کر کہیں گر پڑا۔ (ترمذی عن ابی ہریرہ)

فائدہ: یہ معجزہ بھی دونوں عالم نباتات و جمادات میں سے ہے۔

عالم حیوانات میں رسول اللہ ﷺ کا معجزہ

اس میں تین معجزے ذکر کئے جاتے ہیں۔

① حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک بڑا شریر اونٹ تھا جو بھی باغ میں جاتا اس پر دوڑتا اور کاٹنے کے لئے جھپٹتا۔ آپ ﷺ نے اسے بلایا۔ وہ آیا۔ اس نے آپ علیہ السلام کے سامنے سجدہ کیا۔ آپ ﷺ نے اس کی ناک میں مہار ڈال دی اور فرمایا: نافرمان جن اور انسان کے علاوہ جتنی چیزیں آسمان زمین میں ہیں سب جانتی ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ (احمد، عن جابر)

② سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں دریائے شور میں تھا (کہ میرا) جہاز ٹوٹ گیا۔ میں ایک تختے پر بیٹھ گیا اور بہتے بہتے میں ایک جنگل میں پہنچا وہاں مجھے ایک شیر ملا اور میری طرف آیا میں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کا آزاد کردہ غلام ہوں۔ وہ شیر میری طرف

آیا اور اپنا کندھا میرے بدن کو مارا اور میرے ساتھ چلنے لگا۔ یہاں تک کہ مجھے راستے پر لے آیا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر باریک کچھ آواز کرتا رہا اور اپنی دم سے میرا ہاتھ چھوا۔ میں سمجھا کہ مجھے رخصت کر رہا ہے۔

فائدہ: پہلا قصہ آپ ﷺ کی حیات کا ہے، اور دوسرا وفات کے بعد کا ہے۔

۳ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے گھر میں دودھ کا ایک پیالہ تھا آپ ﷺ نے حکم دیا کہ تمام اصحاب صفہ کو بلاؤ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھوکے تھے۔ انہوں نے اپنے دل میں کہا: مجھی کو دے دیتے تو میں پیٹ بھر کر پی لیتا میں ان سب کو بلا لایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انہیں دودھ پلاؤ میں نے پلانا شروع کیا یہاں تک کہ سب نے پیٹ بھر کر پیا۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ: تم پیو میں نے پیا، آپ ﷺ نے فرمایا اور پیو میں پیتا رہا یہاں تک کہ میں نے قسم کھا کر کہا: اب پیٹ میں جگہ نہیں رہی پھر باقی آپ ﷺ نے پیا۔

فائدہ: یہ حیوان کے اجزاء میں معجزہ کا ظہور ہوا۔

من الروض

يَدٌ بِهَا النَّفْعُ وَالضَّرُّا لِمُعْتَرِفٍ ... وَجَاحِدٍ فَهِىَ الْاَدْوَآءُ وَالْوَطَر
كَمْ اَبْرءَتْ اَلَمًا كَمْ اَذْهَبَتْ لَمَمًا ... كَمْ اَظْهَرَتْ لِمَمًا يَنْمُوْلَهَا شَعَر
وَكَمْ شَفَتْ سَقَمًا كَمْ اَظْهَرَتْ مَدَدًا ... كَمْ فَرَّجَتْ كَمَدًا عَمَّنْ بِهٖ عَوَر
وَدَرَّتِ الشَّاةُ مِنْهَا وَالْحَصَا نَطَقَتْ ... فِيْهَا وَاَوْ رَقَتِ الْاَغْصَانُ وَالشَّجَر
وَالْقَوْمُ مِنْ رَمِيْهَا يَوْمَ اللِّقَاءِ عَمُوْا ... وَمِنْ اَصَابِعِهَا الامواهُ تَنْفَجِر
وَالْمَاءُ مِنْ رِيْقِهٖ زَادَتْ حَلَاوَتُهٗ ... وَالنَّخْلُ مِنْ عَامِهٖ اَضْحٰى لَهٗ تَمَرٌ
وَالْجِذْعُ حَنَّ اِلَيْهِ حِيْنَ فَارَقَهٗ ... حَتّٰى عَلَامِنْهُ مَابَيْنَ الْمَلَاخَوَرٌ

وَالذِّئْبُ وَالضِّبُّ كُلٌّ مِنْهُمَا شَهِدَا ... شَهَادَةَ الْحَقِّ يَرْوِيْهَا لَكَ الْخَبَر
وَرَاحَ يَشْكُوْ اِلَيْهِ جَوْرَصَاحِبِهٖ ... الْبَعِيْرُ وَالدَّمْعُ مِنْ عَيْنَيْهِ مُنْحَدِرٌ
وَاَطْعَمَ الْجَيْشَ مِنْ صَاعٍ فَاَشْبَعَهٗ ... وَمِنْهُ اَرْوَاهُ لَمَّا مَسَّهُ الْعَسَر
فَلَاتَرُمْ حَصْرَ آيَاتٍ لَهٗ ظَهَرَتْ ... اِلَّا اِذَا كَانَ يُحْصى الرَّمْلُ وَالْمَدَر
كَفٰى، بِمُعْجِزَةِ الْقُرْاٰنِ مُعْجِزَةً ... طُوْلَ الزَّمَانِ غدا يُتْلٰى وَيُسْتَطَر
فِيْهِ تَجْمَعَتِ الْاَشْيَا فَلَاصُحُفٌ ... اِلَّا وَحَازَ مَعَانِيْهَا وَلَازُبُر
فَهُوَ الشِّفَاءُ الَّذِىْ تَحْيَى النُّفُوْسُ بِهٖ ... قَدْ فاز مُتَّعِظٌ منْهُ وَمُدَّكِر

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُر

۱ آپ ﷺ کا ہاتھ ایسا ہے کہ اس میں نفع بھی ہے اور نقصان بھی ہے آپ ﷺ کو ماننے والے کے لئے (نفع ہے) اور نہ ماننے والے کے لئے (نقصان ہے) بیماری کا بھی سبب ہے اور حاجت روائی کا بھی سبب ہے۔

۲ اس ہاتھ نے بہت سے دردوں کو اچھا کیا اور بہت سے آسیب کو دور کیا بہت سے سر کے بالوں کو ظاہر کیا کہ اس کے سبب بغیر بالوں والے سر میں بال جم آئے۔

۳ اور بہت سے بیماروں کو شفا دی اور بہت سی مدد کو ظاہر کیا۔ جن لوگوں کو رنج وغیرہ تھا ان کے رنج کو دور کیا۔

۴ اس سے بکری نے دودھ دیا۔ اس میں پتھر بولے اور شاخوں اور درخت پر اس ہاتھ کی برکت سے پتے آ گئے۔

۵ کافر قوم اس ہاتھ کی مٹی پھینک دینے سے اندھی ہو گئی۔ اس ہاتھ کی انگلیوں سے پانی جاری ہوتا تھا۔

۶ پانی کی مٹھاس آپ ﷺ کے لعاب (تھوک) مبارک کی وجہ سے بڑھ گئی تھی۔

۷ کھجور کا درخت اسی سال سے پھل دینے لگا، درخت کا تنا آپ ﷺ کی جدائی سے

رونے لگا۔ یہاں تک کہ مجمع میں اس کے رونے کی آواز بلند ہوگئی۔

⑧ بھیڑیے اور گوہ نے (آپ ﷺ کے پیغمبر ہونے کی) سچی شہادت دی۔ اس کو حدیث روایت کرتی ہے۔

⑨ اونٹ نے آپ ﷺ سے اس حال میں اپنے مالک کے ظلم کی شکایت کی کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

⑩ ایک بڑے لشکر کو ایک صاع (تین سیر) سے کھانا کھلا کر شکم سیر کردیا تھا اور آسودہ کردیا تھا جب کہ وہ لشکر تنگی کی حالت میں تھا۔

⑪ اے مخاطب! آپ ﷺ کے جو معجزات ظاہر ہوئے ہیں ان کو اسی وقت گننے کا ارادہ کرو جس وقت ریت کے ذروں اور کنکروں کو گنا جائے (اور یہ ناممکن ہے اس لئے آپ ﷺ کے معجزات کو گننا بھی ناممکن ہے اس لئے گننے کا ارادہ ہی نہ کر)۔

⑫ قرآن مجید کا معجزہ (ہی) کافی معجزہ ہے کہ طویل زمانے تک تلاوت کیا جائے گا اور لکھا جائے گا۔

⑬ اس (قرآن) میں بہت سے مضامین جمع ہیں تو نہ کوئی صحیفے اور نہ کوئی کتابیں ایسی ہیں کہ قرآن کے مضامین پر مشتمل نہ ہو۔

⑭ قرآن وہ شفاء ہے جس سے قلوب زندہ ہوتے ہیں اس کے وعظ اور اس کی نصیحت کا قبول کرنے والا کامیاب و کامران ہوتا ہے۔

— تئیسویں فصل —

آپ ﷺ کے چند اسماء شریفہ اور ان کی مختصر تفسیر کے بیان میں

مُحَمَّدٌ! "تمام صفات حمیدہ کے لائق" یہ آپ ﷺ کا خاص نام ہے۔

اَحْمَدُ! "اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والے" حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس نام سے آپ ﷺ کی خوشخبری سنائی ہے۔

مَاحٍ! "کفر مٹانے والا" اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی برکت سے کفر کو مٹایا۔

حَاشِرٌ! "اکٹھا کرنے والا" کیونکہ قیامت کے دن سب سے پہلے آپ ﷺ کو اٹھایا جائے گا اور باقی لوگ آپ ﷺ کے بعد اٹھائے جائیں گے تو ان سب کے جمع کرنے کا ذریعہ آپ علیہ السلام ہوں گے۔

عَاقِبٌ! "آخری پیغمبر" آپ ﷺ سارے انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تشریف لائے ہیں۔

مُقَفِّيْ! اس کے بھی یہی معنی ہیں۔

نَبِیُّ التَّوْبَۃِ! "توبہ والے نبی" آپ ﷺ کی شریعت میں گناہوں کی معافی کے لئے صرف توبہ ہی کافی ہے لیکن توبہ اپنی شرائط کے ساتھ کی جائے۔ پہلی امتوں میں گناہوں کی معافی کے لئے خود کو قتل کرنا بھی ضروری ہوتا تھا۔

نَبِیُّ الْمَلْحَمَۃِ! "قتال کے نبی" کیونکہ آپ ﷺ کی شریعت میں جہاد مشروع ہوا ہے۔

نَبِیُّ الرَّحْمَۃِ! "رحمت والے نبی" آپ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔ مسلمانوں کے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں اور کفار کے لئے دنیا میں آپ ﷺ رحمت ہیں کیونکہ پہلی امتوں کی طرح کفار پر عذاب نہیں آتے۔ باقی سارے عالم کے باقی رہنے کے لئے بھی آپ رحمت ہیں کہ جب تک کوئی اللہ اللہ کہنے والا دنیا میں نہ رہے گا قیامت نہیں آئے گی اور جو اللہ اللہ کہنے والا ہوگا وہ آپ ﷺ کا ماننے والا ہوگا اس لئے دنیا کا باقی رہنا آپ ﷺ ہی کی رحمت کی وجہ سے ہوگا۔

فَاتِحٌ! "فتح کرنے والا" آپ ﷺ کی بدولت ہدایت کا دروازہ کھلا اور کفار کے ملک و شہر فتح ہوئے۔ جنّت کے دروازے بھی آپ ﷺ ہی کے اتباع سے کھلیں گے۔

اَمِیْنٌ! "امانت دار، معتبر"۔

شَاھِدٌ! "گواہی دینے والے" آپ ﷺ قیامت کے دن اپنی امت کے شاہد گواہ ہوں گے۔

مُبَشِّرٌ بَشِیْرٌ! "خوشخبری دینے والے" مؤمنین کو جنّت کی خوشخبری دینے والے۔

نَذِیْرٌ! "ڈرانے والے" کافروں کو عذاب سے ڈرانے والے۔

قَاسِمٌ! "تقسیم کرنے والے" فیوض اور اموال تقسیم کرنے والے۔

ضحوک! "ہنسنے والے" قتال! قتل کرنے والے! ان دونوں کا استعمال الگ الگ نہیں ہوتا ایمان والوں سے ہنسنے والے اور کفار سے قتال کرنے والے۔

عبداللّٰه! "اللہ تعالیٰ کے بندے" آپ ﷺ عبدیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

سِرَاجٌ مُنِیْرٌ! "روشن چراغ" آپ ﷺ ہدیات کے روشن چراغ ہیں۔

سیدولد آدم! آپ ﷺ بنی آدم کے سردار ہیں۔

صاحب لواء الحمد! "حمد کے جھنڈے والے" قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی تعریف کا جھنڈا آپ ﷺ کے پاس ہوگا اور سارے اولین اور آخرین اس کے نیچے ہوں گے۔

صاحب مقام! قیامت کے دن مقام شفاعت پر آپ ﷺ کھڑے کئے جائیں گے۔

صَادِقٌ! "سچے" آپ ﷺ سچی خبریں دینے والے تھے۔

مُصَدِّقٌ! آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے سچی خبریں پہنچتی تھیں۔

رَؤُفٌ رَحِیْمٌ! ان دونوں کے معنی مہربان اور بہت مہربان کے ہیں۔

ان اسماء میں سے بعض اسماء ایسے ہیں جو کسی خاص صفت یا غالب صفت پر دلالت کرتے ہیں، عرف میں لقب اور نام ایسے ہی اسماء کو کہتے ہیں۔ اسی لئے پچیّس تیس ذکر کئے گئے ہیں ورنہ آپ ﷺ کی صفات سے اگر ہر صفت سے ایک نام بنایا جائے تو دوسو سے زائد بلکہ علماء کے بقول ایک ہزار تک پہنچ جائیں گے۔ (کذافی زاد المعاد)

فائدے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے چند مشہور اسماء گرامی ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں۔ (صاحب تسہیل)

حَامِدٌ! اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے والے۔

مَحْمُوْدٌ! "تعریف کئے گئے" آپ ﷺ کی پچھلی کتابوں میں تعریف کی گئی ہے۔

رَشِیْدٌ! "سیدھا راستہ دکھانے والے" آپ ﷺ سارے عالم کو سیدھے راستے دکھانے والے ہیں۔

مَشْھُوْدٌ! "گواہی دئے گئے"۔

دَاعٍ! "بلانے والے" آپ ﷺ تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلانے والے ہیں۔

شَافٍ! "شفا کا سبب" اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی برکت سے انسانوں کو روحانی اور جسمانی شفا عطاء فرمائی۔

ھَادٍ! "رہنمائی کرنے والے" ساری انسانیت کے لئے راہنما۔

مَھْدٍ! مجسم ہدایت، سراپا ہدایت، آپ ﷺ بنی نوع انسان کے لئے سراپا ہدایت ہیں۔

مُنْجٍ! "نجات دلانے والے نجات کا سبب" ساری انسانیت کو اپنی شریعت کے ذریعے

نجات دینے والے۔

نَاہٍ! "برائی سے روکنے والے" آپ ﷺ برائی سے روکنے والے تھے۔

رَسُوْلٌ! پیغمبر۔ آپ ﷺ تمام عالموں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے۔

نَبِیٌّ! "خبر دینے والے" آپ ﷺ جنّت و دوزخ آخرت حشر وغیرہ کی خبر دینے والے تھے۔

اُمِّیٌّ! "بے پڑھا ہوا" آپ ﷺ کسی مکتب میں پڑھے ہوئے نہیں تھے۔

تِهَامِیٌّ! مکہ کے رہنے والے۔

هَاشِمِیٌّ! آپ کا تعلّق بنو ہاشم قبیلے سے تھا۔

اَبْطَحِیٌّ! بطحاء کے رہنے والے۔

عَزِیْزٌ! "غالب، عزت والے" آپ ﷺ اپنے دین حق سے سارے باطل دینوں پر غالب ہوئے اور سارے عالم میں آپ ﷺ کو عزت حاصل ہوئی۔

حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ! مؤمنوں کی بھلائی کے لئے حرص کرنے والے۔

طٰهٰ!

مُجْتَبٰی! "پسند فرمائے گئے" ساری انسانیت کی طرف نبی اور رسول ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پسند فرمایا۔

طٰسٓ!

مُرْتَضٰی! محبوب پسند کئے گئے۔

حٰمٓ!

مُصْطَفٰی! رسولوں میں پسند و منتخب کئے گئے۔

یٰسٓ!

اَوْلٰی! لائق تر۔ سب سے زیادہ قابلیت والے۔

مُزَّمِّلٌ! "کپڑے میں لپٹے ہوئے" اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ ﷺ کے لئے محبت

بھرا خطاب۔

وَلِیٌّ! سرپرست، دوست، مددگار۔ آپ ﷺ مؤمنوں کے دوست اور مددگار ہیں۔

مُدَّثِّرٌ! "چادر اوڑھنے والے" اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کے لئے شفقت بھرا خطاب۔

قَوِیٌّ! "قوی طاقت رکھنے والے" نبوت اور وحی کا بوجھ اٹھانے کی طاقت رکھنے والے۔

مُصَدِّقٌ! "تصدیق کرنے والے" اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو سچا جاننے اور ماننے والے۔

عَارِفٌ! "پہچاننے والے"۔

عَارِفٌ بِاللّٰهِ! "اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والے"۔

عَالِمٌ! "علم والے" تمام علوم شریعت کے جاننے والے۔

غَیُوْرٌ! "غیرت مند" دینی معاملات میں انتہائی غیرت مند اور اپنی ذات کے لئے ریشم کی طرح نرم۔

مَکِّیٌّ! مکہ کے رہنے والے۔

صَابِرٌ! "صبر کرنے والے" ہر تکلیف برداشت کرنے والے۔

صَاحِبٌ! "ساتھی" ہر نیک متقی مؤمن کے ساتھی۔

اَلْخَیْرِ! "سراپا بھلائی" آپ ﷺ تمام دینی اور دنیاوی بھلائیوں کا سبب ہیں۔

عَرَبِیٌّ! عرب کے رہنے والے۔

طَیِّبٌ! "پاکیزہ" آپ ﷺ ظاہری باطنی پاکیزگی میں بے مثال تھے۔

نَاصِرٌ! "مددگار" آپ ﷺ بلا تصدیق ہر ایک کی مدد کے لئے کوشاں اور ساعی رہتے تھے۔

مَنْصُوْرٌ! "مدد کئے گئے" فرشتوں اور رعب کے ذریعے آپ ﷺ کی مدد کی گئی۔

مِصْبَاحٌ! "روشن چراغ" آپ ﷺ کفر کے ظلمت کدوں میں ہدایت کے روشن

چراغ اور مؤمنوں کے لئے ہدایت کی راہوں میں روشن دلیل ہیں۔

اٰمِرٌ! "حکم دینے والے" آپ ﷺ بھلائیوں کا حکم دینے والے تھے۔

حِجَازِیٌّ! حجاز کے رہنے والے۔

قُرَشِیٌّ! قریشی خاندان سے تعلق رکھنے والے۔

حَافِظٌ! "حفاظت کرنے والے" دین اور شریعت کی حفاظت کرنے والے۔

کَلِیْمُ اللّٰہِ! اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے والے۔

حَبِیْبُ اللّٰہِ! اللہ تعالیٰ کے پیارے۔

حَکِیْمٌ! "دانا" آپ ﷺ کا ہر کام حکمت و دانائی سے بھرا ہوا تھا۔

بَاطِنٌ! پوشیدہ باتوں کے جاننے والے۔

مُحَرِّمٌ! حلال حرام بیان کرنے والے۔

اَوَّلٌ! "سب سے پہلے" پیدائش سب چیزوں سے پہلے۔

صَفِیُّ اللّٰہِ! اللہ تعالیٰ کے پسند اور منتخب کئے ہوئے۔

قَرِیْبٌ! اللہ تعالیٰ کے قریب۔

خَلِیْلٌ! حقیقی دوست۔

اٰخِرٌ! آخری نبی جن کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

مَحْفُوْظٌ! "حفاظت کئے گئے" اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کا ذمہ لیا۔

حَسِیْبٌ! بڑے خاندانی حسب نسب والے۔

کَامِلٌ! اخلاق و کردار میں کامل ترین ہستی۔

اَلْحَقُّ! مجسم حق و سچ۔

اَبْذَلُ النَّاسِ! سارے جہاں سے زیادہ سخاوت کرنے والے۔

اَلْاَبَرُّ! تمام جہاں سے نیک۔

اَتْقٰی! "متقی پرہیزگار" سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار۔

مَاْمُوْنٌ! امین بنائے گئے۔

مَعْلُوْمٌ! جانے گئے۔

مُبِیْنٌ! دین کو واضح کرنے والے۔

مُتَبَسِّمٌ! تبسم فرمانے والے۔ مسکراتے چہرے والے۔

مَاْمُوْرٌ مِنَ اللّٰہِ! اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم کئے گئے۔

مُبَارَکٌ! "برکت والے" آپ ﷺ کی دینی اور دنیاوی برکتیں ظاہر ہیں۔

مُطَهَّرٌ! "پاک کئے گئے" ہر قسم کی برائیوں اور شیطانی وسوسوں سے پاک کئے گئے۔

حَفِیٌّ! "مہربان" محبت کرنے والے۔

مُجِیْبٌ! قبول کرنے اے۔

مُذَکِّرٌ! "نصیحت کرنے والے"۔

مُبَلِّغٌ! دین حق کو پھیلانے والے۔

مَبْعُوْثٌ! "بھیجے گئے" سارے عالم کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔

مَشْکُوْرٌ! بہت شکر گزار۔

جَوَّادٌ! بزرگ سخاوت کرنے والے۔

عَادِلٌ! انصاف کرنے والے۔

سَیِّدٌ! سردار۔ سب کے سردار۔

اِمَامٌ! "پیشوا" سب کے امام۔

ظَاهِرٌ! غلبہ پانے والے۔

کَرِیْمٌ! کرم کرنے والے۔

خَاتِمُ الرُّسُلِ! آخری نبی قیامت تک آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

من الروض

مُحَمَّدٌ اَحْمَدُ الْمَنْسُوْبُ مَادِحُهٗ — اِلَيْهِ فَهُوَ بِهٰذَا الْفَخْرِ يَفْتَخِرُ
اَلْفَاتِحُ الْخَاتِمُ الْهَادِیْ بِدَعْوَتِهٖ — اِلَى الْهُدٰى وَلِدِيْنِ اللّٰهِ يَنْتَصِرُ
اَلْحَاشِرُ الْعَاقِبُ الْمَاحِیْ بِبِعْثَتِهٖ — عَنَّا الظَّلَامَ وَلَيْلُ الشِّرْكِ مُنْدَمَرُ
يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا — عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

① آپ محمد ہیں احمد ہیں آپ ﷺ کی تعریف کرنے والا اس بات پر فخر کرتا ہے کہ اس کو آپ ﷺ کی تعریف کرنے والا کہا جاتا ہے (آپ کی طرف نسبت ہونے سے خوش ہوتا ہے)۔

② آپ ﷺ افتتاح والے ہیں (کہ آپ ﷺ کے نور سے مخلوق کا افتتاح ہوا) اور آپ ﷺ اختتام والے ہیں (کہ آپ ﷺ پر نبوت ختم ہوئی) آپ ﷺ اپنی دعوت کے ذریعہ رہنمائی فرمانے والے ہیں اور دین الٰہی کی نصرت فرماتے ہیں۔

③ (قیامت کے دن) آپ ﷺ کے بعد سب کو (قبروں) سے اٹھایا جائے گا۔ آپ ﷺ تمام انبیاء کرام کے بعد تشریف لائے ہیں۔ آپ ﷺ اپنے تشریف لانے کی وجہ سے ہم سے تاریکیوں کو دور کرنے والے ہیں اور شرک کی رات مٹ جانے والی ہے۔

—— چوبیسویں فصل ——

آپ ﷺ کی چند خصوصیات کے بیان میں

ان خصوصیات کے بیان میں جو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام میں سے صرف آپ ﷺ ہی کو عطا فرمائی ہیں۔ ان کی چند قسمیں ہیں۔

پہلی قسم وہ بات جو آپ ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے آپ ﷺ کی ذات مقدسہ میں تھیں۔ مثلاً سب سے پہلے آپ ﷺ کا نور پاک کا پیدا ہونا۔

سب سے پہلے آپ ﷺ کو نبوت کا عطا ہونا۔

عہد لئے جانے کے دن سب سے پہلے الست بربکم کے جواب میں آپ ﷺ کا بلیٰ فرمانا۔

آپ ﷺ کے مبارک نام کا عرش پر لکھا جانا ساری مخلوق میں آپ ﷺ کا مقصود ہونا۔

پہلی تمام کتب میں آپ ﷺ کی بشارت و فضیلت کا ہونا حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آپ ﷺ کی برکات کا حاصل ہونا۔ (ان کی روایت فصل اول اور دوم میں گزری ہیں (وغیر ذلک)

دوسری قسم وہ باتیں جو دنیا میں تشریف لاتے وقت نبوت سے پہلے ظاہر ہوئیں مثلاً مہر نبوت کا شانہ پر ہونا۔ (اس کی روایت چھٹی فصل میں مذکور ہے)

تیسری قسم وہ باتیں جو نبوت کے بعد ظاہر ہوئیں اور آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں۔

① معراج کہ اس میں عجائبات فرشتوں جنّت و جہنّم کو دیکھنا۔

۲ حق تعالیٰ کو دیکھنا۔

۳ کہانت کا ختم ہو جانا۔

۴ اذان واقامت میں آپ ﷺ کے مبارک نام کا ہونا۔

۵ ایسی کتاب عطا ہونا جو ہر طرح معجزہ ہے۔ لفظ بھی معنی بھی بدل جانے سے محفوظ ہے۔ اور زبانی بھی یاد ہو جاتی ہے۔

۶ نیند سے وضو کا نہ ٹوٹنا۔

۷ ازواج مطہرات کا اُمت پر ہمیشہ حرام ہونا۔

۸ آپ ﷺ کی صاحبزادی سے بھی اولاد کا نسب ثابت ہونا۔

۹ آگے پیچھے ایک طرح دیکھنا۔

۱۰ دور دور تک آپ ﷺ کے رعب کا پہنچنا، آپ کو جوامع الکلم عطا ہونا۔ تمام مخلوقات کی طرف مبعوث ہونا۔

۱۱ آپ ﷺ پر نبوت کا ختم ہونا۔

۱۲ آپ ﷺ کی اتباع کرنے والوں کا تمام انبیاء کے اتباع کرنے والوں سے زیادہ ہونا۔

۱۳ آپ ﷺ کا سب مخلوق سے افضل ہونا۔

چوتھی قسم وہ باتیں جو آپ ﷺ کی برکت سے آپ کی اُمت کو خصوصی طور پر عطا ہوئیں۔ جو دوسری اُمت میں نہ تھیں۔

۱ مال غنیمت کا حلال ہونا۔

۲ تمام زمین پر نماز کا جائز ہونا۔

۳ تیمم کا مشروع ہونا۔

۴ اذان واقامت کا مقرر ہونا۔

۵ نماز میں مسلمانوں کی صفوں کا فرشتوں کی صفوں کی طرح ہونا۔

۶ جمعہ کے دن ایک خاص عبادت (نماز جمعہ) اور دعا کی قبولیت کی ایک گھڑی کا ہونا۔

۷ روزہ کے لئے سحری کی اجازت ہونا۔ رمضان میں شب قدر کا ہونا۔ ایک نیکی کا کم سے کم دس گنا اور اس سے زیادہ ثواب ملنا۔

۸ وسوسہ، خطا اور بھول کا گناہ نہ ہونا۔

۹ مشقت والے احکامات کا ختم ہو جانا۔

۱۰ تصویر اور نشہ آور چیزوں کا ناجائز ہونا۔

۱۱ اجماع اُمت کا حجت (دلیل) ہونا۔ اس میں ضلالت (گمراہی) کا احتمال (اندیشہ) نہ ہونا فرعی اختلاف کا رحمۃ ہونا۔

۱۲ پچھلی امتوں کی طرح اس اُمت کو عذاب نہ ہونا۔

۱۳ طاعون کا شہادت ہونا (جو شخص طاعون میں مرجائے وہ شہید ہو گا)

۱۴ علماء کی جماعت سے دین کا ایسا کام لیا جانا جو انبیاء علیہم السلام کرتے تھے۔

۱۵ قرب قیامت تک اہل حق جماعت کا اللہ تعالیٰ کی مدد سے موجود رہنا۔

پانچویں قسم وہ باتیں جو دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد برزخ یا قیامت میں ظاہر ہوئیں یا ہوں گی۔ ان کا بیان وفات کے بعد کی تین فصلوں میں آئے گا۔

(ہذا کلہ من الشمامۃ بتصرف فی الالفاظ والترتیب وبعضہ من المشکوٰۃ)

من القصیدہ

فَهُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتُهٗ ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِیْبًا بَارِئُ النَّسَمِ
مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِیْكٍ فِیْ مَحَاسِنِهٖ فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِیْهِ غَیْرُ مُنْقَسِمِ
یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۱ آپ ﷺ فضائل باطنی اور ظاہری میں کمال کے درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں پھر اللہ

تعالیٰ شانہ نے جو تمام مخلوقات کا خالق ہے آپ ﷺ کو اپنا حبیب بنالیا (عطر الوردہ)۔

② آپ ﷺ اس بات سے پاک ہیں کہ آپ کی خوبیوں میں کوئی دوسرا آپ کا شریک ہو۔ حسن کا جوہر جو آپ ﷺ میں پایا جاتا ہے وہ غیر منقسم اور غیر مشترک ہے۔ بلکہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔

— پچیسویں فصل —

آپ ﷺ کے کھانے پینے سواریوں اور دوسری چیزوں کے بیان میں

دو قسم کی چیزیں ہیں۔ ایک وہ جن کو آپ ﷺ نے خود استعمال فرمایا ہے۔ دوسرے وہ جن کی آپ ﷺ نے صفات و تاثیر بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ یہاں ان ساری چیزوں کو حروف تہجی کی ترتیب سے بیان کیا جاتا ہے۔

① اثمد! اصفہانی سیاہ سرمہ:

حدیث: حضرت رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اثمد کو استعمال کیا کرو کیونکہ وہ نگاہ کو تیز کرتا ہے اور (پلکوں کے) بال کو اگاتا ہے۔ (ابن ماجہ) آپ ﷺ کی عادت شریفہ بھی دونوں آنکھوں میں تین تین سلائی لگانے کی تھی۔ (ابن ماجہ) ایک روایت میں دائیں آنکھ میں تین اور بائیں آنکھ میں دو سلائی لگانے کی عادت تھی۔ (ترمذی) دونوں طرح عادت تھی۔

② اترج! یعنی ترنج (چکوترا):

حدیث: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو مؤمن قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال ترنج کی سی ہے کہ مزہ بھی پاکیزہ اور خوشبو بھی پاکیزہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

③ بطیخ! یعنی تربوز:

آپ ﷺ نے تربوز کو تر کھجور کے ساتھ نوش فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا: کھجور کی

گرمی تربوز کی سردی کو ختم کرنے والی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

(۴) بلح! نئی (کچی) کھجوریں:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ نئی کھجوروں کے ساتھ پرانی کھجوریں (چھوہارے) کھایا کرو۔ شیطان جب آدمی کو دونوں چیزیں کھاتے ہوئے دیکھتا ہے (تو افسوس کرتا ہوا) کہتا ہے۔ یہ آدمی اب تک زندہ رہا کہ نئی کھجوروں کو پرانی کھجوروں کے ساتھ کھا رہا ہے (یعنی اس کی زندگی اتنی لمبی ہوئی)۔ (نسائی ابن ماجہ)

(۵) بسر! یعنی پکی کھجوریں:

ایک مرتبہ جب آپ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابوالہیثم رضی اللہ عنہ کے یہاں تشریف لے گئے تو وہ کھجور کا ایک خوشہ لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا پکی پکی چھانٹ کر کیوں نہیں لائے۔ (تاکہ پورا خوشہ ضائع نہ ہوتا) انہوں نے عرض کیا: میرا جی چاہتا ہے کہ آپ حضرات (اپنی پسند کے مطابق) پکی اور کچی پکی کو خود چھانٹ لیں۔ یعنی جو جس کو اچھا لگے وہ وہی لے لے۔

(۶) بصل! یعنی پیاز:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے پیاز کے بارے میں پوچھا: انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ نے جو آخری کھانا کھایا اس میں پیاز تھی۔ (ابوداؤد)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے پیاز کھانے والے کو مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری، مسلم)

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جو پیاز یا لہسن کھائے تو ان کو پکا کر ان کی بدبو ختم کر دے۔

(۷) تمر! یعنی خشک کھجور:

آپ ﷺ نے اس کی تعریف فرمائی ہے کہ جو صبح کو سات کھجور کھالے اس دن اس کو جادو اور زہر نقصان نہیں کرتا۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا: جس گھر میں کھجور نہ ہو وہ گھر والے بھوکے ہیں۔ آپ ﷺ سے کھجور کھانا بکثرت ثابت ہے۔ مکھن کے ساتھ، روٹی کے ساتھ اور صرف کھجوریں بھی ثابت ہے۔

(۸) ثلج! یعنی برف:

صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ! میرے گناہوں کو برف اولے اور پانی سے دھوڈالئے۔ اس (دعا) میں برف کی تعریف پائی جاتی ہے۔

(۹) ثوم! یعنی لہسن:

اس کا بیان پیاز کے ساتھ گزر چکا۔

(۱۰) ثرید! گوشت کے شوربے میں ڈالے ہوئے یا پکائے ہوئے روٹی کے ٹکڑے:

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت دوسری عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت دوسرے کھانوں پر ہے۔ (بخاری، مسلم) اس سے ثرید کی فضیلت معلوم ہوئی۔

(۱۱) جبن! یعنی پنیر:

تبوک کے سفر میں آپ ﷺ کی خدمت میں پنیر لایا گیا۔ آپ ﷺ نے چاقو منگایا اور بسم اللہ کہہ کر اس کا ٹکڑا کاٹا۔ (ابوداؤد)

(۱۲) حنا! یعنی مہندی:

آپ ﷺ کو کوئی پھنسی نکلتی یا کوئی کانٹا لگ جاتا تو آپ ﷺ اس پر مہندی لگاتے تھے۔(ترمذی)

(۱۳) حبہ سودا! یعنی کلونجی:

اس کا نام شونیز بھی آیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کلونجی استعمال کیا کرو کیونکہ اس میں موت کے علاوہ تمام بیماریوں سے شفا ہے۔(بخاری، مسلم)

(۱۴) حرف! یعنی رائی:

حدیث میں اس کا نام ثفاء آیا ہے۔ عام محاورہ میں حب الرشاد کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو چیزوں میں بہت زیادہ شفاء ہے۔ ثفا اور ایلوہ میں۔(فی مراسیل ابی داؤد عن ابی عبید)

(۱۵) حلبہ! میتھی:

آپ ﷺ نے فرمایا: میتھی سے شفاء حاصل کرو۔

(۱۶) خبز! یعنی روٹی:

آپ ﷺ کو شوربے میں توڑی ہوئی روٹی بہت پسند تھی۔ (عبدالرحمٰن بن قاسم مرفوعًا)

ایک بار آپ ﷺ کو ایسی گیہوں کی روٹی جس پر خوب گھی لگا ہوا ہو کھانے کی چاہت ہوئی چنانچہ ایک صحابی نے ایسی روٹی آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی لیکن جب آپ ﷺ نے گھی کے برتن کے بارے میں تحقیق فرمائی تو معلوم ہوا کہ گوہ کے چمڑے کے برتن میں تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا! یہ روٹی لے جاؤ۔(ابوداؤد)

(۱۷) خل! یعنی سرکہ:

آپ ﷺ نے نوش بھی فرمایا اور اس کی تعریف بھی فرمائی کہ سرکہ اچھا سالن ہے۔(مسلم)

(۱۸) دہن! یعنی تیل:

آپ ﷺ کثرت سے سر میں تیل لگاتے تھے۔(ترمذی فی شمائل)

(۱۹) ذریرہ! یعنی ایک قسم کا مرکب عطر:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے حج وداع میں آپ ﷺ کو احرام باندھنے کے وقت (احرام باندھنے سے پہلے) اور احرام کھولنے کے وقت (یعنی احرام کھولنے کے بعد) اپنے ہاتھ سے ذریرہ کی خوشبو لگائی۔(بخاری، مسلم)

(۲۰) رطب! یعنی تر کھجوریں:

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں! میں نے آپ ﷺ کو تر کھجوروں کو ککڑی کے ساتھ کھاتے ہوئے دیکھا۔(بخاری، مسلم) آپ ﷺ نماز سے پہلے تر کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں سے اگر یہ بھی نہ ہوتیں تو پانی سے افطار فرماتے تھے۔(ابوداؤد)

(۲۱) ریحان! یعنی خوشبودار پھل:

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے سامنے ریحان پیش کیا جائے اس کو رد نہ کرے کیونکہ اس کو دینے میں آدمی احسان کے بوجھ میں نہیں دبتا۔ اور خوشبو پاکیزہ ہے۔(یعنی دوسرے کا نقصان نہیں اور اپنا نفع ہے)(مسلم)

ہر خوشبو اسی حکم میں ہے کہ اس کو واپس نہیں کرنا چاہئے۔

(۲۲) زیت! یعنی زیتون کا تیل:

اس کا بیان دہن میں آچکا۔

(۲۳) زنجبیل! یعنی سونٹھ (سکھائی ہوئی ادرک):

روم کے بادشاہ نے آپ ﷺ کے پاس زنجبیل کا بھرا ہوا ایک مٹکا ہدیۃً بھیجا تھا۔ آپ ﷺ نے سب کو کھانے کے لئے ایک ایک ٹکڑا دیا۔ (ابونعیم)

(۲۴) سنا! مسہل:

آپ ﷺ نے ایک صحابیہ کو سنا کا مسہل لینے کو فرمایا: ارشاد فرمایا: اگر کوئی چیز موت سے شفاء دینے والی ہوتی تو وہ سنا ہوتی۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

(۲۵) سنوت!

اس کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض اطباء نے خاص تفسیر بتائی ہے وہ شہد جو گھی کے برتن میں رکھا گیا ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سنا اور سنوت کو استعمال کیا کرو۔ کیونکہ ان میں موت کے علاوہ تمام بیماریوں سے شفاء ہے۔ (ابن ماجہ)

(۲۶) سفرجل! یعنی سیب وہی:

آپ ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو ایک سیب دے کر فرمایا: یہ دل کو قوت دیتا ہے اور طبیعت کو خوش کرتا ہے۔ سینہ کی تکلیف کو دور کرتا ہے۔ (نسائی)

(۲۷) سمن! یعنی گھی:

روٹی کے بیان میں آپ ﷺ کا گھی چاہت سے کھانا گزر چکا ہے۔

(۲۸) سمک! یعنی مچھلی:

آپ ﷺ نے عنبر مچھلی کا گوشت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس سے لے کر نوش فرمایا۔ (زاد المعاد، عن بخاری، مسلم)

(۲۹) سلق! یعنی چقندر:

آپ ﷺ نے جس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمزوری کی حالت میں تھے ان کو جو اور چقندر ملا کر کھانے کو فرمایا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

(۳۰) شونیز! یعنی کلونجی:

اس کا ذکر حبۃ السوداء میں گزر چکا ہے۔

(۳۱) شعیر! یعنی جو:

آپ ﷺ کا معمول تھا کہ گھر والوں کو بخار کی حالت میں جو کا حریرہ بنوا کر پلاتے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ غمگین کے دل کو قوت دیتا ہے اور مریض کے دل سے تکلیف کو دور کرتا ہے۔ (ابن ماجہ)

آپ ﷺ کی اکثر غذا یہی غلہ تھا۔

(۳۲) شوی! یعنی بھنا ہوا گوشت:

آپ ﷺ کا تناول فرمانا چند حدیثوں میں ہے جو ترمذی میں مذکور ہیں۔

(۳۳) شحم! یعنی چربی:

ایک یہودی نے آپ ﷺ کی دعوت کی جس میں جو کی روٹی اور چربی میں کچھ تغیر آگیا تھا پیش کی۔

(۳۴) صبر! یعنی ایلوہ:

اس کا ذکر حرف کے بیان میں گزر چکا ہے۔

(۳۵) طیب! یعنی خوشبو:

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ کو دنیا کی چیزوں میں عورتیں (جو نکاح میں ہوں) اور خوشبو پسند ہے۔

(۳۶) عسل! یعنی شہد:

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مہینہ میں تین دن صبح کے وقت شہد چاٹ لیا کرے اس کو کوئی بڑی بیماری نہ پہنچے گی۔ (ابن ماجہ)

(۳۷) عجوہ!

مدینہ منورہ کی کھجوروں میں سے ایک خاص قسم کی کھجور ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عجوہ جنّت کی کھجور ہے، اور ہر زہر سے شفاء ہے۔ (نسائی، ابن ماجہ)

(۳۸) عود! مہندی!

اس کی دو قسمیں ہیں: ایک قسط کہلاتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جن چیزوں سے دوا کی جاتی ہے ان میں سب سے بہتر پچھنے لگوانا اور قسط مہندی ہے۔ (بخاری و مسلم)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس عود مہندی کو استعمال کیا کرو اس میں سات شفائیں ہیں۔

دوسری قسم خوشبو کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ آپ ﷺ اس کو سلگا (جلا) کر اس سے خوشبو لیتے تھے۔ (مسلم)

(۳۹) قثاء! یعنی ککڑی:

آپ ﷺ نے ککڑی کو تازہ کھجور کے ساتھ تناول فرمایا ہے۔ (ترمذی)

(۴۰) **کماۃ!** جس کو بعض لوگ ککرمتا اور بعض لوگ سانپ کی چھتری کہتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ کماۃ من کی طرح ہے (جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا تھا یعنی جیسے وہ زیادہ نفع دینے والی تھی مفت کی چیز اسی طرح یہ بھی ہے) اس کا عرق آنکھ کے لئے شفاء ہے۔ (بخاری، مسلم)

(۴۱) کباث! یعنی پیلو کے پھل:

ایک بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنگل میں اس کو چن رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: سیاہ چنو وہ عمدہ ہوتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

(۴۲) لحم! یعنی گوشت:

آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا اور جنّت والوں کی ساری غذاؤں کا سردار گوشت ہے۔ (ابن ماجہ) آپ ﷺ دست کا گوشت پسند فرماتے تھے۔ (بخاری، مسلم) آپ ﷺ نے فرمایا: پشت کا گوشت عمدہ ہوتا ہے (ابن ماجہ)

آپ ﷺ نے خرگوش کا گوشت بھی قبول فرمایا ہے (بخاری، مسلم) گورخر کا گوشت کھانے کی بھی اجازت دی ہے (بخاری، مسلم) آپ ﷺ نے سکھایا ہوا گوشت بھی کھایا ہے (رواہ السنن) آپ ﷺ نے مرغ کا گوشت بھی تناول فرمایا (بخاری، مسلم) سنن میں ہے کہ آپ ﷺ نے سرخاب کا گوشت بھی کھایا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے ساتھ ٹڈی بھی کھائی ہے۔ (بخاری، مسلم)

(۴۳) لبن! یعنی دودھ:

آپ ﷺ نے دودھ کی تعریف بھی فرمائی ہے کہ دودھ کے علاوہ مجھے کوئی چیز ایسی معلوم نہیں جو کھانے اور پینے دونوں میں آتی ہو۔ (یعنی دودھ کو کھایا بھی جاتا ہے اور پیا بھی جاتا ہے۔) آپ ﷺ نے دودھ خود بھی نوش فرمایا اور پینے کے بعد پانی منگوا کر کلی

بھی کی ہے۔

۴۴ ماء! یعنی پانی:

بعض خاص پانیوں کی آپ ﷺ نے فضیلت بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ سیحان و جیحان و نیل و فرات کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جنّت کی نہریں ہیں۔ (بخاری، مسلم) (علماء نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ پانی کے عمدہ ہونے کی ساری باتیں موجود ہیں اس لئے جنت کی نہروں سے تشبیہ دی ہے)

زمزم کے بارے میں ارشاد فرمایا: زمزم جس نیت سے پیا جائے اسی کے لئے ہے۔ (ابن ماجہ)

۴۵ مسک! یعنی مشک:

آپ ﷺ نے فرمایا ہے ساری خوشبوؤں میں سب سے بہترین خوشبو مشک ہے۔ (مسلم) آپ ﷺ نے احرام سے پہلے اور احرام کے بعد اس کا استعمال فرمایا ہے۔ (بخاری، مسلم)

۴۶ ملح! یعنی نمک:

آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے کھانے کا سردار نمک ہے۔ (ابن ماجہ)

۴۷ نورہ! یعنی چونہ:

آپ ﷺ جب (بال صاف کرنے کے لئے) اس کا استعمال فرماتے تو پہلے ستر والے حصّہ کو لگاتے (ابن ماجہ) (یعنی کبھی اس سے بھی بال دور کئے ہوں گے۔)

۴۸ بنق! یعنی بیر:

آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام جب زمین پر اترے تو سب سے پہلے بیر کھایا

تھا۔ (ابو نعیم)

۴۹ ورس! یعنی ایک خاص قسم کی زرد گھاس جس سے کپڑے وغیرہ رنگے جاتے ہیں۔

آپ ﷺ نے ذات الجنب کی بیماری میں ورس اور زیتون کے تیل کے استعمال کی تعریف فرمائی ہے۔ (ترمذی)

۵۰ یقطین! یعنی کدو:

آپ ﷺ برتن میں سے کدو کو تلاش کر کے کھایا کرتے تھے۔ (بخاری، مسلم)

آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا: جب سالن پکاؤ تو کدو زیادہ ڈالا کرو کیونکہ وہ غمگین دل کو قوت دیتا ہے۔

آپ ﷺ تین انگلیوں سے کھاتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ان کو چاٹ لیتے تھے۔ پانی میٹھا اور ٹھنڈا پیتے تھے۔ ابوالہیثم رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ نے باسی پانی طلب فرمایا تھا۔ آپ ﷺ کے لئے سقیاء نامی کنوئیں سے میٹھا پانی لایا جاتا تھا۔ آپ ﷺ تین سانس میں اور بیٹھ کر پانی پیتے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس پانی کے لئے لکڑی اور کانچ کا ایک پیالہ تھا۔

۵۱ ملبوسات! (رسول اللہ ﷺ کے کپڑے):

آپ ﷺ کا لباس چادر لنگی اور کرتا اور عمامہ ہوتا تھا۔

سفید کپڑا: آپ ﷺ سفید کپڑے کو بہت پسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے سیاہ کپڑا بھی پہنا ہے۔

کپڑا: آپ ﷺ نے کتان اور اون کا کپڑا پہنا ہے مگر زیادہ استعمال سوتی کپڑے کا

فرماتے تھے۔ اور قیمتی کپڑا بھی استعمال فرمایا ہے۔

عمامہ: آپ ﷺ عمامہ کے نیچے ٹوپی پہنتے تھے اور کبھی بغیر ٹوپی کے عمامہ یا بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی بھی پہنتے تھے۔

شملہ: آپ ﷺ کا کبھی شملہ ہوتا اور کبھی نہ ہوتا تھا۔

قباء: آپ ﷺ نے قباء بھی پہنی ہے۔

کرتہ: آپ ﷺ کا کرتہ سوتی تھا جس کا دامن اور آستین لمبی نہ تھی۔

تہبند: آپ ﷺ کی لنگی کی لمبائی چار ہاتھ ایک بالشت اور چوڑائی دو ہاتھ ایک بالشت تھی۔

پوستین: (کھال کی بنی ہوئی صدری) روم کے بادشاہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں ایک پوستین بھیجی تھی جس میں ریشم کی سنجاف (جھالریں) لگی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے وہ بھی پہنی تھی۔

پائجامہ: آپ ﷺ نے پائجامہ خریدا اور بعض روایات میں ہے کہ پہنا بھی ہے۔

مخطط: "دھاری دار کپڑا" آپ ﷺ دھاری دار چادر کو پسند فرماتے تھے۔

چادر: آپ ﷺ کے پاس دو سبز چادریں (یعنی سبز دھاری دار) تھیں۔ ایک سیاہ، ایک سرخ اور ایک بالوں والا کھیس یعنی کمبل تھا۔

آپ ﷺ کی چادر کی لمبائی چھ ہاتھ اور چوڑائی تین ہاتھ ایک بالشت تھی۔

آپ ﷺ نے چادر بوٹے دار اور سادی دونوں طرح کی پہنی ہے۔

تکیہ: آپ ﷺ کا تکیہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی ہوتی تھی۔

بستر: آپ ﷺ کا اوڑھنا بچھونا۔

آپ ﷺ کبھی چمڑے پر، کبھی چٹائی پر، کبھی زمین پر، کبھی چارپائی پر، اور کبھی سیاہ کمبل پر سوتے تھے۔ آپ ﷺ کا ایک بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ آپ ﷺ اوڑھنا (بدن ڈھانکنے کی چادر) بھی اوڑھتے تھے۔

جوتے، موزے: آپ ﷺ نے جوتے اور موزے بھی پہنے ہیں۔

۵۲ مرکوبات! آپ ﷺ کی سواریاں:

آپ ﷺ کے پاس سات گھوڑے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ ① سکب، ② مرجز ③ لحیف ④ لزاز ⑤ ظرب ⑥ سبحہ ⑦ ورد۔ اور پانچ خچر تھے۔ ① دلدل جو مقوقس مصر کے بادشاہ نے بھیجا تھا۔ ② فضہ فروہ نے جو جذام کے قبیلہ کا تھا بھیجا تھا۔ ③ ایک سفید خچر تھا جس کو ایلہ کے حاکم نے پیش کیا تھا۔ ④ اور چوتھا جو دومۃ الجندل کے حاکم نے بھیجا تھا۔ اور بعض نے پانچواں بھی کہا ہے جو نجاشی حبشہ کے بادشاہ نے بھیجا تھا۔

دراز گوش تین تھے ایک عفیر جو مصر کے بادشاہ نے بھیجا تھا۔ دوسرا اور تھا جو جذام قبیلہ کے فروہ نے بھیجا تھا۔ تیسرا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے پیش کیا تھا۔ سانڈنیاں دو یا تین تھیں۔ ① قصوی۔ ② عضباء۔ ③ جدعاء۔ بعض نے یہ دونوں نام ایک کے کہے ہیں۔ دودھ کی پینتالیس اونٹنیاں تھیں۔ سو بکریاں تھیں اس سے زیادہ نہ ہونے دیتے جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ایک بکری ذبح کر دیتے۔ (ہذا کلہ من زاد المعاد)

من الروض

قَضٰى وَلَمْ يَكُ يَوْمًا مُدْرِكًا شِبَعًا — مِنَ الشَّعِيْرِ وَكَانَتْ فُرْشُهُ الْحُصُرُ

هٰذَا، وَقَدْ مُلِّكَ الدُّنْيَا بِاَجْمَعِهَا — فَرَدَّهُ الزُّهْدُ عَنْهَا وَهُوَ مُقْتَدِرُ

فَالثَّوْبَ يَرْقَعُهُ وَالشَّاةَ يَحْلِبُهَا — وَمَا رُأيِيَ لِأَخِ الْإِعْدَامِ يَحْتَقِرُ
وَالْبَيْتَ يَكْنِسُهُ وَالنَّعْلَ يَخْصِفُهَا — وَاِنْ دُعِيَ اَسْعَفَ الدَّاعِيْ وَلَا يَذَرُ
كَانَ الْبُرَاقُ لَهُ وَالْخَيْلُ يَرْكَبُهَا — وَالْاِبْلُ اَيْضًا كَذَاكَ الْبَغْلُ وَالْحُمُرُ

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

۱ آپ ﷺ نے اپنی عمر پوری فرمادی اور ایک دن بھی جَو سے پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا اور آپ ﷺ کا فرش (بستر) بوریا تھا۔

۲ یہ حالت اس پر تھی کہ تمام دنیا کے مالک تھے لیکن زہد نے آپ ﷺ کو دنیا سے روکے رکھا تھا۔ قدرت رکھنے کے باوجود ایسا کرتے تھے۔

۳ کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے اور بکری کو خود دودھ (دودھ نکال) لیتے۔ آپ ﷺ کو کسی نادار (غریب) کی تحقیر (ذلیل) کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

۴ گھر میں خود جھاڑو دیتے اور نعل (جوتی) کو خود گانٹھ (سی) لیتے۔ اور آپ کی دعوت کی جاتی تو داعی کی آرزو پوری فرماتے اور اعراض نہ فرماتے۔

۵ آپ کے لئے براق، گھوڑے اور اونٹ بھی تھے جن پر آپ ﷺ سوار ہوتے تھے۔ اسی طرح خچر اور دراز گوش پر بھی آپ ﷺ سوار ہوتے تھے۔

— چھبیسویں فصل —

آپ ﷺ کے اہل و عیال ازواج مطہرات اور خادموں کے بیان میں

آپ ﷺ نے سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر چالیس تھی۔

آپ ﷺ کی تمام اولاد حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی تھی اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تھے۔

ہجرت سے تین سال قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوگئی۔ آپ ﷺ نے ان کی وفات کے چند دنوں بعد حضرت سودہ بنت زمعہ قرشیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ پھر تھوڑی مدت بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی۔ ہجرت کے پہلے سال میں جب ان کی عمر نو سال تھی رخصت ہو کر آئیں۔ آپ ﷺ کی بیویوں میں صرف یہی کنواری تھیں۔

پھر حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہ سے نکاح فرمایا، پھر حضرت زینب بنت خزیمہ قیسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ دو مہینہ بعد ان کی وفات ہوگئی۔ پھر حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا ان کی وفات آپ ﷺ کی ساری بیویوں کے بعد ہوئی۔ پھر حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ یہ

آپ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں اور حضور ﷺ کی وفات کے بعد تمام بیویوں میں سب سے پہلے ان کی وفات ہوئی۔

غزوہ بنی مصطلق کے زمانے میں حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ یہ اس غزوہ میں قید ہو کر آئی تھیں۔ آزاد ہونے کے بعد ان سے نکاح فرمایا۔ پھر حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے وکیل کے ذریعے سن چار ہجری میں نکاح فرمایا۔ وہ اس وقت ہجرت کر کے حبشہ گئی ہوئی تھیں۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے آپ ﷺ کی طرف سے ان کو چار سو دینار مہر دیا۔

غزوہ خیبر کے زمانے میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ یہ اس غزوہ میں قید ہو کر آئی تھیں آزاد کرنے کے بعد ان سے نکاح ہوا۔ پھر حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عمرۃ القضاء کے زمانہ میں نکاح فرمایا۔

یہ گیارہ بیویاں ہیں جن میں سے دو آپ ﷺ کی زندگی میں ہی وفات پا گئیں اور نو آپ کی وفات کے وقت زندہ تھیں۔ بعض منکوحات و مخطوبات (جن سے آپ ﷺ نے نکاح فرمایا یا جن کو آپ ﷺ نے نکاح کا پیغام دیا) کا اور بھی ذکر آیا ہے مگر ان کے بارے میں بہت اختلاف ہے۔

سراری: (یعنی وہ کنیزیں جو ہم بستری کے لئے ہوں)

حضرت ماریہ قبطیہ! ان سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے۔ حضرت ریحانہ، حضرت جمیلہ ایک اور کنیز جو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہبہ کر دی تھی۔

اولاد:

پہلے صاحبزادہ قاسم رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ان ہی سے ہے بچپن میں انتقال کر گئے۔ پھر حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ

عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئیں۔ ان تینوں میں اختلاف ہے کہ بڑی کون سی ہیں۔ پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے طیب و طاہر ان ہی کے لقب ہیں۔ یہ صحیح قول کے مطابق نبوت کے بعد پیدا ہوئے۔ انکا بھی بچپن میں انتقال ہو گیا۔ سب حضرت خدیجہ سے ہیں۔

سن آٹھ ہجری میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیدا ہوئے اور شیر خواری میں انتقال کر گئے۔ صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کی وفات کے وقت زندہ تھیں، چھ ماہ بعد وہ انتقال کر گئیں۔

اعمام (چچا):

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوطالب، ابولہب، زبیر، عبدالکعبہ، حارث، مقوم بعض نے یہ دونوں نام ایک ہی کے بتلائے ہیں ضرار، قثم، مغیرہ، عیداق، بعض نے ان دونوں کو ایک کہا ہے یہ بارہ ہوئے یا دس۔ اسلام صرف دو لائے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بعض نے اور بھی چچا لکھے ہیں۔

عمات (پھوپھیاں):

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، یہ اسلام لائیں۔ عاتکہ، اروی، (ان دونوں کے اسلام میں اختلاف ہے) برہ، امیمہ، اور اُمّ حکیم۔

موالی (یعنی غلام و کنیز):

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، اسلم رضی اللہ عنہ، ابورافع رضی اللہ عنہ، ثوبان رضی اللہ عنہ، ابوکبشہ رضی اللہ عنہ، سلیم رضی اللہ عنہ، شقران رضی اللہ عنہ، رباح رضی اللہ عنہ، یسار رضی اللہ عنہ، مدعم رضی اللہ عنہ، کرکرہ رضی اللہ عنہ، انشہ رضی اللہ عنہ، سفینہ رضی اللہ عنہ، انیسہ رضی اللہ عنہ، افلح رضی اللہ عنہ، عبیدہ رضی اللہ عنہ،

طہمان رضی اللہ عنہ، کیسان رضی اللہ عنہ، ذکوان رضی اللہ عنہ، مہران رضی اللہ عنہ، مروان رضی اللہ عنہ (بعض نے یہ پانچوں ایک ہی نام بتلائے ہیں) حنین رضی اللہ عنہ، سندر رضی اللہ عنہ، فضالہ رضی اللہ عنہ، مابور رضی اللہ عنہ، واقد رضی اللہ عنہ، ابوواقد رضی اللہ عنہ، قسام رضی اللہ عنہ، ابو عسیب رضی اللہ عنہ، ابو مویہبہ رضی اللہ عنہ، یہ سب غلاموں کے نام ہیں۔

یہ کنیزیں تھیں: سلمٰی، ام رافع، میمونہ بنت سعد، خضیرہ، رضوی، ریشحہ، اُمّ ضمیر، میمونہ بنت ابی عسیب، ماریہ، ریحانہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

خدام: (یعنی گھر کے یا خاص خاص کام کرنے والے)

حضرت انس رضی اللہ عنہ ان کے متعلق اکثر کام تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نعل (جوتے) مسواک کی خدمت ان کے سپرد تھی۔

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سفر میں خچر کے ساتھ رہتے تھے۔

اسلع بن شریک یہ اونٹنی کے ساتھ رہتے تھے

حضرت بلال رضی اللہ عنہ مؤذن تھے۔

سعد، حضرت ابوذر غفاری، ان حضرات کے ذمہ آمد و خرچ کا نظام تھا۔

ایمن بن عبید ان کے متعلق وضو و استنجا کی خدمت تھی۔

حضرت معیقیب ایمن رضی اللہ عنہ کی والدہ ان کے پاس انگشتری (انگوٹھی) رہتی تھی۔

مؤذنین:

کل چار تھے۔

دو مدینہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ۔ ایک قبا میں حضرت سعد القرظ رضی اللہ عنہ۔ ایک مکہ میں حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ۔

حارسین: (یعنی جو آپ ﷺ کا پہرہ دیتے تھے)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بدر میں، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ احد میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ خندق میں اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے بھی بعض اوقات یہ کام کیا مگر جب آیت واللہ یعصمک من الناس (کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائیں گے) نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے پہرہ بند فرما دیا۔

کاتبین: (یعنی آپ ﷺ کے منشی)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ، حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ، حضرت حنظلہ بن ربیع اسدی رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اکثر اس کام کو کرتے تھے۔

ضارب اعناق: (یعنی جو لوگ آپ ﷺ کی پیشی میں واجب القتل مجرموں کی گردن مارتے تھے)

حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ، حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ، ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ۔

شعراء و خطباء: (یعنی اسلام کی حمایت میں نظم کہنے والے اور تقریر کرنے والے)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، یہ سب شاعر تھے۔ مقرر حضرت ثابت قیس بن شماس رضی اللہ عنہ تھے۔

من المواہب

تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنْ تِسْعِ نِسْوَةٍ	اِلَیْهِنَّ تُعْزَی الْمَکْرُمَاتُ وَتُنْسَبُ
فَعَائِشَةُ مَیْمُوْنَةٌ وَصَفِیَّةٌ	وَحَفْصَةُ تَتْلُوْ هُنَّ هِنْدٌ وَ زَیْنَبُ
جُوَیْرِیَّةٌ مَعَ رَمْلَةَ ثُمَّ سَوْدَةٌ	ثَلَاثٌ وَسِتٌّ ذِکْرُ هُنَّ مُهَذَّبُ
فَصَلّٰی عَلَیْهِ اللّٰهُ مَادَامَ شَارِقٌ	مِنَ الشَّرْقِ یَشْرَقُ ثُمَّ فِی الْغَرْبِ یَغْرُبُ

1 "جناب رسول اللہ ﷺ نے نو بیبیاں چھوڑ کر وفات فرمائی کہ ان کی حرمت امور شریفہ منسوب کئے جاتے ہیں۔

2 اور وہ عائشہ ہیں، میمونہ ہیں، صفیہ ہیں، حفصہ ہیں، ان کے بعد ہند اور زینب ہیں۔

3 جویریہ ہیں، رملہ ہیں پھر سودہ ہیں۔ یہ کل نو ہوئیں کہ ان کا ذکر مہذب ہے۔

4 سو اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت بھیجے جب تک آفتاب مشرق سے نکلے اور مغرب میں غروب ہو۔"

ستائیسویں فصل

آپ ﷺ کی وفات کا آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت پر نعمت اور رحمت الٰہیہ کے مکمّل ہونے کے بیان میں

بلاشبہ آپ ﷺ کی وفات کا واقعہ ایسا جان لینے اور ہوش اڑا دینے والا ہے کہ اس کی طرح دوسرا کوئی واقعہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن آپ ﷺ کی شان رحمت للعالمین ایسی ہے کہ اس واقعہ میں بھی اس کا اثر کامل طور پر ظاہر ہوا۔ یعنی یہ وفات بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت کے لئے رحمت الٰہیہ کا اظہار ہوا۔

آپ ﷺ خود رحمت ہیں تو آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی کس قدر رحمت نازل ہوئی ہوگی تو یہ وفات بھی آپ ﷺ کے لئے بڑی نعمت ہوئی۔

ان ہی دونوں باتوں کے متعلق روایات کو ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلی روایت: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سورۃ اذا جاء نصر اللہ نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا مجھ کو میری موت کی خبر اشارے سے سنائی گئی ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا: "والاخرۃ خیر لک من الاولیٰ" "یعنی آخرت آپ کے لئے دنیا سے بہتر ہے۔"

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آخرت ملاء اعلیٰ کا سفر آپ کے زیادہ فائدے والا ہے اس میں دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ سے بغیر حجاب کے ملاقات ہے دوسرے اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنا مقام قرب بھی دیکھنا ہے۔

دوسری روایت: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مرض وفات میں منبر پر بیٹھے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا کی زیب و زینت اور اپنے پاس کی چیزوں میں اختیار دیا۔ اس بندے نے خدا تعالیٰ کے پاس کی چیزوں کو اختیار کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (یہ سن کر) رونے لگے (ہم لوگوں کی سمجھ میں بعد میں آیا کہ) وہ بندہ رسول اللہ ﷺ ہی تھے جس کو اختیار دیا گیا تھا۔ جس کو ابوبکر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے۔ (بخاری مسلم)

فائدہ: اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے آخرت کے سفر کو پسند فرمایا آپ ﷺ کی پسند آخرت کے اچھا ہونے کی بڑی دلیل ہے۔

تیسری روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ہر نبی کو مرض میں اختیار دیا جاتا ہے کہ دنیا میں رہیں یا آخرت میں رہیں۔ آپ ﷺ کو مرض وفات میں کھانسی اٹھتی تو یوں فرماتے تھے۔ "مع الذین انعمت علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین یعنی ان لوگوں کے ساتھ (رہنا چاہتا ہوں) جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے وہ نبی ہیں اور صدیق ہیں اور شہید ہیں اور صالح ہیں"۔ اس سے مجھ کو یقین ہو گیا کہ آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا ہے ـــ (بخاری و مسلم) (جس پر آپ نے آخرت کو اختیار فرمایا)

اس سے بھی آپ ﷺ کا آخرت اختیار کرنا معلوم ہوتا ہے۔

چوتھی روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ صحت میں فرمایا کرتے تھے: جس نبی کی وفات ہوتی ہے اس کو جنّت میں اس کے رہنے کا مقام دکھا کر اختیار دیا جاتا ہے۔ جب آپ ﷺ پر مرض کی شدت ہوئی تو اوپر نگاہ اٹھا کر فرماتے تھے۔ "اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی" یعنی "اے اللہ عالم بالا کے رفقاء کو اختیار کرتا ہوں۔" (بخاری و مسلم)

اور صحیح ابن حبان میں رفیق اعلیٰ کے بعد آپ ﷺ سے یہ زیادتی بھی نقل کی گئی ہے مع جبرئیل ومیکائیل واسرافیل۔ (رفیق اعلیٰ جو جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل ہیں۔)

پانچویں روایت: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ کو دو اختیار دئے گئے ایک یہ کہ دنیا میں اتنا رہوں کہ اپنی اُمّت کی فتوحات دیکھوں، دوسرے (آخرت کو چلنے میں) جلدی کروں، میں نے جلدی جانے کو ہی اختیار کیا۔ (رواہ عبدالرزاق عن طاؤس مرسلا)

چھٹی روایت: ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ملک الموت نے عرض کیا: حق تعالیٰ شانہ نے مجھ کو بھیجا ہے، اگر آپ فرمائیں تو روح قبض کروں اور اگر آپ فرمائیں تو قبض نہ کروں مجھ کو حکم ہے کہ آپ کے حکم کی اطاعت کروں۔ آپ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اے محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔ آپ ﷺ نے ملک الموت کو روح قبض کرنے کی اجازت دی۔

بیہقی نے ان اللہ قد اشتاق الی لقائک کی تفسیر میں کہا ہے معناہ قد اراد لقائک بان یردک من دنیاک الی معادک زیادۃ فی قربک و کرامتک یعنی اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے ملاقات اس لئے چاہتے ہیں تاکہ آپ کے قرب اور آپ کی کرامت کی زیادتی کی وجہ سے آپ کو آپ کے ٹھکانے پر لے جائیں۔ (بیہقی)

ساتویں روایت: ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کو یاد کر کے رونے لگیں۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: تم کیوں روتی ہو، کہنے لگیں: تم کو معلوم نہیں کہ خدا کے پاس کی نعمتیں رسول اللہ ﷺ کے لئے (یہاں سے) بہتر ہیں۔ انہوں نے بھی اس بات کی تصدیق کی۔ رونے کی وجہ یہ بتائی کہ آسمان سے وحی کا آغاز بند ہو گیا ہے۔ وہ دونوں حضرات بھی رونے لگے۔ (مسلم عن انس)

آٹھویں روایت: ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں سے کسی اُمت پر رحمت کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس اُمت کے پیغمبر کو اُمت سے پہلے وفات دے دیتے ہیں اور اس پیغمبر کو اس اُمت کے لئے بطور توشہ اور سامان کے آگے بھیج دیتے ہیں۔ جب کسی اُمت کی ہلاکت کا ارادہ فرماتے ہیں تو پیغمبر کے زندہ رہتے ہوئے اس کو سزا دیتے ہیں اور ہلاک کر دیتے ہیں۔ وہ پیغمبر دیکھتا رہتا ہے۔ اس کے ہلاک ہونے سے اس پیغمبر کی آنکھیں ٹھنڈی کرتے ہیں کیونکہ ان لوگوں نے اس پیغمبر کو جھٹلایا تھا اور نافرمانی کی تھی۔ (مسلم)

فائدہ: اس حدیث سے آپ ﷺ کے سفر آخرت کا امت کے حق میں رحمت ہونا معلوم ہوا۔ جیسے پہلی روایات میں خود آپ ﷺ کے حق میں مکمّل نعمت ہونا ثابت ہوا تھا۔

نویں روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: جس کا کوئی بچہ آگے نہ گیا ہو یعنی (بچپن میں اس کا انتقال نہ ہوا ہو تو اس کے لئے توشہ کون ہوگا کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس کا چھوٹا بچہ فوت ہوگیا ہے وہ اس کے لئے آخرت میں توشہ ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی اُمت کے لئے میں آگے جاتا ہوں کیونکہ میری (وفات کے) برابر ان پر کوئی مصیبت نہ ہوگی۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی آپ ﷺ کی وفات کی ایک حکمت اُمت کے لئے معلوم ہوئی کہ اس پر صبر کرنے سے ثواب عظیم کے مستحق ہوئے۔

دسویں روایت: آپ ﷺ نے فرمایا: جس پر کوئی مصیبت پڑے وہ میری (وفات کے واقعہ) مصیبت کو یاد کر کے تسلی حاصل کرے۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: اس روایت میں ثواب کے علاوہ ایک اور حکمت تسلی کی معلوم ہوتی ہے۔

گیارہویں روایت: قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حیرہ میں ایک رئیس کے سامنے رعایا کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر آیا اور حضور سے عرض کیا کہ آپ کے سامنے تو سجدہ کرنا اور زیادہ زیبا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا اگر تم میری قبر پر گزرو تو کیا اس کو بھی سجدہ کرو گے۔ میں نے عرض کیا: نہیں آپ ﷺ نے فرمایا: تم ایسا مت کرو۔

فائدہ: آپ ﷺ کے سوال کا مطلب یہ ظاہر فرمانا تھا کہ تمہارے اقرار سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جس کو سجدہ کیا جائے اس کے لئے زندہ ہونا ضروری ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حی (زندہ) حقیقی حق تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں اس لئے سجدہ بھی صرف اسی کے لائق ہے۔ اس حدیث سے بھی وفات کی ایک حکمت معلوم ہوئی کہ اگر آپ ﷺ ہمیشہ ظاہر میں زندہ رہتے تو عجب نہیں کہ ہزاروں نادانوں کو آپ پر اللہ ہونے کا شبہ ہو جاتا۔ اس لئے اُمت کے لئے یہ بڑی رحمت ہے۔

بارہویں روایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی وفات کے بعد اپنے اصحاب کے اختلاف کے متعلّق پوچھا (کہ میرے وصال کے بعد آپس میں اختلاف تو نہیں کریں گے) ارشاد ہوا: اے محمد! آپ کے اصحاب میرے نزدیک ستاروں کی طرح ہیں کہ کوئی کسی سے زیادہ قوی ہوتا ہے مگر نور سب میں ہے تو جو شخص ان کے اختلاف کی جس حصے کو بھی لے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ (رزین)

فائدہ: یہ اختلاف مسائل اجتہادیہ میں قرآن پاک کی آیتوں کے معنی میں اختلاف کی وجہ سے ہوتا ہے جس میں ہر شخص کا مقصد دلیل شرعی کا اتباع ہے اس میں اُمت کے لئے سہولت ہے اس لئے یہ بھی رحمت ہے۔ اختلاف تو اجتہاد کی وجہ سے ہوتا ہے تو

اگر آپ ﷺ تشریف فرما ہوتے تو پھر ہر موقع کے لئے آپ سے حکم معلوم ہو جاتا تو اجتہاد کی ضرورت پیش نہ آتی تو اجتہاد کا باب کیسے کشادہ ہوتا۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ ﷺ کی وفات کسی طرح بھی مصیبت نہیں ہے۔ کیونکہ خود روایات بالا میں بعض حکمتیں مصیبت ہونے کی وجہ سے ہی ہیں۔

دوسری بات صحابہ جو انبیاء کرام کے بعد کامل ترین ہیں ان سے بھی وفات پر پریشانی کے اقوال و افعال ظاہر ہوئے ہیں۔ صرف یہی نہیں اس مصیبت پر فرشتوں تک کا افسوس کرنا اور رونا بھی ثابت ہے۔ چنانچہ بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے آخری وقت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: "ھذا آخر موطئی من الارض" یعنی "یہ میرا زمین پر آخری مرتبہ آنا ہے۔" اس سے بھی افسوس ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب روح قبض ہوئی تو ملک الموت روتے ہوئے آسمان پر چڑھے اور میں نے آسمان سے آواز سنی واہ محمدا! (اے محمد) اس سے حضرت عزائیل کا رونا ثابت ہے۔ (ابو نعیم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خضر علیہ السلام آپ ﷺ کی تعزیت کے لئے صحابہ کے پاس آئے اور انکا رونا بھی ثابت ہے۔ اگر حضرت خضر علیہ السلام پیغمبر ہوں تو پیغمبر اہل سُنّت کے ہاں فرشتوں سے افضل ہوتا ہے تو انکا رونا فرشتوں سے بھی زیادہ عجیب ہے جو اس واقعہ کے مصیبت ہونے کی نشانی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اپنے اصحاب کے لئے اَمن کا سبب ہوں جب میں چلا جاؤں گا تو وہ بلائیں جن کے آنے کا وعدہ کیا گیا ہے (فتنے اور جنگیں) ان پر آئیں گی۔ میرے اصحاب میری اُمت کے لئے اَمن کا سبب ہیں جب میرے اصحاب چلے جائیں گے تو وہ بلائیں جن کے آنے کا وعدہ کیا گیا ہے (بدعات و شرور) اُمت پر آئیں گی۔

گزشتہ روایت میں حضرت اُمّ ایمن کا قول کہ آسمان سے وحی منقطع ہوگئی جس نے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو بھی رلا دیا، آچکا ہے۔ یہ تینوں باتیں اس کے مصیبت ہونے پر واضح دلیل ہیں۔

ابتدائے مرض:

آپ ﷺ کے مرض کی ابتداء حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں ہوئی اور بعض کے نزدیک حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر اور بعض کے نزدیک ریحانہ کے گھر (یہ آپ کی کنیز تھیں) پیر کے دن بعض کے نزدیک ہفتہ کے دن اور بعض کے نزدیک بدھ کے دن مرض کی ابتدا ہوئی۔ مرض کی کل مدت بعض نے تیرہ دن بعض نے چودہ دن بعض نے بارہ بعض نے دس دن بتائی ہے۔ میرے نزدیک اس اختلاف کے ختم ہونے کی صورت یہ ہے کہ مرض کی ابتداء کو بعض لوگ ہلکا سمجھ کر شمار نہیں کرتے بعض لوگ شمار کرتے ہیں اب سارے قول جمع ہو جائیں گے۔

مرض درد سر سے شروع ہوا پھر اس میں بخار بڑھ گیا۔ خیبر میں آپ ﷺ کو یہودیوں نے گوشت میں جو زہر دیا تھا آپ ﷺ نے اس مرض میں اس زہر کے بارے میں فرمایا: (مجھے) اس زہر کا اثر ہمیشہ ہوتا رہا مگر اب اس نے اپنا کام پورا کر دیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو زہر سے شہادت ہوئی۔ چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور بعض سلف بھی اس کے قائل تھے۔

بعض ضعیف روایات میں آپ ﷺ کا مرض ذات الجنب آیا ہے اور بعض روایات میں خود آپ کے ارشاد سے اس کی نفی آئی ہے۔ بعض علماء نے ان دونوں روایات کو جمع کرنے کے لئے یہ کہا ہے کہ ذات الجنب دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک سوجن کی گرمی سے، دوسرا پسلیوں کے درمیان ریح (ہوا) کے رک جانے سے ہو۔ اوّل کی نفی ہے دوسرے کا اثبات۔ ابن سعد کی روایت میں صاف ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو خاصرہ یعنی درد کوکھ کا دورہ ہوتا تھا اس میں شدت ہوگئی۔

جب مرض میں شدت ہوئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا۔ انہوں نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔ درمیان میں ایک وقت نہایت تکلّف سے آپ ﷺ نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ ایک صحابی کے رنج وغم کو سن کر باہر مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر بہت سی وصیتیں اور نصیحتیں ارشاد فرمائیں۔ واحدی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے وفات کے قریب ہم لوگوں کو حضرت عائشہ کے گھر میں جمع فرمایا: سفر کے قریب ہونے کی خبر سنائی۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ﷺ کو غسل کون دے گا؟ فرمایا: میرے گھر والے۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ﷺ کو کس کپڑے میں کفن دیں؟ فرمایا: میرے ان ہی کپڑوں میں (آپ کا لباس رداء (چادر) و ازار (تہبند) وقمیص ہوتا تھا) اور اگر چاہو مصر کے سفید کپڑوں میں یا یمنی چادر جوڑہ میں کفن دینا۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی نماز جنازہ کون پڑھائے گا؟ فرمایا: جب غسل کفن سے فارغ ہوجاؤ تو میرا جنازہ قبر کے قریب رکھ کر ہٹ جانا پہلے ملائکہ نماز پڑھیں گے پھر تم جماعت درجماعت آتے جاتے اور نماز پڑھتے جانا۔ (تم میں) پہلے اہل بیت کے مرد پڑھیں پھر ان کی عورتیں پھر تم لوگ۔ ہم نے عرض کیا: قبر میں کون اتارے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے اہل بیت اور ان کے ساتھ فرشتے ہوں گے (طبرانی نے اس کو روایت کیا ہے اور بہت ہی ضعیف روایت ہے)

ایک دن جب مسجد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صحابہ کو نماز پڑھا رہے تھے آپ نے دولت خانہ (گھر) کا پردہ اٹھایا اور صحابہ کو دیکھ کر تبسم فرمایا۔ لوگ سمجھے کہ آپ تشریف لائیں گے اس وقت صحابہ کی بیتابی کا عجیب حال تھا قریب تھا کہ نماز میں کچھ پریشانی ہوجائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنا چاہا آپ ﷺ نے دست مبارک سے ارشاد فرمایا: نماز پوری کرو اور پردہ چھوڑ کر دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کی حیات میں یہ آخری زیارت تھی۔

آپ ﷺ کی وفات:

آپ ﷺ کی وفات ربیع الاوّل کے شروع میں سن دس ہجری پیر کے دن زوال سے پہلے یا زوال کے بعد ہوئی۔ دفن میں تاخیر کی بہت سی وجوہات ہوئیں کہ بعض صحابہ پر وحشت اور حیرت کا ایسا عالم ہوا کہ ان کو آپ ﷺ کی وفات کا یقین ہی نہ ہوا، بعض ہوش میں نہ رہے اور بعض کو آپ ﷺ کے غسل، کفن کے احکامات کے بارے میں علم نہیں تھا کیونکہ آپ ﷺ کو عام آدمی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ آپ ﷺ کے ساتھ کچھ خصوصیت ہوگی۔ جو بات آپ ﷺ کے کفن دفن کے متعلق بتائی وہ اس لئے مشہور نہ تھی کہ صحابہ نے اس کو عام سوالات کی طرح یاد نہ کیا اور دل بھی کیسے گوارا کرتا کہ آپ ﷺ کی وفات کا نام بھی زبان پر لائیں اگرچہ مستقل مزاج مقربین صحابہ نے ان باتوں کو بھی معلوم کرلیا تھا۔ مگر عام طور پر ان معلومات کا ذخیرہ مجمع کے پاس نہ تھا۔ پھر اسلام کی آیندہ حفاظت کے انتظام کی فکر بھی ایک مستقل فکر تھی اور یہ فکر سب سے اہم فکر تھی۔ اس کے لئے ضرورت اس بات کی تھی کہ کسی ایک آدمی کو حاکم بنایا جائے اور سب اس پر مجتمع اور متفق ہوجائیں تو کچھ دیر تو اس وجہ سے بھی ہوئی۔ پھر آپ ﷺ کی نماز لوگوں نے الگ الگ پڑھی کیونکہ آپ ﷺ کے جسد مبارک میں تغیر کا احتمال نہ تھا اس لئے یہی چاہا کہ سب اس نماز سے شرف حاصل کرلیں ان تمام باتوں کی وجہ سے دفن میں دیر آنا لازمی چیز تھی۔

آپ ﷺ کی تدفین:

چنانچہ پیر کا دن اور اگلا منگل کا دن گزرنے کے بعد بدھ کی رات آپ ﷺ دفن کئے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ منگل کے دن دفن ہوئے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ بدھ کے دن دفن ہوئے۔ مگر یہ دونوں روایتیں بھی پہلی روایت کی طرح ہی ہیں

اس طرح کہ عرب کے لوگوں کے حساب میں رات شروع ہوجانے سے تاریخ بدل جاتی ہے اس وجہ سے منگل گزرنے کے بعد کی رات کو بدھ کا دن کہہ دیا اور بعض لوگ رات کو گزرے ہوئے دن کا حصہ شمار کرتے ہیں اس لئے منگل کی رات کہہ دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ واقعہ ایسا ہوش اڑانے والا تھا کہ اس کی وجہ سے تو آپ ﷺ بہت جلدی دفن ہوئے۔ ورنہ مہینوں کے بعد بھی ہوتے تو عجیب بات نہ تھی۔ صحابہ کا ایسی حالت میں یہ استقلال حضور پرنور ﷺ کی صحبت وتربیت کا ہی فیض تھا۔

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیرانے کہ شمشیر بلا برسرخورند

ترجمہ: "اے وہ شخص جس کے پاؤں میں کانٹا بھی نہ چبھا ہو تو کیا جانتا ہے، ان شیروں کا حال کیا جنہوں نے اپنے سروں پر مصیبتوں کی تلواریں کھائیں ہیں۔"

آپ ﷺ کا غسل:

بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ کو غسل دینا چاہا تو پریشانی ہوئی کہ آپ ﷺ کے کپڑے تمام مردوں کی طرح اتاریں جائیں یا کپڑوں کے ساتھ غسل دیا جائے جب اس میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند کو مسلّط (طاری) کیا اور گھر کے گوشہ (کونے) سے ایک کہنے والے نے کہا اور یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ کون ہے کہ کپڑوں کے ساتھ غسل دو۔ قمیص کے اوپر سے پانی ڈالتے جاتے اور قمیص سمیت ملتے تھے۔ ابن سعد کی روایت میں ہے کہ اس وقت ایک تیز خوشبودار ہوا اٹھی پھر آپ ﷺ کا کرتہ نچوڑ دیا گیا۔

آپ ﷺ کا کفن:

آپ ﷺ کے کفن کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں۔ ترمذی نے حضرت عائشہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث کو سب سے زیادہ صحیح کہا ہے کہ آپ ﷺ کو تین سفید یمنی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ جن میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے لوگوں کا قول نقل کیا کہ دو سفید کپڑے اور ایک مخطط (دھاری دار) کپڑے میں کفن دیا گیا۔ انہوں نے فرمایا: مخطط کپڑا لایا تو گیا تھا مگر واپس کر دیا گیا تھا اس میں کفن نہیں دیا گیا۔ (بخاری ومسلم)

شیخین کی روایت ہے کہ وہ تینوں کپڑے سوت کے تھے (اور حنفیہ نے قمیص کو اس لئے مسنون کہا ہے کہ خود حضور ﷺ نے ایک میت کو قمیص میں کفن دیا (بخاری ومسلم) اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث جس میں قمیص کی نفی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس قمیص میں حضور پرنور ﷺ کو غسل دیا تھا وہ نکال لی گئی تھی۔ نووی نے اسی کو صحیح کہا ہے۔ عقلی وجہ سے بھی یہی صحیح لگتا ہے کیونکہ اگر وہ قمیص رہتی تو اوپر کا سارا کفن تر ہوکر خراب ہوجاتا۔

(ابوداؤد کی روایت جس میں اسی قمیص کے ساتھ دفن کیا گیا آیا ہے یزید بن زیاد راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔)

آپ ﷺ کی نماز جنازہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ کا جنازہ تیار کر کے گھر میں گیا تو پہلے مردوں نے جماعت در جماعت کی صورت میں نماز پڑھی پھر عورتیں آئیں پھر بچے آئے۔ اس نماز میں کوئی امام نہیں بنا۔ (ابن ماجہ)

آپ ﷺ کا دفن ہونا:

پھر دفن میں کلام ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کی روح اسی جگہ قبض کرتے ہیں جہاں انبیاء دفن ہونا پسند

کرتے ہیں، آپ ﷺ کو اس جگہ دفن کرو جہاں آپ ﷺ کا بستر تھا۔ (ترمذی)

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر نبی کا مدفن ان کی وفات کی جگہ ہی ہو بلکہ صرف وفات کی جگہ میں دفن کی جگہ پسندیدہ ہونا ثابت ہوتا ہے اگر دوسرے لوگ اپنے ارادہ یا کسی عذر کی وجہ سے دوسری جگہ دفن کردیں تو اور بات ہے۔

آپ ﷺ کی قبر:

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی لحد کھودی۔ قبر شریف میں چار حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادے قثم اور فضل نے اتارا۔ آپ ﷺ کی لحد پر تو کچی اینٹیں کھڑی کی گئیں۔ شقران نے جو آپ ﷺ کے آزاد کئے ہوئے غلام تھے اپنی رائے سے نجران کا بنا ہوا کھیس جس کو آپ ﷺ اوڑھا کرتے تھے قبر شریف میں بچھادیا تھا مگر ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے کہ وہ پھر نکال لیا گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایک مشک پانی کی قبر شریف پر چھڑک دی سرہانے کی طرف سے چھڑکنا شروع کیا۔ بخاری میں سفیان تمار سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی قبر شریف کوہان کی شکل کی دیکھی ہے۔

دارمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے آپ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری والے دن سے زیادہ کوئی دن اچھا اور روشن تر نہیں دیکھا اور یوم وفات سے زیادہ برا اور تاریک تر کوئی دن نہیں دیکھا۔

ترمذی نے ان سے روایت کیا ہے کہ جس روز حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے ہیں اس کی ہر چیز روشن ہوگئی اور جس روز آپ ﷺ کی وفات ہوئی ہے اس کی ہر چیز تاریک ہوگئی اور ابھی آپ ﷺ کو دفن کر کے مٹی سے ہاتھ بھی جھاڑے ہی تھے کہ اپنے قلوب کو ہم نے بدلا ہوا پایا (اس کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ ہمارے عقیدے یا عمل میں فرق آگیا بلکہ آپ ﷺ کے قرب و صحبت و مشاہدہ کے ساتھ جو انوار خاص تھے وہ نہ

رہے اور شیخ کامل سے قریب اور دور ہونے کا فرق اب بھی نظر آتا ہے)

آپ ﷺ کی قبر شریف کی زیارت:

قبر شریف کی زیارت میں صحیح حدیثیں آئی ہیں چنانچہ دار قطنی میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا من زار قبری وجبت لہ شفاعتی (یعنی جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی) اور عبدالحق نے اپنے احکام وسطی وصغری میں اس کو روایت کر کے اس سے سکوت کیا اور ان کا سکوت اس کی صحیح ہونے کی دلیل ہے اور معجم کبیر طبرانی میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ جَائَنِیْ زَائِرًا لَا تَحْمِلُہٗ حَاجَۃٌ اِلَّا زِیَارَتِیْ کَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ شَفِیْعًا لَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ترجمہ: جو شخص میری زیارت کے لئے آئے (اور) میری زیارت کے علاوہ کسی ضرورت کی وجہ سے نہ آئے تو مجھ پر اس کا حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔

اس کو ابن السکن نے صحیح کہا ہے۔

عَلَیَّ بِرَبْعِ الْعَامِرِیَّۃِ وَقْفَۃٌ لِیُمْلِیْ عَلَیَّ الشَّوْقُ وَالدَّمْعُ کَاتِبٌ
وَمِنْ مَذْھَبِیْ حُبُّ الدِّیَارِ لِاَھْلِھَا وَلِلنَّاسِ فِیْمَا یَعْشِقُوْنَ مَذَاھِبُ

ترجمہ: "لیلی عامریہ کی منزل پر کچھ ٹھہرنا مجھ پر لازم ہے تاکہ شوق مجھ کو مضمون لکھوائے اور آنسو لکھنے والا ہو۔ اور میرا مذہب ہے گھروں سے محبت کرنا گھروالوں کے تعلق کی وجہ سے اور لوگوں کے اپنی محبوب چیزوں کے بارے میں مختلف مذاہب ہیں۔"

ایک حدیث میں جو وارد ہے لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد وہ سفر الی القبر الشریف کی نہی پر دلالت نہیں کرتی۔ اس کی تفصیل بڑی کتابوں میں دیکھ لی جائے۔

اَلَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کُنْتَ رَجَاءَنَا	وَکُنْتَ بِنَا بَرًّا وَلَمْ تَکُ جَافِیًا
وَکُنْتَ رَحِیْمًا هَادِیًا وَ مُعَلِّمًا	لِیَبْکِ عَلَیْکَ الْیَوْمَ مَنْ کَانَ بَاکِیًا
فِدًی لِرَسُوْلِ اللّٰہِ اُمِّیْ وَخَالَتِیْ	وَعَمِّیْ وَخَالِیْ ثُمَّ نَفْسِیْ وَمَا لِیَا
فَلَوْ اَنَّ رَبَّ النَّاسِ اَبْقٰی نَبِیَّنَا	سَعِدْنَا وَلٰکِنْ اَمْرُهٗ کَانَ مَاضِیًا
عَلَیْکَ مِنَ اللّٰہِ السَّلَامُ تَحِیَّةً	وَاُدْخِلْتَ جَنَّاتٍ مِنَ الْعَدْنِ رَاضِیًا

① یارسول اللہ آپ ﷺ ہمارے امید گاہ تھے اور آپ ﷺ ہم پر شفیق تھے اور سخت نہ تھے۔

② اور آپ ﷺ رحیم ہادی اور تعلیم فرمانے والے تھے جس کو رونا ہو آج آپ ﷺ پر روئے۔

③ رسول اللہ ﷺ پر میری ماں، خالہ، چچا، ماموں، میری جان اور میرا مال فدا ہو۔

④ اگر پروردگار عالم ہمارے نبی کو باقی رکھتا تو ہم سعادت اندوز ہوتے لیکن اس کا حکم نافذ ہونے والا ہے۔

⑤ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام ہو اور آپ ﷺ جنات عدن میں راضی ہو کر داخل کئے جائیں۔

—— اٹھائیسویں فصل ——

آپ ﷺ کے عالم برزخ میں تشریف رکھنے کے بارے میں چند حالات اور واقعات کے بیان میں

پہلی روایت: ابن المبارکؒ نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نبی ﷺ پر آپ ﷺ کی اُمت کے اعمال صبح شام پیش نہ کئے جاتے ہوں۔ (کذافی المواہب)

دوسری روایت: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسم کو کھا سکے پس خدا کے پیغمبر زندہ ہوتے ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ (کذافی المشکوٰۃ)

فائدہ: آپ ﷺ کا قبر شریف میں زندہ رہنا ثابت ہوا۔ یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے۔ اگرچہ شہداء کے لئے بھی رزق کا دیا جانا روایت میں آیا ہے مگر انبیاء علیہم السلام شہداء سے زیادہ کامل اور قوی ہیں۔

تیسری روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ (کذافی المواہب)

فائدہ: یہ نماز پڑھنا حکم کو پورا کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ لذت کے لئے ہے اور اس حیات سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ ﷺ کو ہر جگہ پکارنا جائز ہے کیونکہ مشکوٰۃ میں بیہقی سے بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ خود حضور ﷺ کا ارشاد منقول ہے جو شخص میری

قبر کے پاس درود شریف پڑھتا ہے اس کو میں خود سن لیتا ہوں اور جو شخص دور سے درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچایا جاتا ہے یعنی فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے جیسا کہ مشکوٰۃ ہی میں نسائی اور دارمی سے بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین میں گشت کرنے کے لئے مقرر ہیں، جو میری اُمت کی طرف سے مجھ کو سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔

چوتھی روایت: کعب احبار رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے۔ جو لوگ وہاں موجود تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا۔ تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جس میں ستر ہزار فرشتے حضور ﷺ کی قبر پر نہ آتے ہوں۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کو بازو مارتے ہوئے گھیر لیتے ہیں۔ اور آپ ﷺ پر درود شریف پڑھتے ہیں، یہاں تک کہ شام ہوتی ہے تو وہ فرشتے آسمان کی طرف واپس چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے فرشتے اترتے ہیں اور ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن جب قبر کی زمین شق ہوگی تو آپ ﷺ ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ باہر تشریف لائیں گے۔ وہ آپ ﷺ کو لے کر چلیں گے۔ (دارمی، مشکوٰۃ عن نبیہ بن وہب)

اس سے آپ ﷺ کی بڑی بزرگی برزخ میں ظاہر ہے۔

پانچویں روایت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو واپس لوٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (مشکوٰۃ عن ابی داؤد بیہقی عن ابی ہریرہ)

خلاصہ: تمام روایات سے آپ ﷺ کے زندہ ہونے اور فرشتوں کا آپ ﷺ کا اکرام کرنے کے علاوہ چند باتیں معلوم ہوتی ہیں اُمت کے اعمال کا دیکھنا، نماز پڑھنا، عالم برزخ کے مناسب غذا نوش فرمانا، سلام کا قریب سے خود سننا اور دور سے فرشتوں

کے ذریعے سے سننا اور جواب دینا۔

یہ تو ہمیشہ ثابت ہیں اور کبھی اُمت کے خاص لوگوں سے بیداری کی حالت میں آپ ﷺ کا کلام فرمانا اور ہدایت فرمانا بھی اخبار و آثار میں موجود ہے۔ خواب کی حالت اور کشف میں تو ایسے واقعات کا شمار کرنا ہی ناممکن ہے اور ان تمام کاموں کو ایک وقت میں کیسے کرتے ہیں کہ ایک ہی وقت میں قریب کے آدمی کے سلام کو خوب سن رہے ہیں اور ایک کو جواب دے رہے ہیں وغیرہ کیونکہ عالم برزخ میں روح کو وسعت ہوتی ہے خاص طور پر نبی کریم ﷺ کی روح کو خاص وسعت ہے لیکن اس وسعت سے ایسی بات ثابت کرنا جو دلیل صحیح سے ثابت نہ ہو یا جو باتیں کبھی کبھی ہوتی ہوں ان کو ہمیشہ ماننا جائز نہیں۔

من الروض

تَاللّٰهِ اُقْسِمُ مَا وَافَاكَ مُنْكَسِرٌ   اِلَّا وَاَصْبَحَ مِنْهُ الْكَسْرُ يَنْجَبِرُ
وَلَا احْتَمٰى بِحِمَاكَ الْمُحْتَمِىْ فَزَعًا   اِلَّا وَعَادَ بِاَمْنٍ مَالَهٗ خَضَرُ
وَلَا اَتَاكَ فَقِيْرُ الْحَالِ ذُوْ اَمَلٍ   اِلَّا وَفَاضَ مِنَ الْاِثْرِ لَهٗ نَهَرُ
وَلَا اَتَاكَ امْرُءٌ مِنْ ذَنْبِهٖ وَجِلٌ   اِلَّا وَعَادَ بِعَفْوٍ وَهُوَ مُغْتَفِرٌ
وَلَا دَعَاكَ لَهِيْفٌ عِنْدَ نَازِلَةٍ   اِلَّا وَلَبَّاهُ مِنْكَ الْعَوْنُ وَالْيُسْرُ

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

❶ میں قسم کھاتا ہوں کہ آپ ﷺ کے (مزار شریف) کے پاس کوئی شکستہ بدحال (دعا کے لئے) نہیں پہنچا ہوگا۔ مگر اس کی بدحالی کی اصلاح ہوگئی ہوگی۔ (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ ﷺ نے سن کر دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہوگیا۔

(۲) اور نہ کسی پناہ لینے والے نے گھبرا کر آپ ﷺ کے دربار میں پناہ لی مگر امن امان کے ساتھ واپس ہوا۔ اس حالت سے کہ اس کو (اپنی حاضری پر) شرمندگی نہیں ہوئی (جیسا کہ ناکام جانے میں ہوتی)۔

(۳) اور نہ آپ ﷺ کے پاس (مزار شریف پر) کوئی فقیر حال امیدوار (دعا کے لئے) حاضر ہوا مگر اس کے نشان قدم (یعنی آنے) ہی سے اس کی (حوائج کی) نہر جاری ہوگئی۔ (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ ﷺ نے سن کر دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہوگیا)۔

(۴) نہ آپ ﷺ کے پاس (مزار شریف پر) کوئی شخص گناہ سے ڈرتا ہوا (دعاء مغفرت) کے لئے آیا مگر وہ عفو کے ساتھ بخشا ہوا گیا۔ (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ ﷺ نے سن کر دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہوگی۔

(۵) (اور نہ کسی مغموم نے کسی حادثہ کے وقت آپ ﷺ کو (مزار پر حاضر ہو کر دعا کے لئے) پکارا مگر آپ ﷺ کی جانب سے مدد اور آسانی سے جواب دیا۔) (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ ﷺ نے سن کر دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہوگیا)۔

— انتیسویں فصل —

آپ ﷺ کے خاص فضائل کے بیان میں جو قیامت کے میدان میں ظاہر ہوں گے

پہلی روایت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے دن آدم کی اولاد (یعنی کل آدمیوں) کا سردار ہوں گا۔ سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی (یعنی سب سے پہلے قبر سے میں اٹھوں گا) اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا، اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ (مسلم)

دوسری روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سارے پیغمبروں میں مجھے یہ فضیلت حاصل ہوگی کہ قیامت کے دن میرے ماننے والے (ساری امتوں سے) زیادہ ہوں گے۔ اور میں سب سے پہلے جنّت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ (مسلم)

تیسری روایت: کثیر بن مرہ حضرمی سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں (قیامت کے دن) براق پر سوار ہوں گا اور اس دن تمام انبیاء میں براق خصوصیت سے مجھے ہی ملے گا۔

چوتھی روایت: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں جس میں آپ ﷺ کے خصائص کا ذکر ہے۔ ارشاد نبوی منقول ہے۔ مجھ کو شفاعت (کبریٰ) عطا کی گئی ہے (جو تمام عالم کے حساب شروع ہونے کے لئے ہوگی، یہ آپ ہی کے ساتھ

مخصوص ہے)۔ (بخاری ومسلم)

پانچویں روایت: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے ساتھ جو باتیں خاص ہیں ان میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے قیامت کے دن لواء الحمد (اللہ تعالیٰ کی تعریف کا جھنڈا) میرے ہاتھ میں ہوگا اور یہ میں فخر کے لئے نہیں کہتا، اور سارے نبی آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سب میرے اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

(ترمذی)

چھٹی روایت: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب سارے لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو میں سب سے پہلے قبر سے اٹھوں گا، جب اللہ تعالیٰ کے پاس جائیں گے تو میں ان کے آگے ہوں گا، جب سب لوگ خاموش ہوں گے تو میں ان کی طرف سے (شفاعت کے لئے) بات چیت کروں گا اور سارے لوگوں میں مجھ سے شفاعت کے لئے درخواست کی جائے گی۔ جب وہ لوگ نا امید ہوں گے تو میں ان کا خوشخبری دینے والا ہوں گا۔ کرامت اور ہر خیر کی کنجیاں میرے پاس ہوں گی، تعریف کا جھنڈا اس روز میرے ہاتھ میں ہوگا میں اپنے رب کے نزدیک تمام بنی آدم میں سب سے زیادہ مکرم ہوں گا ایک ہزار خادم (میرے اکرام وخدمت کے لئے) میرے پاس آئیں گے اور جائیں گے۔ (وہ ایسے حسین ہوں گے) گویا کہ وہ بیضے (انڈے) ہیں جو (غبار وغیرہ سے) پاک ہوں یا موتی جو بکھرے پڑے ہوں۔ (ترمذی، دارمی)

ساتویں روایت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے (زمین پھٹنے کی حالت کے بعد کے بارے میں) فرمایا: مجھ کو جنت کے لباس میں سے ایک لباس پہنایا جائے گا پھر میں عرش کی داہنی جانب کھڑا ہوں گا، مخلوق میں سے کوئی شخص میرے علاوہ اس مقام پر کھڑا نہ ہوگا۔ (ترمذی)

فائدہ: لمعات میں ہے کہ غالباً یہ مقام محمود ہے۔ مقام محمود کی مختلف تفسیریں ہیں، ابن عباس ومجاہدؒ کے نزدیک آپ ﷺ کو عرش پر بٹھایا جانا اور تفسیر ابن عباس میں ہے کہ کرسی پر بٹھایا جانا ہے۔ دارمی کی روایت جو یہ آیا ہے کہ مجھ کو ابراہیم علیہ السلام کے بعد لباس پہنایا جائے گا۔ مطلب یہ کہ لباس اور تہبند پہنائے جائیں گے۔ وہ قبر سے نکلنے کے وقت نہیں بلکہ میدان قیامت کا ذکر ہے، ایک لباس تو قبر سے نکلنے سے پہلے پہنایا جائے گا۔ اس میں حضور ﷺ کو سب سے پہلے پہنایا جائے گا۔ اور ایک قبر سے نکلنے کے بعد پہنایا جائے گا اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلے پہنایا جائے گا، جس کی وجہ سے شاید یہ ہو کہ مورخین کے بقول ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں زائد کپڑے اتار کر ڈالا تھا، اس کے بدلہ میں یہ صلہ ملے گا۔

آٹھویں روایت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہنّم کے درمیان میں پل صراط رکھا جائے گا۔ میں اپنی اُمّت کو لے کر سب رسولوں سے پہلے گزروں گا۔ (بخاری ومسلم)

نویں روایت: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کا ایک حوض ہوگا، اور ہر ایک اس پر فخر کرے گا کہ کس کے حوض پر زیادہ لوگ آتے ہیں۔ مجھ کو امید ہے کہ میرے حوض پر زیادہ لوگ آئیں گے (کیونکہ میری اُمّت زیادہ ہوگی)۔ (ترمذی)

فائدہ: اس سے آپ ﷺ کے حوض کا دوسروں کے حوض سے زیادہ پُر رونق ہونا ثابت ہوا اور یہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

دسویں روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (شفاعت کی اجازت کے بارے میں) فرمایا: اللہ تعالیٰ میرے قلب میں حمد وثنا (اللہ

تعالیٰ کی تعریف) کے القاء فرمائیں گے کہ اب وہ میرے ذہن میں نہیں ہیں۔

(بخاری ومسلم)

فائدہ: یہ آپ ﷺ کی علمی فضیلت اس دن ظاہر ہوگی کہ ذات وصفات کے بارے میں ایسی وسیع معلومات آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہوں گی۔

من القصیدہ

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِىْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ — لِكُلِّ هَوْلٍ مِنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِم
دَعَا اِلَى اللّٰهِ فَالْمُسْتَمْسِكُوْنَ بِهٖ — مُسْتَمْسِكُوْنَ بِحَبْلٍ غَيْرِ مُنْفَصِم
اِنْ لَمْ يَكُنْ فِىْ مَعَادِىْ اٰخِذًا بِيَدِىْ — فَضْلًا وَاِلَّا فَقُلْ يَازَلَّةَ الْقَدَم
يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِىْ مَنْ اَكُوْنُ — سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَم
وَلَنْ يَّضِيْقَ رَسُوْلَ اللّٰهِ جَاهُكَ بِىْ — اِذَا الْكَرِيْمُ تَجَلّٰى بِاسْمِ مُنْتَقِم
يَانَفْسُ لَا تَقْنُطِىْ مِنْ ذَلَّةٍ عَظُمَتْ — اِنَّ الْكَبَائِرَ فِى الْغُفْرَانِ كَاللَّمَم
لَعَلَّ رَحْمَةَ رَبِّىْ حِيْنَ يَقْسِمُهَا — تَاْتِىْ عَلٰى حَسَبِ الْعِصْيَانِ فِى الْقَسَم

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِم

① قیامت کے دن سارے ہول میں وہی ایسا محبوب ہے اللہ تعالیٰ کا کہ اس کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے۔ قیامت کا دن وہ ہے جس میں لوگ ضرور جائیں گے۔ خواہ چاہیں یا نہ چاہیں۔

② حضور ﷺ نے لوگوں کو خدا کی طرف بلایا۔ تو جس نے آپ ﷺ کے طریقے کو مضبوط پکڑ لیا تو اس نے ایسی رسی کو پکڑ لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گی، (بلکہ قیامت میں بھی وہ ذریعۂ شفاعت بنے گی۔)

③ اگر حضور ﷺ براہ فضل وکرم اور ازروئے عہد آخرت میں میری دستگیری نہ فرمائیں تو تو کہہ دے کہ افسوس میری لغزش قدم پر (کہ کیوں اعمال صالحہ نہ کئے)۔

④ اے بزرگ ترین مخلوقات (محمد علیہ السلام) ہر چھوٹے بڑے حادثے کے وقت آپ ﷺ کے علاوہ کوئی ایسا نہیں کہ میں اس کی پناہ میں آجاؤں۔ (صرف آپ ﷺ ہی کا بھروسہ ہے)۔

⑤ اے رسول اللہ ﷺ! میری شفاعت کی وجہ سے آپ ﷺ کی قدر ومنزلت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ اس وقت کہ خداوند کریم انتقام لینے والے کی صورت میں جلوہ فرما ہوں گے۔

⑥ اے میرے نفس بڑے گناہ کی وجہ سے ناامید نہ ہو کیونکہ شفاعت میں بڑے بڑے گناہ بھی صغیرہ گناہوں کی طرح ہیں۔

⑦ امید ہے کہ میرے پروردگار کی رحمت جب وہ اس کو اپنے بندوں پر تقسیم کرے گا تو وہ رحمت گناہوں کے بقدر حصہ میں آئے گی۔ (یعنی جتنا بڑا گناہ ہوگا اتنی ہی زیادہ رحمت ہوگی)۔

— تیسویں فصل —

آپ ﷺ کے ان خاص فضائل کے بیان میں جو جنّت میں ظاہر ہوں گے

پہلی روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میں جنّت کے دروازہ پر آؤں گا۔ اور اس کو کھلواؤں گا۔ خازن جنّت پوچھے گا کہ کون ہے؟ میں کہوں گا: محمد ہوں وہ کہے گا کہ آپ ہی کے لئے مجھے حکم ہوا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے جنّت کا دروازہ نہ کھولوں۔ (مسلم)

دوسری روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! کوثر کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جنّت میں ایک نہر ہے جو میرے رب نے مجھ کو عطا فرمائی ہے۔ وہ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: اس کے دونوں کناروں پر موتی ہیں۔ اس پر (پانی پینے کے) برتن اتنے پڑے رہتے ہیں جتنے ستارے ہیں۔ نسائی کی روایت میں ہے کہ وہ نہر جنّت کے درمیان ہوگی اور اس کے دونوں کناروں پر موتی اور یاقوت کے محل ہیں۔ اس کی مٹی مشک ہے اور اس کے سنگریزے (کنکر) موتی اور یاقوت ہیں۔ احمد اور ابن ماجہ و ترمذی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوثر جنّت میں ایک نہر ہے اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں اور پانی موتی پر چلتا ہے۔

ابن ابی الدنیا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ وہ (کوثر)

جنّت میں ایک نہر ہے اس کی گہرائی ستر ہزار فرسخ ہے اس کے دونوں کنارے موتی، زبرجد اور یاقوت کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو دوسرے نبیوں سے پہلے اس کے ساتھ خاص فرمایا ہے۔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوثر جنّت میں ایک نہر ہے اس میں اونٹوں کی گردن جیسے پرندے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: وہ تو بڑے لطیف ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ لطیف ہیں۔

فائدہ: یہ نہر جنّت میں اس حوض کے علاوہ ہے جو میدان قیامت میں ہوگا اور بخاری کی روایت کے مطابق اس حوض میں اسی نہر سے پانی گرے گا۔ مسلم کی روایت کے مطابق دو پرنالوں سے (جن میں) ایک چاندی اور ایک سونے کا ہوگا۔ جنّت کا پانی اس حوض میں پہنچے گا۔

تیسری روایت: عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم موذن کی اذان سنا کرو تو جو وہ کہے تم بھی کہا کرو پھر مجھ پر درود پڑھا کرو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتے ہیں۔ پھر میرے لئے وسیلہ کی دعا کیا کرو۔ وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے اللہ تعالیٰ کے سارے بندوں میں سے اس کا مستحق ایک ہی بندہ ہے (مجھے) اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا تو جو شخص میرے لئے وسیلہ کی دعا کرے گا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی۔ (مسلم)

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وسیلہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک درجہ ہے جس سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں ہے۔ (مسند احمد)

فائدہ: قاعدہ سے آپ ﷺ ہی اس درجہ کے مستحق ہیں کیونکہ جب آپ ﷺ ساری مخلوق میں افضل ہیں تو افضل درجہ بھی مخلوق کے افضل آدمی کو ملے گا۔ لیکن صاف

اس لئے نہیں فرمایا کہ اس وقت تک شاید اس درجے کے ملنے کی وضاحت نہیں ہوئی ہوگی۔

چوتھی روایت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آیت ولسوف یعطیک ربک فترضی ”آپ کے رب آپ کو بہت جلد (انعام) دیں گے اور آپ (اس سے) خوش ہو جائیں گے۔“ کی تفسیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو جنت میں ہزار محل دیئے ہیں اور ہر محل میں آپ ﷺ کی شان کے لائق بیویاں اور خادم ہیں۔

(رواہ ابن جریر وابن ابی الدنیا عن ابن عباس)

پانچویں روایت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں سب سے پہلے جنّت کا حلقہ ہلاؤں گا تو اللہ تعالیٰ میرے لئے دروازہ کھول دیں گے اور مجھ کو اس میں داخل فرمائیں گے اور میرے ساتھ مؤمنین فقراء ہوں گے۔ (ترمذی)

فائدہ: یہ بھی آپ ﷺ کی خاص فضیلت ہے جو جنت میں ظاہر ہوگی کہ آپ ﷺ کی اُمّت کے لوگ ساری امتوں سے پہلے جنّت میں داخل ہوں گے۔

چھٹی روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ نبیوں اور رسولوں کے علاوہ تمام اگلے پچھلے درمیانہ عمر والے اہل جنّت کے سردار ہوں گے۔ (ترمذی، ابن ماجہ عن علی)

فائدہ: آپ کی اُمّت میں سے دو بزرگوں کا تمام امتوں کے درمیانہ عمر کے لوگوں کا سردار ہونا بھی آپ ﷺ کی فضیلت ہے جو آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے جو جنّت میں ظاہر ہوگی۔

ساتویں روایت: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: یہ ایک فرشتہ آیا ہے جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں آیا۔ اس نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھ کو آکر سلام کرے اور مجھ کو خوشخبری سنائے کہ فاطمہ تمام اہل جنّت کی عورتوں کی سردار ہوں گی اور حسن اور حسین تمام اہل جنّت کے جوانوں کے سردار ہوں گے۔ (ترمذی)

فائدہ: آپ ﷺ کے خاندان میں سے ان حضرات کا جنت میں جوانوں اور عورتوں کا سردار ہونا یہ بھی آپ کی فضیلت خاصہ ہے جو جنت میں ظاہر ہوگی اور باوجودیکہ حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے درمیانی عمر پائی ہے مگر ان کو جوان بڑھاپے کے مقابلے میں کہا گیا ہے۔ کیونکہ ان کی عمر حضرت ابوبکر و عمر سے کم ہوئی اس لئے ان کو درمیانی عمر والا اور حضرات حسنین کو جوان فرمایا۔

آخری تین اور پہلی روایت مشکوٰۃ سے اور باقی سب مواہب سے نقل کی گئی ہیں۔

من القصیدہ

فَحُزْتَ كُلَّ فَخَارٍ غَيْرِ مُشْتَرَكٍ — وَجُزْتَ كُلَّ مَقَامٍ غَيْرَ مُزْدَحَمِ

وَجَلَّ مِقْدَارُ مَا اُوْلِيْتَ مِنْ رُتَبٍ — وَعَزَّ اِدْرَاكُ مَا اُوْتِيْتَ مِنْ نِعَمِ

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

① پس آپ ﷺ نے ہر قسم کی بزرگی جس میں کوئی اپنا شریک نہیں ہے حاصل کرلی اور آپ ہر عالی مقام سے جس میں کوئی آپ ﷺ سے مقابلہ کرنے والا نہیں تھا آگے بڑھ گئے۔ یعنی آپ ﷺ کو بلند مراتب جنّت میں جو خاص باتیں آپ کو ملیں ہیں۔ دوسرے کسی نبی کو نہیں ملی۔

② قدر و منزلت ان فضائل کی بہت بڑی ہے جو آپ کو عطا کئے گئے ہیں اور جو نعمتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہیں ان کا سمجھنا بہت مشکل ہے۔

ــــ اکتیسویں فصل ــــ

آپ ﷺ کے افضل المخلوقات ہونے کے بیان میں

اس کی تصریح اس لئے ضروری ہوئی کہ گزشتہ فصل میں صرف آپ ﷺ کی فضیلت ثابت لیکن اس سے آپ ﷺ کا افضل ہونا ثابت نہیں ہوتا اس لئے یہاں چند روایت آپ ﷺ کی افضلیت کی بیان کی جاتی ہیں۔

پہلی روایت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اولین وآخرین میں زیادہ مکرم (عزت والا) ہوں۔

(ترمذی و دارمی، کذافی المشکوٰۃ)

دوسری روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس شب معراج میں براق حاضر کیا گیا تو وہ سوار ہونے کے وقت شوخی کرنے لگا۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو محمد (ﷺ) کے ساتھ ایسا کرتا ہے تجھ پر تو ایسا کوئی شخص سوار ہی نہیں ہوا جو ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہو پس وہ (شرم سے) پسینہ پسینہ ہو گیا۔ (کذافی سنن الترمذی)

تیسری روایت: امام احمدؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ (شب معراج میں) بیت المقدس میں تشریف لائے اور نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو تمام انبیاء آپ ﷺ کے ہمراہ مقتدی ہو کر نماز پڑھنے لگے اور ابو سعید کی روایت میں ہے کہ بیت المقدس میں داخل ہو کر فرشتوں کے ساتھ نماز ادا کی (یعنی فرشتے بھی مقتدی تھے) پھر انبیاء علیہم السلام کی ارواح سے ملاقات ہوئی اور سب نے

حق تعالیٰ کی ثنا کے بعد اپنے اپنے فضائل بیان کئے۔ جب حضور ﷺ کے خطبہ کی نوبت آئی جس میں آپ ﷺ نے اپنا رحمۃ للعالمین ہونا اور سارے انسانوں کی طرف مبعوث ہونا اور اپنی اُمت کا خیر الامم وامۃ وسط ہونا اور اپنا خاتم النبیین ہونا بھی بیان فرمایا اس کو سن کر ابراہیم علیہ السلام نے سب انبیاء علیہم السلام کو خطاب کر کے فرمایا کہ بھذا فضلکم محمد ﷺ یعنی ان ہی فضائل سے محمد تم سے بڑھ گئے۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہ ارشاد بزار اور حاکم نے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(کذافی المواہب)

چوتھی روایت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو انبیاء پر بھی فضیلت دی اور آسمان والوں (فرشتوں) پر بھی فضیلت دی ہے۔

(دارمی کذافی المشکوٰۃ)

پانچویں روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: بنی اسرائیل کو بتا دو کہ جو شخص مجھ سے اس حالت میں ملے گا کہ وہ احمد (ﷺ) کا انکار کرنے والا ہوگا تو میں اس کو دوزخ میں داخل کروں گا خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: احمد (ﷺ) کون ہیں؟ ارشاد ہوا موسیٰ! قسم ہے اپنی عزّت و جلال کی میں نے ایسی کوئی مخلوق پیدا نہیں کی جو میرے نزدیک ان سے زیادہ عزّت والی ہو، میں نے آسمان و زمین شمس و قمر پیدا کرنے ۲۰ لاکھ سال پہلے ان کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا تھا۔ قسم ہے اپنی عزّت وجلال کی کہ جنت میری تمام مخلوق پر حرام ہے جب تک کہ محمد ﷺ اور ان کی اُمّت اس میں داخل نہ ہو جائے (پھر اُمّت کے فضائل کے بعد یہ ہے کہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب! مجھ کو اس اُمّت کا نبی بنا دیجئے۔ ارشاد ہوا! اس اُمّت کا نبی اسی میں سے ہوگا۔ عرض کیا! تو مجھ کو ان (محمد ﷺ) کی اُمّت میں سے بنا دیجئے۔ ارشاد ہوا! تم پہلے ہو گئے۔

وہ بعد میں آئیں گے۔ البتہ تم کو اور ان کو دار الجلال (جنت) میں اکٹھا کر دوں گا۔

(حلیہ کذا فی الرحمۃ المہداۃ)

ان تمام روایات سے آپ ﷺ کا افضل الخلق ہونا اللہ تعالیٰ کے خود اپنے، انبیاء اور فرشتوں کے ارشاد سے ثابت ہوتا ہے۔

من القصیدہ

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ   وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَمِنْ عَجَمٍ
فَانْسُبْ اِلٰى ذَاتِهٖ مَاشِئْتَ مِنْ شَرَفٍ   وَانْسُبْ اِلٰى قَدْرِهٖ مَاشِئْتَ مِنْ عِظَمٍ
فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَيْسَ لَهٗ   حَدٌّ فَيُعْرِبَ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمٍ
فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ   وَاَنَّهٗ خَيْرُ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ
يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

① آپ ﷺ اسم بامسمّٰی حضرت محمد (ﷺ) ہیں جو دنیا و آخرت و جن و انس اور عرب و عجم کے سردار ہیں۔

② آپ ﷺ کو ذات بابرکات کی طرف جو خوبیاں (اللہ تعالیٰ کی خوبیوں کے علاوہ) چاہے تو منسوب کر دے وہ سب قابل تسلیم ہوں گی۔ آپ ﷺ کی قدر عظیم کی طرف تو جو بڑائیاں چاہے نسبت کردہ سب صحیح ہوں گی۔

③ کیونکہ حضرت رسالت پناہ ﷺ کے فضل کی کوئی انتہا نہیں ہے کہ کوئی اپنی زبان کے ذریعہ ظاہر و بیان کر سکے۔

④ پس ہماری فہم اور علم کی انتہا یہ ہے کہ آپ ﷺ بڑے عظیم درجہ کے بشر ہیں اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق انسان اور فرشتوں سے بہتر ہیں۔

—— بتیسویں فصل ——

ان چند آیتوں کی تفصیل کے بیان میں جن میں حضور ﷺ کی فضیلت بیان ہوئی ہے

پہلی آیت: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: "وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى" "اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر پایا تو (آپ کو) راستہ بتایا" یہاں ضلال کے وہ معنی نہیں جو اردو محاورہ میں مستعمل ہیں کیونکہ ہر زبان کا لغت اور اس کا محاورہ الگ ہوتا ہے۔ عربی زبان میں اس کے معنی صرف ناواقفی کے ہیں۔ ایک ناواقفی وہ جو احکام آنے سے پہلے ہو اور ایک ناواقفی وہ جو احکام کے آنے کے بعد ان کے نہ جاننے میں ہو۔ دوسرا مذموم (برا) ہے۔ اور اوّل مذموم (برا) نہیں ہے کیونکہ نبوت کے بعد جو علوم وحی سے معلوم ہوتے ہیں وہ نبوت سے پہلے معلوم نہیں ہوتے تو یہ آیت وعلمک مالم تکن تعلم "اور (اللہ تعالیٰ نے) آپ کو وہ باتیں بتائیں ہیں جو آپ کو معلوم نہیں تھیں" کی طرح ہوئی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وہ باتیں بتائیں جو آپ کو معلوم نہ تھیں۔

دوسری آیت: قال اللہ تعالیٰ: "وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ" "اور ہم نے آپ کا وہ بوجھ ہٹا دیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی۔" یہاں بھی وزر کے معنی گناہ نہیں ہیں جیسا کہ لا تزر وازرۃ وزر اخری "کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا" سے شبہ ہو سکتا ہے بلکہ لغت عربی میں وزر کے معنی صرف بوجھ کے ہیں خواہ گناہ کا بوجھ ہو جس سے انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔ اور خواہ کسی غیبی فیض کا بوجھ ہو اور یہاں یہی ہے کہ شروع میں آپ ﷺ پر وحی کا بہت بوجھ ہوتا تھا جیسا

احادیث صحیحہ میں ہے کہ شروع میں جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کو سردی لگتی تھی۔ پھر وہ استعداد کے قوی ہونے کی وجہ سے آسان ہو گیا۔ الم نشرح لک صدرک ”کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا سینہ کشادہ نہ کر دیا“ سے یہ بات صاف معلوم ہوئی۔

تیسری آیت: قال اللّٰہ تعالٰی: ”لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ“ ”تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی پچھلی ساری خطائیں معاف فرمادیں“ یہاں بھی ذنب سے مراد مشہور گناہ نہیں بلکہ وہ اجتہادات ہیں جو نصوص سے منسوخ کر دئے گئے کہ نصوص کے بعد ان پر عمل کرنا درست نہیں اگرچہ نصوص سے منع کئے جانے سے پہلے اس میں گناہ نہیں تھا لیکن پھر بھی ایسی چیز جس میں کسی حال اور صورت میں گناہ ہو سکتا ہے اس کو بھی معاف کرتے ہیں۔ یہ آیت آپ ﷺ کی تسلی کے لئے فرمائی ہے کہ آپ ﷺ کو یہ خیال ہوا ہو گا کہ کہیں اس میں گناہ تو نہیں ہو گا ورنہ اگر اجتہادی خطا ہو جائے تو اس پر بھی اجر کا وعدہ ہے وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ کے یہی معنی ہیں۔

چوتھی آیت: قال اللّٰہ تعالٰی: ”یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تُطِعِ الْکَافِرِیْنَ وَالْمُنَافِقِیْنَ“ ”اے نبی! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیے کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیے“ یہاں بھی ڈرنے کا حکم کرنے اور نافرمانوں کا حکم نہ ماننے کا مطلب یہ نہیں کہ آپ ﷺ ایسا کرتے چلے آئے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح آپ ﷺ نے پہلے بھی ایسا نہیں کیا آئندہ بھی کبھی ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ مقصود اس سے کفار کو مایوس کرنا ہے جو اپنے بعض خیالات کی طرف آپ ﷺ کو بلاتے تھے تو ان کو سنانے کے لئے یہ ارشاد فرمایا کہ وہ سمجھ لیں کہ آپ ﷺ چونکہ وحی کے خلاف کبھی نہیں کرتے اس لئے ہرگز ہماری بات نہیں مانیں گے جیسا ارشاد ہوا ہے۔ وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَھُمْ۔ ”آپ بھی ان کے قبلہ کو ماننے والے نہیں ہیں۔“

پانچویں آیت: قال اللّٰہ تعالٰی ”فَاِنْ کُنْتَ فِیْ شَکٍّ مِّمَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ فَسْئَلِ الَّذِیْنَ یَقْرَؤُوْنَ الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکَ“ ”پھر اگر آپ اس کی طرف سے شک میں ہوں جس کو ہم نے آپ کے پاس بھیجا ہے تو آپ ان لوگوں سے پوچھ لیجئے جو آپ سے پہلے کتابوں کو پڑھتے ہیں۔“ یہاں بھی یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ کو شک ہوا۔ اس سے بات کو زیادہ مضبوط کرنا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی ایسے شخص سے بات کرتے وقت جو تم کو یقیناً سچا سمجھتا ہے کلام کو مضبوط کرنے اور مخاطب کو زیادہ یقین دلانے کے لئے کہتے ہو اگر تم کو شک ہو تو محلّہ والوں سے پوچھ لو مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تم کو اس کی ضرورت نہیں ہے مگر ہم اپنی طرف سے اس کے لئے آمادہ ہیں اور تم کو اجازت دیتے ہیں کیونکہ ہمیں اپنی بات کے صحیح ہونے کا کامل یقین و اطمینان ہے۔

چھٹی آیت: قال اللّٰہ تعالٰی: ”لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ“ کہ ”اگر آپ (بھی) شرک کریں گے تو آپ کا عمل (بھی) ضائع ہو جائے گا۔“ تمام آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطاب آپ ﷺ سے نہیں ہے اور اگر آپ ﷺ مخاطب ہوں بھی تو یہ خطاب بطور فرض کے ہے جس کا مقصد شرک کی برائی کو خوب بیان کرنا ہے جس طرح کہتے ہیں کہ اگر میرا بیٹا بھی میری مخالفت کرے گا تو اس کو بھی نہ چھوڑوں گا اور وہ بیٹا ایسا فرمانبردار ہو کہ اس سے کسی کو مخالفت کا شبہ بھی نہ ہو۔ تو یہاں بھی مقصد یہ ہے کہ شرک ایسا برا ہے کہ اگر آپ بھی شرک کریں تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے نہ مطلب یہ ہے کہ خدانخواستہ آپ شرک کرنے لگے۔

ساتویں آیت: قال اللّٰہ تعالٰی: ”فَلَا تَکُ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْہُ اِنَّہُ الْحَقُّ رَبُّکَ“ کہ ”پس آپ اس (قرآن) میں کسی قسم کے شک و شبہ میں نہ رہیں بلاشبہ یہ آپ کے رب کی طرف سے سراسر حق ہے۔“ اس سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ وحی کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ کو شک تھا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو بات قرآن کے ذریعہ آپ ﷺ

کو بتائی گئی ہے کیونکہ پہلے معلوم نہیں تھی جس کی وجہ سے اس میں شک تھا کہ یوں ہے یا یوں ہے تو اب وحی کے بعد شک نہ کیجئے۔ بلکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے محاورات میں کلام کے درمیان کہتے ہیں کہ یقین مانو یہ بات اس طرح ہے کبھی قسم کھانے لگتے ہیں مخاطب کتنا ہی معتقد اور سچا جانتا ہو مگر مقصود کلام کی مضبوطی ہوتی ہے۔

آٹھویں آیت: قال اللہ تعالیٰ: "وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ" کہ "اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان سب کو راہ راست پر جمع کر دیتا تو آپ نادانوں میں سے نہ ہو جائیے۔" اس میں بھی گزشتہ جملہ سے جو کہ شرط ہے آپ ﷺ کا بے خبر ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بے خبر نہیں ہوتے بلکہ ولو شاء کا مطلب یہ ہے کہ ان کفار کی ہدایت کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ ہی نہیں فرمایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سواء علیھم أنذرتھم أم لم تنذرھم لا یومنون "آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں ان کے لئے برابر ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔" اور یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے انکی ہدایت کا ارادہ ہی نہیں فرمایا: اس ارشاد سے پہلے معلوم نہ تھا۔ بس مطلب یہ ہوا کہ اب بے علم نہ رہئے یقین کر لیجئے۔

نویں آیت: قال اللہ تعالیٰ: "وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ" "اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے وسوسہ ہونے لگے" اس سے بھی مراد شیطان کا وہ غلبہ نہیں ہے جس کی نفی اس آیت میں ہے اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ "کہ اس (شیطان) کا زور ایمان والوں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والوں پر ذرا بھی نہیں ہے۔" یعنی ایسا غلبہ نہیں ہوتا جس سے گناہ کا عزم یا گناہ ہی ہو جائے بلکہ شیطان صرف وسوسہ ڈالتا ہے۔ مگر اس وسوسہ پر عمل بالکل نہیں ہوتا جیسے کوئی انسانوں کا شیطان کسی نبی کو بری رائے دے اسی طرح جن کا شیطان کا رائے دینا بھی

محال نہیں مگر اس پر عمل ہونا ممکن نہیں۔

دسویں آیت: قال اللہ تعالیٰ: "عبس و تولی ان جاءہ الاعمی" ترجمہ "تیوری چڑھائی (منہ بنایا) اور منہ پھیرا (صرف اس بات سے) کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا۔" یہاں آپ ﷺ کے سامنے دو مصلحتیں ایک دوسرے کے مقابلے میں تھیں۔ ایک اصل کی تبلیغ کا فرع (تابع) کی تبلیغ پر مقدم ہو کہ اصل تبلیغ پہلے کرنی چاہئے اور تابع کو بعد میں اختیار کیا جائے۔ (یہاں اصل تبلیغ تو کفار کو ہوتی ہے مسلمان کو مائل کرنا یہ فرع (تابع) کے درجہ میں سے ہے) دوسری مصلحت یہ ہے کہ یقینی نفع جس صورت میں حاصل ہو اس کو غیر یقینی نفع پر مقدم کرنا ہے (اور یقینی نفع یہاں پر مسلمان کو تبلیغ کرنے میں تھا)

اب دونوں مصلحتوں میں آپ نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ پہلی صورت اختیار کی جائے کہ یہ صحابی تو مسلم ہیں ان سے بعد میں بھی بات ہو سکتی ہے اور یہاں پر اگر خوب غور سے اجتہاد کیا جاتا تو سمجھ میں آتا کہ مسلمان کو مقدم کرنا زیادہ ضروری ہے (کیونکہ مسلمان کو احکام دین بتانے میں یقینی نفع ہے اور کافر کو تبلیغ کرنے میں یقینی نفع نہیں ہے کیونکہ اس کا دین کی بات کا قبول کرنا یقینی نہیں ہے) تو اللہ تعالیٰ نے یہی ارشاد فرمایا کہ آپ ﷺ کی شان کے لائق خوب غور سے اجتہاد کرنا ہے نہ ذرا سے اجتہاد کے بعد کوئی فیصلہ کرنا ہے۔

آیت کے عنوان سے اگر یہ عنایت اور غصہ معلوم ہوتا ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ محبت میں کبھی غصہ زیادہ لذیذ اور محبت اور خصوصیت پر دلالت کرنے والا ہوتا ہے آداب کی رعایت کرنے کے تکلّف وفی المثل اذا جاءت الالفۃ رفعت الکلفۃ۔ کہ "جب محبت ہو جاتی ہے تو تکلّف ختم ہو جاتا ہے۔"

مولانا رومی فرماتے ہیں ولنعم ماقیل ؎

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی — جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

ترجمہ: ”تونے مجھے برا کہا حالانکہ میں اچھا ہوں اللہ تجھ کو معاف کرے تونے بہت ہی اچھا کہا (اس لئے کہ) معشوق کے میٹھے ہونٹوں سے تلخ جواب بھی اچھا لگتا ہے۔“

چنانچہ درمنثور میں مروی ہے کہ اس کے بعد جب وہ صحابی حاضر ہوتے تو آپ ﷺ فرماتے مرحبا بمن عاتبنی فیہ ربی جس سے بوئے التذاذ (لذت کی بو) آتی ہے وھذا امر من لم یذقہ لم یدر اور احقر کی تفسیر میں ان آیات کی اور ان کی امثال آیات کا تفسیر دیکھ لینا اور زیادہ مفید ہوسکتا ہے۔

من القصیدہ

لَمْ يَمْتَحِنَّا بِمَا تَعْيَى الْعُقُوْلُ بِهٖ — حِرْصًا عَلَيْنَا فَلَمْ نَرْتَبْ وَلَمْ نَهِم

اَعْيَى الْوَرٰى فَهْمُ مَعْنَاهُ فَلَيْسَ يُرٰى — لِلْقُرْبِ وَالْبُعْدِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْفَحِم

كَالشَّمْسِ تَظْهَرُ لِلْعَيْنَيْنِ مِنْ بُعُدٍ — صَغِيْرَةً تَكِلُّ الطَّرْفَ مِنْ اَمَم

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

علی حبیبک خیر الخلق کلهم

(۱) آپ ﷺ نے ہم کو ایسی چیزوں سے نہ آزمایا جن کے دریافت کرنے میں ہماری عقول عاجز اور درماندہ ہوجائیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کو ہماری اصلاح مرغوب تھی اس لئے ہم کسی حکم کے قبول کرنے میں شک میں نہ پڑے اور سلوک طریق شریعت میں حیران و پریشان یا وہم میں مبتلاء نہ ہوئے (چنانچہ) اس میں یہ بھی داخل ہے کہ جو اشکالات مذکورہ ظاہری الفاظ سے ہوسکتے تھے قواعد شرعیہ سے وہ بالکل صاف کردئے گئے۔

(۲) آپ ﷺ کے ظاہری و باطنی کمالات کو پہچاننے نے ساری مخلوق کو عاجز کردیا۔ پس نہیں دیکھا جاتا ہے خواص میں سے کوئی شخص یا عوام میں کوئی شخص آپ ﷺ کے

کمالات کی طرح مگر عاجز و ساکت یعنی آپ ﷺ کے کمالات فی حد اور پوری کیفیت کسی کو معلوم نہیں (اور اسی عدم احاطہ کیفیت کمالات کے سبب ظاہر نظر میں واضح شبہات پڑسکتے ہیں۔ جن کے حل کرنے کے لئے قواعد شرعیہ کافی ہیں)۔

(۳) آپ ﷺ کا حال عدم ادراک کیفیت کمالات ظاہریہ و باطنیہ کے نہ جاننے میں سورج کی طرح ہے کہ وہ دور سے چھوٹا بقدر کمان یا آئینہ کے معلوم ہوتا ہے اور دیکھنے والا انتہائی دوری کی وجہ سے اس کی حقیقی مقدار معلوم نہیں کرسکتا ہے اور اگر اس کو قریب سے دیکھو تو انتہائی روشنی کی وجہ سے دیکھنے والے کی آنکھ چندھیا جاتی ہے اور اس کی پوری حقیقت معلوم نہیں کرسکتی (اسی لئے بعض امور میں نہ بہت حیرت ہوتی ہے جیسا کہ اوپر کے شعر کی شرح میں معلوم ہوا۔

— تینتیسویں فصل —

آپ ﷺ کی ان چند باتوں کے بیان میں

جو بشریت کیلئے لازمی ہیں اور یہ آپ ﷺ کے اونچے درجات میں سے ہے

جاننا چاہئے کہ آپ ﷺ کے تمام کمالات کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ عبدیت و رسالت جن کو آیات و احادیث میں کئی جگہ صاف اور واضح بیان کیا گیا ہے۔ نماز میں جو تشہد سکھایا گیا ہے اس میں بھی دونوں کو جمع فرمادیا گیا ہے۔ جس طرح کمالات رسالت میں کمی کر کے آپ ﷺ کو بشر ثابت کیا جائے یہ بھی کفر یا بدعت ہے اسی طرح کمالات عبدیت سے آپ ﷺ کو بڑھا کر اللہ تعالیٰ کی صفات کو آپ ﷺ کے ساتھ خاص کیا جائے تو یہ بھی شرک یا گناہ ہے۔ یہ فصل اس کی اصلاح کے لئے لکھی جاتی ہے۔ نمونہ کے لئے چند روایات پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

پہلی روایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ کو اتنا مت بڑھاؤ جیسا کہ نصاری (عیسائیوں) نے (حضرت) عیسی بن مریم (علیہ السلام) کو بڑھا دیا، کہ (اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو باتیں خاص ہیں وہ ان کے لئے ثابت کرنے لگے) میں تو اللہ کا بندہ ہوں (مجھ میں اللہ تعالیٰ کی خاص باتوں میں سے کوئی بات نہیں) اس لئے تم (مجھ کو) اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔ (بخاری و مسلم)

دوسری روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ اپنے مرض وفات میں فرماتے تھے: میں نے جو کھانا (تھوڑا سا زہر والا) خیبر میں کھالیا تھا ہمیشہ اس کی تکلیف (کچھ نہ کچھ) ہوتی رہی اور اس وقت سے اس زہر سے

میرے دل کی رگ کٹ گئی ہے۔ (بخاری)

تیسری روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر سحر (جادو) کیا گیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کو (اس کے اثر سے) یہ خیال ہو جاتا کہ میں فلاں (دنیاوی) کام (جیسے کھانا پینا وغیرہ) کر چکا ہوں حالانکہ آپ ﷺ نے اس کو نہ کیا ہوتا تھا۔ (بخاری)

چوتھی روایت: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (نماز میں بھولنے کے بارے میں) فرمایا کہ میں بشر ہوں جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں تو جب میں بھول جاؤں مجھ کو یاد دلادیا کرو۔ (بخاری و مسلم)

پانچویں روایت: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (اس حدیث میں جس میں بعض لوگوں کا حوض کوثر سے ہٹا دیا جانا مذکور ہے فرمایا: میں کہوں گا کہ یہ تو میرے ماننے والے (یعنی مؤمنین) میں سے ہیں (فرشتوں کی طرف سے) جواب ملے گا کہ آپ ﷺ کو خبر نہیں کہ انہوں نے آپ ﷺ کے بعد کیا کیا (دین میں) نئی باتیں بنائی تھیں۔ میں کہوں گا دور ہو، دور ہو ایسا شخص جس نے میرے بعد (دین میں) تغیر و تبدل کیا ہو۔ (بخاری و مسلم)

ان روایات سے آپ ﷺ کا زہر، سحر (جادو) اور مرض سے متاثر ہونا اور بھول و ذہول کا آپ ﷺ کو ہونا اور آخری روایت سے قیامت سے پہلے کے بعض واقعات کا بھی آپ ﷺ کو معلوم نہ ہونا ثابت ہوتا ہے یہ سب بشریت کی علامات ہیں۔

اسی طرح دوسری باتیں بھی بشریت کو لازمی ہیں جیسے بھوک پیاس اور بعض اوقات غصہ اور رضاء کی حالت میں ہونا۔ پہلی روایت میں خود حضور اکرم ﷺ کا حد شرعی سے بڑھ جانے کو منع فرمانا واضح ہے۔ فرضی جو بات ثابت نہیں اس کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور جو بات ثابت ہے اس کی نفی کرنے کی ضرورت نہیں۔

﴿تِلْكَ حُدُوْدُاللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدُاللّٰهِ فَاُوْلٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

ترجمہ: "یہ اللہ تعالیٰ کی حدود (ضابطے) ہیں تو تم ان سے باہر نہ نکلنا اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی حدوں سے باہر نکل جائیں وہ ظالم ہیں۔"

من القصیدہ

ظَلَمْتُ سُنَّةَ مَنْ اَحْیَ الظَّلَامَ اِلٰی ‏ ‏ ‏ ‏ اَنِ اشْتَكَتْ قَدَ مَاهُ الضُّرَّ مِنْ وَّرَم
وَشَدَّ مِنْ سَغَبٍ اَحْشَاءَهُ وَطَوٰی ‏ ‏ ‏ ‏ تَحْتَ الْحِجَارَةِ كَشْحًا مُتْرَفَ الْاَدَم
دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّهِم ‏ ‏ ‏ ‏ وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیْهِ وَاحْتَكِم

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِم

❶ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اس نفس مقدسہ کے مسنون اعمال کو چھوڑنے کی وجہ سے کہ جس نے تاریک راتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے ان راتوں کو زندہ رکھا۔ ان میں خواب استراحت نہ فرمائی یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دونوں قدم مبارک مرضِ ورم میں مبتلاء ہوگئے (جس سے دو وجہ سے عبدیت ثابت ہوئی۔ شب بیداری عبادت میں اور ورم قدم مبارک)۔

❷ اور جنہوں نے بھوک کی وجہ سے اپنے سارے شکم (پیٹ) مبارک کو کسا۔ اور اپنے نرم لطیف پہلوئے مطہر کو پتھر کے تلے لپیٹا تاکہ اس کے بوجھ اور سہارے سے کچھ تقویت حاصل ہو، اور ضعف و روزہ و نماز وغیرہ سے روکنے والا نہ ہو۔ (اس سے بھی دو وجہ سے عبدیت ثابت ہوئی ایک بھوک دوسری قناعت) کہ عبادت کے لئے آپ ﷺ نے باوجود اختیار دئے جانے کے اسی حالت کو پسند فرمایا۔

❸ اے مخاطب تو اس دعویٰ کو چھوڑ جو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا ہے اور ایسا دعویٰ اپنے حضرت ﷺ کے بارے میں مت کر۔ بلکہ ان کو افضل العباد سمجھ اور اس دعویٰ کے علاوہ آپ ﷺ کی روح شریف میں جس وصف کمال کا تیرا جی چاہے یقین کر اور قطعی دعویٰ کر اور ان پر خوب جمارہ (یعنی نہ عبدیت کی نفی کرو اور نہ دوسرے بشر کے مساوی سمجھو بلکہ افضل العباد اعتقاد کرو)۔

—— چونتیسویں فصل ——

آپ ﷺ کی اُمّت پر شفقت کے بیان میں

اس فصل میں بیان ہوگا کہ آپ ﷺ کو اپنے غلاموں کے ساتھ اور غلام بھی وہ جنہوں نے آپ ﷺ کی کوئی خدمت نہیں کی۔ کیا تعلق تھا؟

پہلی روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بار تمام رات ایک ہی آیۃ پڑھتے رہے (کذافی الشمائل ترمذی) ابو عبید نے بیان کیا کہ لوگوں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ وہ کون سی آیت تھی؟ فرمایا: یہ آیت تھی۔ ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم۔ ترجمہ ”اگر آپ ان کو (اس غلط عقیدے کے گناہ پر) سزا دیں تو (اس کا بھی آپ کو اختیار ہے کیونکہ) یہ آپ کے بندے ہیں (اور آپ ان کے مالک ہیں اور مالک کو غلطی پر سزا دینے کا حق ہے) اور اگر آپ ان کو معاف فرمائیں تو (اس کا بھی اختیار ہے کیونکہ) آپ زبردست (قدرت والے) ہیں (تو معافی پر بھی قادر ہیں اور) حکمت والے (بھی) ہیں (تو آپ کی معافی بھی حکمت کے موافق ہوگی)“ (کذافی حاشیۃ عصام)

فائدہ: اس میں اپنی اُمّت کے لئے دعا فرمائی جیسا کہ مضمون سے ظاہر ہے۔

دوسری روایت: حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی اُمّت کے لئے عرفہ کی شام کو مغفرت کی دعا کی۔ جو اس طرح قبول ہوئی کہ سب گناہوں کی مغفرت کرتا ہوں سوائے حقوق العباد کے کہ ظالم سے مظلوم کے حقوق ضرور وصول کروں گا۔ آپ ﷺ نے دعا کی کہ اے رب! اگر آپ چاہیں تو

مظلوم کو جنّت سے (انعام) دے کر ظالم کو بخش دیں۔ اس شام کو یہ دعا منظور نہیں ہوئی۔ جب مزدلفہ میں صبح ہوئی پھر دعا کی تو منظور ہوگئی۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے خندہ یا تبسم فرمایا۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس وقت تو کوئی ہنسنے کا موقع معلوم نہیں ہوتا۔ تو کس وجہ سے آپ ﷺ ہنستے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ کے دشمن ابلیس کو جب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کرلی اور میری امت کی مغفرت فرمادی تو خاک لے کر سر پر ڈالنے لگا۔ اور ہائے واویلا مچانے لگا۔ تو اس کی گھبراہٹ کو دیکھ کر ہنسی آگئی۔ (ابن ماجہ، بیہقی کذافی المشکوٰۃ)

فائدہ: ”لمعات“ میں ہے کہ اس سے مراد وہ حقوق العباد ہیں جن کے ادا کرنے کا پکا ارادہ ہے مگر ادا نہ کر سکا۔ حق تعالیٰ جن کے حقوق ادا نہ ہوئے ہوں گے ان کو قیامت میں راضی فرمائیں گے۔

تیسری روایت: لمعات میں آپ ﷺ کے طائف کے قصہ میں روایت کیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام پہاڑ کے فرشتہ کو لے کر نازل ہوئے تاکہ آپ ﷺ سے اجازت لے کر ان کفار کو ہلاک کر دیں۔ آپ ﷺ نے اس فرشتہ سے فرمایا: ان کو ہلاک نہ کرو۔ مجھ کو امید ہے کہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کا توحید کے ساتھ ذکر کریں گے۔

چوتھی روایت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے ساتھ بہت زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے۔ ان میں سے ہر شخص یہ تمنا کرے گا کہ تمام اہل و مال کے بدلے مجھ کو دیکھ لے۔ (مسلم کذافی المشکوٰۃ)

فائدہ: یعنی اگر اس سے کہا جائے کہ اگر سب اہل و مال کو چھوڑ دو گے تو حضور ﷺ

کی زیارت ہو جائے گی۔ تو وہ اس پر دل و جان سے راضی ہو گا۔

پانچویں روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ میں بشر ہوں مجھ کو بھی اور بشر کی طرح غصہ آجاتا ہے تو جس کسی مؤمن مرد یا مؤمن عورت پر میں (غصہ میں) بددعا کردوں تو آپ اس بددعا کو اس شخص کے لئے پاکی کا ذریعہ بنا دیجئے۔ (احمد کذافی الرحمۃ المہداۃ)

چھٹی روایت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کاش ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم لوگ آپ کے بھائی نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم تو میرے دوست ہو۔ میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی تک دنیا میں نہیں آئے۔ (مسلم کذافی المشکوٰۃ)

دوست سے محبت اس کی صحبت اور اس کو دیکھنے سے ہوتی ہے لیکن بھائی کے ساتھ محبت میں یہ قید نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ بھائی کی محبت تو قلبی ہوتی ہے۔ اس لئے صحابہ کو دوست فرمایا کہ ان کے دیکھنے اور صحبت سے محبت ہوتی ہے اور بعد والوں کو بھائی اس لئے فرمایا کہ ان کی محبت بغیر دیکھے ہے۔ اس بات سے بعد والوں کی صحابہ پر فضیلت لازم نہیں آتی۔ کیونکہ صحابہ میں ایسی استعداد تھی کہ آپ ﷺ کو نہ دیکھتے تب بھی بعد والوں سے ان کی محبت زیادہ ہوتی۔

ساتویں روایت: ابوجمعہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سے حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم سے بھی کوئی بہتر ہے کہ ہم اسلام لائے اور جہاد کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ایک قوم ہے جو تمہارے بعد ہوں گے، کہ مجھ پر ایمان لائیں گے۔ (احمد، دارمی)

فائدہ: یہ فضیلت صرف عارضی طور پر ہے کسی حقیقی وجہ سے نہیں۔ یہ بہتری بھی

صحابہ رضی اللہ عنہم کی وجہ سے ہے کیونکہ ایمان کی دولت ہمیں صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملی ہے۔ انہوں نے دین کی زبان اور تلوار ہر طرح سے خدمت کی ہے اس لئے ہم ان سے بہتر نہیں ہیں۔

من القصیدہ

بُشْرٰی لَنَا مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ اِنَّ لَنَا   مِنَ الْعِنَايَةِ رُكْنًا غَيْرَ مُنْهَدِمِ

لَمَّا دَعَى اللّٰهُ دَاعِيْنَا لِطَاعَتِهٖ   بِاَكْرَمِ الرُّسْلِ كُنَّا اَكْرَمَ الْاُمَمِ

اِنْ اٰتِ ذَنْبًا فَمَا عَهْدِيْ بِمُنْتَقِضٍ   مِنَ النَّبِيِّ وَلَا حَبْلِيْ بِمُنْصَرِمِ

حَاشَاهُ اَنْ يُحْرَمَ الرَّاجِيْ مَكَارِمَهٗ   اَوْ يَرْجِعَ الْجَارُ مِنْهُ غَيْرَ مُحْتَرَمِ

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

(۱) اے گروہ اسلام ہم کو خوشخبری ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایات خاصہ سے ہمارے لئے ایسا مضبوط ستون عنایت فرمایا ہے جو کبھی متغیر و متبدل نہ ہو گا بلکہ ہمیشہ قیامت تک ثابت و قائم رہے گا۔ یعنی ہمارا دین ناسخ ہے اور کبھی دوسرے ادیان کی طرح منسوخ نہیں ہو گا۔

(۲) خداوند تعالیٰ نے ہمارے حضرت کو جو ہم کو طاعت خداوندی کی طرف بلانے والے ہیں افضل و اکرم الرسل کہہ کر پکارا تو ہم اس وجہ سے سب امتوں سے افضل ہوئے۔ کیونکہ رسول کا افضل ہونا اُمت کی افضلیت کا حقیقی سبب ہے۔

(۳) اگر میں گناہ کر رہا ہوں یا کیا ہے تو میرا ذمہ شفاعت نبی ﷺ سے ٹوٹنے والا نہیں ہے اور نہ میری امید کی رسی کٹنے والی ہے یعنی میں گناہ کرنے کی وجہ سے حضرت کی شفاعت سے ناامید نہیں ہوں۔

۴ خداوند تعالیٰ شانہ نے حضرت رسالت پناہ ﷺ کو منزہ (پاک) کر دیا ہے اس عیب سے کہ آپ ﷺ کا امیدوار آپ ﷺ کے مکارم و عطایا سے محروم کیا جائے۔ اور اس خلل سے بھی پاک کر دیا ہے کہ آپ ﷺ کا مدد چاہنے والا آپ ﷺ کی درگاہ سے غیر موقر (بے عزت) اور غیر محترم (بے احترامی سے) ناکام واپس آئے بلکہ ہمیشہ کامیاب و محترم ہوتا ہے۔

—— پینتیسویں فصل ——

آپ ﷺ کے ان حقوق کے بیان میں جو اُمّت کے ذمہ ہیں ان میں سب سے بڑا حق آپ ﷺ سے محبت کرنا اور آپ ﷺ کی فرمانبرداری تمام امور میں کرنا ہے

جاننا چاہئے کہ کسی سے محبت ہونا اور اس محبت کی وجہ سے اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا تین وجوہ سے ہوتا ہے۔

ایک محبوب کا کمال یعنی محبوب میں کوئی صفت کمال ہوتی ہے جس کی وجہ سے محبت ہوتی ہے۔ جیسے عالم سے محبت (اس کے کمال علم کی وجہ سے) ہوتی ہے۔ شجاع سے محبت (اس کے کمال شجاعت کی وجہ سے) ہوتی ہے۔

دوسرا جمال یعنی محبوب میں صفت حسن ہو جس کی وجہ سے اس سے محبت ہوتی ہے۔

تیسرا انوال یعنی عطا و احسان محبوب کوئی عطیہ کرے احسان کرے جس کی وجہ سے اس سے محبت ہوتی ہے جیسے اپنے منعم (کے انعام کرنے) و مربی (کے تربیت کرنے کی وجہ) سے محبت ہوتی ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ میں تینوں وصف اپنی صفت کمال کے ساتھ موجود تھے۔

جب تینوں وصف جو محبت کے لئے سبب ہیں آپ ﷺ میں موجود ہیں تو خود اس کا طبعی تقاضہ ہے کہ اگر شرعی نص (شریعت کا صاف اور واضح حکم) نہ بھی ہو تو عقل اور

طبیعت کا تقاضہ ہے کہ آپ ﷺ سے محبت ہو اور جب نص شرعی بھی موجود ہے تو یہ حکم اور بھی زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے اور اس رسالہ کا بڑا مقصد بھی یہی ہے کہ اہل ایمان آپ ﷺ کی محبت کی طرف متوجہ ہوں اور اسی بات کو مزید قوت دینے کے لئے چند روایات ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(بخاری و مسلم کذافی المشکوۃ)

فائدہ: یعنی اگر میری مرضی اور دوسروں کی مرضی میں مقابلہ ہو تو جس کو ترجیح دی جائے یہ اس کے محبوب ہونے کی علامت ہوگی۔

دوسری روایت: عبداللہ بن ہشام سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ میرے نزدیک میرے نفس کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں جو میرے پہلو میں ہے (یعنی وہ تو بہت ہی محبوب ہے) جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں کوئی مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نفس سے بھی زیادہ اس کو محبوب نہ ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی کہ آپ میرے نزدیک میرے اس نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں جو میرے پہلو میں ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اب بات ٹھیک ہوئی۔ (کذافی المواہب)

تیسری روایت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری تمام اُمت جنّت میں داخل ہوگی مگر جس نے میری بات کو نہ مانا۔ عرض کیا

گیا: کس نے بات نہیں مانی۔ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنّت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے میری بات نہیں مانی۔ (بخاری کذافی المشکوۃ)

فائدہ: صحابہ رضی اللہ عنہ کے اس سوال سے معلوم ہوا کہ یہ انکار کرنا کفر تک نہیں پہنچاتا ورنہ اس میں کونسی پوشیدہ بات تھی۔ پس آپ ﷺ کے اتباع نہ کرنے کو اباء (انکار کرنے) سے تعبیر فرمایا۔ اس سے اتباع کرنے کا وجوب ثابت ہوا۔

چوتھی روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری سُنّت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنّت میں داخل ہوگا۔ (ترمذی کذافی المشکوۃ)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی محبت کی علامت آپ ﷺ کی سُنّت (کو اختیار کرنا) ہے۔ آپ ﷺ کی محبت کی فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ جنّت کی چابی ہے اور جنّت میں حضور ﷺ کی معیت کا ذریعہ بھی ہوگی۔

پانچویں روایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو جناب رسول اللہ ﷺ نے شراب پینے کے جرم میں سزا دی۔ پھر وہ ایک دن حاضر کیا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے لئے سزا کا حکم دیا۔ مجمع میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ اس پر لعنت کر۔ کتنی مرتبہ اس کو اس مقدمہ میں لایا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس پر لعنت مت کرو واللہ میرے علم میں یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ (بخاری)

فائدہ: اس حدیث سے چند امور ثابت ہوئے۔

ایک گناہ گاروں کے لئے خوشخبری کہ ان سے اللہ و رسول کی محبت کی نفی نہیں کی گئی۔

دوسرے گناہ گاروں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ صرف محبت سے سزا سے نہیں بچ سکیں گے اور کوئی گھمنڈ میں نہ رہے کہ صرف محبت ہی بغیر اطاعت کے جہنم سے بچالے گی۔

تیسری محبت کی فضیلت جیسا کہ ظاہر ہے۔

چوتھی محبت کے مرتبوں میں فرق ہے کہ گناہ کے باوجود محبت ہونے کا حکم فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ متابعت کامل نہ ہونے سے کمال محبت کا حکم نہ ہوگا مگر نفس اتباع کرنے کا ادنیٰ درجہ کفر سے نکلنا ہے۔

پانچویں مؤمن خواہ کتنا ہی گناہ گار ہو مگر اس پر لعنت نہ کرنی چاہئے۔ اس سے اللہ و رسول کی عظمت ثابت ہوتی ہے کہ اگر ایک ذرہ بھی (اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا) مل جائے اگرچہ گناہوں سے ملا ہوا تو اس پر بھی لعنت نہ کرنے کا حکم ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ محبت کا خالص اور کامل درجہ کتنا ہی موثر ہوگا ؎

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند   صاف گرباشد ندا نم چوں کند

ترجمہ: ”مٹیالا (مٹی ملا ہوا) پانی جب اتنا دیوانہ کر دیتا ہے اگر پانی صاف ہو تو نجانے کتنا دیوانہ کرے گا۔“

يَا سَائِرًا نَحْوَ الْحِمٰى بِاللّٰهِ قِفْ فِيْ بَانِهٖ   وَاقْرَأْ طو مِيَر الْجَوٰى مِنِّيْ عَلٰى سُكَّانِهٖ

اِنْ يَسْئَلُوْا عَنْ حَالَتِيْ فِي السُّقْمِ مُنْذُ فَقَدْتُهُم   فَالْقَلْبُ فِيْ خَفَقَانِهٖ وَالرَّاْسُ فِيْ دورانه

اِنْ فَتَّشُوْا عَنْ دَمْعِ عَيْنِيْ بَعْدَهُمْ قُلْ حَاكِيًا   كَالْغَيْثِ فِيْ تَهْتَانِهٖ وَالْبَحْرِ فِيْ هَيَجَانِهٖ

لٰكِنَّهٗ مَعَ مَاجَرٰى مَشْغُوْفُ حُبِّ الْمُصْطَفٰى   فَخَيَالُهٗ فِيْ قَلْبِهٖ وَحَدِيْثُهٗ بِلِسَانِهٖ

وَلَطَالَمَا يَدْعُوْ مُلِحًّا فِي الدُّعَاءِ مُبَالِغًا   لِيَطُوْفَ فِيْ بُسْتَانِهٖ وَيَشُمَّ مِنْ رَيْحَانِهٖ

يَا مَنْ تَفَوَّقَ اَمْرُهٗ فَوْقَ الْخَلَائِقِ فِي الْعُلَا   حَتّٰى لَقَدْ اَثْنٰى عَلَيْكَ اللّٰهُ فِيْ قُرْاٰنِهٖ

صَلّٰى عَلَيْكَ اللّٰهُ آخِرَ دَهْرِهٖ مُتَفَضِّلًا   مُتَرَحِّمًا وَحَبَالَكَ الْمَوْعُوْدَ مِنْ اِحْسَانِهٖ

① اے باغ کی طرف جانے والے اللہ کے لئے اس کے درختوں کے باغ میں ذرا

ٹھہرنا۔ اور میری طرف سے غم کی بڑی بڑی کاپیاں اس کے رہنے والوں کو پڑھ کر سنانا۔

② اگر وہ میری بیماری کی حالت کے بارہ میں دریافت کریں جب سے میں ان سے غائب ہوا ہوں پس قلب اپنی وحشت و گھبراہٹ میں ہے۔ اور سر اپنے دوران (چکرانے) میں ہے۔

③ اگر وہ میرے اشک چشم (آنکھ کے آنسو) کے متعلق اپنے بعد کے زمانہ میں تحقیق کریں تو تو بطور حکایت کے کہنا کہ برسنے میں بادل کی طرح ہیں۔ جوش میں سمندر کی طرح ہیں لیکن وہ محبت باوجود اس تمام ترماجرا کے عشق مصطفیٰ ﷺ فریفتہ ہے۔

④ پس آپ مصطفیٰ ﷺ کا خیال اس کے قلب میں ہے اور آپ ﷺ کا تذکرہ اس کی زبان پر ہے۔

⑤ اور بہت طویل زمانے سے دعا کر رہا ہے اور دعا میں الحاح (اصرار) اور مبالغہ کر رہا ہے تاکہ وہ آپ ﷺ کے باغ میں طواف کرے۔ اور آپ ﷺ کے ریحان سے خوشبو سونگھے۔

⑥ اے وہ ذات پاک جن کا رتبہ تمام خلائق (مخلوق) پر بلندی میں فائق (بڑھ گیا) ہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں ثنا فرمائی۔

⑦ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر درود نازل فرمائے۔ زمانہ کے اخیر تک تفضل (بڑھوتری) کرتا ہوا اور ترحم فرماتا ہوا اور آپ ﷺ کو اپنے احسان موعودہ (وعدہ کئے ہوئے) عطا فرمادے۔

—— چھتیسویں فصل ——

آپ ﷺ کی توقیر واحترام وادب کے واجب ہونے کے بیان میں کہ یہ بھی آپ ﷺ کی عظمت کے حقوق میں سے ہے

اس باب میں چند آیات وروایات کا نقل کرنا کافی ہے۔

پہلی آیت سورہ توبہ: ما کان لاھل المدینۃ ومن حولھم من الاعراب ان یتخلفوا رسول اللّٰہ ولا یرغبوا بانفسھم عن نفسہ۔

دوسری آیت سورہ نور: انما المؤمنون الذین امنوا باللّٰہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ۝ ان الذین یستاذنونک اولئک الذین یومنون باللّٰہ ورسولہ۔ فاذا استاذنوک لبعض شانھم فاذن لمن شئت منھم واستغفر لھم اللّٰہ۔ ان اللّٰہ غفور الرحیم۔ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا۔

تیسری آیت سورہ احزاب: وما کان لکم ان توذوا رسول اللّٰہ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا ان ذلکم کان عند اللّٰہ عظیما الی قولہ تعالیٰ ان الذین یوذون اللّٰہ ورسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا۔

چوتھی آیت سورہ فتح: ان ارسلناک شاھدا وّ مبشرا ونذیرا التومنوا

باللّٰہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ وبکرۃ وصیلا۔

پانچویں آیت سورہ حجرات: یاایھا الذین امنوا لاتقدموا بین یدی اللّٰہ ورسولہ واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ سمیع علیم الی قولہ تعالیٰ ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیر الھم واللّٰہ غفور رحیم۔

حاصل ان آیات کا یہ ہے کہ:

① مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی مدینہ کے آس پاس رہتے ہیں ان کے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ مناسب تھا کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں۔

② بس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کے لئے جمع کیا گیا ہے اور اتفاقاً کسی ضرورت کی وجہ سے جانا پڑتا ہے تو جب تک آپ ﷺ سے اجازت نہ لیں اور آپ ﷺ اس پر اجازت نہ دے دیں مجلس سے اٹھ کر نہیں جاتے۔ اے پیغمبر! جو لوگ آپ سے ایسے مواقع پر اجازت لیتے ہیں بس وہی اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ تو جب یہ اہل ایمان لوگ ایسے مواقع پر اپنے کسی ضروری کام کے لئے آپ سے جانے کی اجازت طلب کریں تو ان میں سے آپ جس کے لئے مناسب سمجھ کر اجازت دینا چاہیں اجازت دے دیا کریں۔ اور جازت دے کر بھی آپ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت (معافی) کی دعا کیجئے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے بلانے کو جب وہ کسی ضرورت اسلامیہ کے لئے تم کو جمع کریں ایسا معمولی بلانا مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلانا ہے کہ چاہے آئے نہ آئے۔ پھر آکر بھی جب تک چاہا بیٹھا اٹھ کر بغیر اجازت چلا جائے۔

③ اور (حرمت ایذاء نبوی کی (کسی کو ایذا دینا حرام ہونا) صرف فضول جم کر بیٹھ جانے

کی صورت ہی میں نہیں بلکہ ہر صورت میں یہ حکم ہے کہ) تم کو (کسی بات میں بھی) جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔ یہ خدا کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔ (اور جس طرح یہ نکاح ناجائز ہے ایسے ہی اس کا زبان سے ذکر کرنا یا دل میں ارادہ کرنا سب گناہ ہے اس لئے) اگر تم اس کے متعلّق کسی بات کو زبان سے کہو گے یا اس کے ارادہ کو دل میں پوشیدہ (چھپا کر) رکھو گے تو اللہ تعالیٰ (کو دونوں کی خبر ہوگی کیونکہ وہ) ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔ (پس تم کو اس پر سزا دیں گے اور ہم نے جو اوپر حجاب (پردہ) کا حکم دیا ہے اس میں بعض ایسے بھی ہیں جن سے پردہ نہیں ہیں اس کا بیان یہ ہے کہ) پیغمبر کی بیبیوں کے لئے اپنے باپوں کے سامنے آنے میں کوئی گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں کے یعنی جس کے بیٹا ہو اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنے دینی شریک عورتوں کے اور نہ اپنی لونڈیوں کے (یعنی ان کے سامنے آنا جائز ہے) سامنے آنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور اے پیغمبر کے بیبیو! (ان احکام مذکورہ کے پورا کرنے میں) خدا سے ڈرتی رہو (کسی حکم کے خلاف نہ ہونے پائے) بے شک اللہ ہر چیز پر حاضر ناضر ہے۔ (یعنی اس سے کوئی امر مخفی نہیں پس احکام کے خلاف کرنے میں سزا کا اندیشہ ہے) بے شک للہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر رحمت بھیجا کرو۔ اور خوب سلام بھیجا کرو۔ (تاکہ آپ ﷺ کا حق عظمت جو تمہارے ذمہ ہے ادا ہو)۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو قصداً ایذاء دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۴ اے محمد! ہم نے آپ کو اعمال اُمّت پر قیامت کے دن گواہی دینے والا عموماً اور دنیا میں خصوصاً مسلمانوں کے لئے بشارت دینے والا اور کافروں کے لئے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اے مسلمانو! ہم نے ان کو اس لئے رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ تم لوگ

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے دین کی مدد کرو۔ اور اس کی تعظیم کرو۔ (عقیدۃً بھی کہ اللہ تعالیٰ کو ہر صفت کمال والا سمجھو اور ہر عیب سے پاک سمجھو۔ اور عملاً اطاعت کرو) اور صبح شام اس کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہو۔

۵ اے ایمان والو! اللہ و رسول کی اجازت سے پہلے تم کسی قول یا فعل کے کرنے میں جلدی مت کیا کرو۔ (یعنی جب تک صاف اشاروں سے گفتگو کی اجازت نہ ہو گفتگو مت کیا کرو)۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ (تمہارے سب اقوال کو) سننے والا اور تمہارے افعال کو) جاننے والا ہے (اور) اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر ﷺ کی آواز سے بلند مت کیا کرو۔ اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو۔ (یعنی نہ بلند آواز سے بولو جب کہ آپ ﷺ کے سامنے بات کرنا ہو گو آپس میں بات کرو۔ اور نہ برابر کی آواز سے جب کہ خود آپ ﷺ سے مخاطبت کرو)۔ کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آواز کو بلند کرنا جو صورۃً بے باکی ہے اور زور سے اس طرح بات کرنا جیسے آپس میں زور سے بات کرتے ہیں جو گستاخی ہے۔ بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پست (نیچا) رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے خالص کر دیا ہے۔ (یعنی ان کے قلوب میں غیر تقویٰ نہیں مطلب یہ کہ متقی کامل ہیں۔ مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس باب خاص میں وہ کمال تقویٰ کے ساتھ موصوف ہیں کیونکہ کمال تقویٰ یہ ہے لا یبلغ العبدان یکون من المتقین حتی یدع مالا باس حذر المابہ باس (ترمذی مرفوعًا) آدمی متقیوں میں اسی وقت ہوتا ہے جب وہ ان چیزوں کو جس میں کوئی حرج نہیں ہے اس ڈر سے چھوڑ دیتا ہے کہ شاید اس میں کوئی حرج ہو۔ آواز بلند کرنے کی ایک صورت ایسی بھی ہے جس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسے اس وقت آواز سے بات کرنا جس وقت اذیت نہ ہو تو جو اس ڈر سے یہ صورت بھی اختیار نہ کرے کہ کہیں ایذاء

والی صورت نہ بن جائے تو یہ کمال تقویٰ ہوگا۔ ان کے عمل کا ثمرہ اخروی مذکور ہے کہ) ان لوگوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ ﷺ کو پکارتے ہیں ان میں اکثروں کو عقل ہی نہیں ہے ورنہ آپ ﷺ کا ادب کرتے اور ایسی جرات نہ کرتے اور اگر یہ لوگ صبر و انتظار کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ ان کے پاس خود باہر آجاتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔ (کیونکہ یہ ادب کی بات تھی) اور (یہ لوگ اب بھی توبہ کرلیں تو معاف ہوجائے گا کیونکہ) اللہ غفور رحیم ہے۔

اب چند روایات ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی روایت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا کی ایک اُمّ ولد باندی تھی۔ وہ جناب پیغمبر ﷺ کی شان میں بے ہودہ باتیں کہتی اور گستاخی کیا کرتی تھی۔ وہ نابینا منع کرتا لیکن وہ باز نہ آتی۔ وہ اس کو ڈانٹتا مگر وہ نہ مانتی۔ ایک رات اسی طرح اس نے کچھ بکنا شروع کیا اس نابینا نے ایک چھرا لے کر اس کے پیٹ پر رکھ کر دبا دیا اور اس کو ہلاک کردیا۔ صبح کو اس کی تحقیقات ہوئی۔ اس نابینا نے حضور ﷺ کے سامنے اس کا اقرار کیا اور سارا قصہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سب گواہ رہو اس کا خون رائیگاں ہے (یعنی قصاص وغیرہ نہ لیا جائے گا)

اس واقعے سے ان صحابی کا کتنا جوش محبت و ادب ثابت ہوتا ہے۔

(ابوداؤد کتاب الحدود)

دوسری روایت: ایک حدیث میں ہے کہ مکہ کے رئیس عروہ بن مسعود نے آپ ﷺ کی مجلس شریف سے مکہ واپس جاکر لوگوں سے بیان کیا کہ اے میری قوم! واللہ میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں اور قیصر و کسریٰ و نجاشی کے پاس گیا ہوں واللہ! میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس قدر اس کی تعظیم کرتے ہوں جس قدر صحابہ محمد ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں۔ واللہ! جب وہ تھوکتے ہیں تو کسی نہ کسی

کے ہاتھ میں پہنچتا ہے اور وہ اس کو اپنے چہرہ اور بدن پر مل لیتا ہے، جب آپ ﷺ ان کو کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ آپ ﷺ کے حکم کو پورا کرنے کے لئے دوڑتے ہیں۔ جب آپ ﷺ وضو فرماتے ہیں تو ان لوگوں کی یہ حالت ہوجاتی ہے کہ وضو کا پانی لینے کے لئے گویا اب لڑ پڑیں گے، جب آپ ﷺ کلام فرماتے ہیں تو وہ لوگ اپنی آوازوں کو آپ ﷺ کے سامنے پست کرلیتے ہیں اور وہ لوگ آپ ﷺ کی طرف تیز نگاہ سے دیکھتے تک نہیں۔ (بخاری)

فائدہ: اس سے جو کچھ آداب صحابہ رضی اللہ عنہم کے ثابت ہوتے ہیں ظاہر ہے۔

تیسری روایت: براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے اور قبر تک پہنچے۔ ابھی مردہ لحد میں نہیں رکھا گیا تھا (کچھ دیر ہوگی) آپ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم آپ ﷺ کے آس پاس اس طرح بیٹھ گئے کہ جیسے ہمارے سروں پر پرندے ہوں (یعنی نہایت سکون و خاموشی کے ساتھ)۔

فائدہ: صحابہ رضی اللہ عنہم کا حضور ﷺ کی خدمت میں اسی طرح بیٹھنے کا معمول تھا۔ اس سے انتہائی ادب ظاہر ہوتا ہے۔ علماء نے وضاحت فرمائی ہے کہ یہ آداب حیات کے بعد بھی باقی ہیں۔

چنانچہ مواہب میں ہے کہ جب آپ ﷺ کی آواز پر اپنی آواز بلند کرنا اعمال کے ضائع ہوجانے کا ذریعہ ہے تو اپنی رائے اور خواہشات کو آپ ﷺ کی سُنّت اور حکم پر بڑھانے کے بارے میں کیا خیال ہے۔ جب آپ ﷺ کی مجلس سے بغیر اجازت جانا جائز نہیں تو آپ ﷺ کی دین کی تفصیلی چیزوں سے دوسری طرف جانا کیسے جائز ہوگا۔ علماء نے لکھا ہے جس طرح حضور اکرم ﷺ کے سامنے آواز بلند کرنا جائز نہ تھا اسی طرح آپ ﷺ کے کلام کے درس (درس حدیث) اور احکام کی نقل کے وقت بھی آواز بلند کرنا حاضرین و سامعین (سننے والوں) کے لئے خلاف ادب ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ

کے بدن مبارک کے قریب آواز بلند کرنا جائز نہیں ہے۔

مواہب میں ایک حکایت نقل کی ہے کہ امیر المؤمنین ابو جعفر نے امام مالکؒ سے کسی مسئلہ میں مسجد نبوی میں گفتگو کی۔ تو امام مالکؒ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! تم کو کیا ہوا اس مسجد میں آواز مت بلند کرو کہ حضور نبوی ﷺ کا احترام وفات کے بعد بھی وہی ہے جو حالت حیات میں تھا۔ تو ابو جعفر نے آواز پست کر لی۔ اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جو آپ رضی اللہ عنہ نے طائف کے دو شخصوں کو فرمایا تھا۔ تم مسجد رسول اللہ ﷺ میں اپنی آواز بلند کرتے ہو۔ (بخاری ذافی المشکوٰۃ باب المساجد)

پس آپ ﷺ کے نام، قرب مقام، کلام اور احکام کی تعظیم واجب ہے۔ اسی احکام کی تعظیم یہ ہے کہ تعظیم ظاہری میں حدود شرعی سے تجاوز نہ ہو یعنی مثلاً کسی نبی یا حق تعالیٰ کی بے ادبی نہ ہونے لگے۔

چوتھی روایت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک یہودی اور مسلمان کے جھگڑے کے قصہ میں روایت ہے کہ مسلمان نے اپنی قسم میں کہا کہ قسم اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو تمام عالم پر برگزیدہ (بزرگ) بنایا ہے۔ یہودی نے کہا! قسم اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام عالم پر برگزیدہ (بزرگ) بنایا ہے۔ مسلمان نے اس وقت ہاتھ اٹھا کر ایک طمانچہ یہودی کے منہ پر مارا۔ یہودی نے جا کر حضور ﷺ سے عرض کیا: آپ ﷺ نے مسلمان سے تحقیق فرمایا اس نے یہ قصہ عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! تم مجھ کو موسیٰ علیہ السلام پر (ایسی) فضیلت مت دو (جس میں ان کی بے ادبی کا شائبہ ہو)۔ (بخاری و مسلم کذا فی المشکوٰۃ)

پانچویں روایت: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی (دیہات میں رہنے والے صحابی) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض

کیا: جانیں مصیبت میں آگئیں اور بال بچے بھوکے مرنے لگے اور اموال تباہ ہونے لگے اور مواشی ہلاک ہونے لگے۔ (یعنی قحط ہے) آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بارش کی دعا فرمائیں۔ سو ہم آپ ﷺ کو خدا کے لئے شفیع بناتے ہیں اور خدا تعالیٰ کو آپ ﷺ کے لئے شفیع بناتے ہیں رسول اللہ (اس کلمہ سے نہایت پریشان ہوئے اور) سبحان اللہ سبحان اللہ فرمانے لگے۔ اور اس قدر دو بار تین بار تسبیح فرمائی۔ کہ اس کا اثر صحابہ کے چہروں میں دیکھا گیا پھر فرمایا: کمبختی مارے! خدا تعالیٰ کو کسی کے نزدیک سفارشی نہیں لایا جا سکتا۔ خدا تعالیٰ کی شان اس سے بہت زیادہ عظیم ہے۔ (ابو داؤد کذا فی المشکوٰۃ)

فائدہ: اگرچہ شفیع کبھی عظیم بھی ہوتا ہے جیسا حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ نے ان کے شوہر مغیث کے بارہ میں فرمایا: میں حکم نہیں کرتا شفاعت کرتا ہوں۔ لیکن شفاعت کے لئے ضروری ہے کہ شفیع اس ضرورت کو خود پورا نہ کر سکتا ہو جس سے سفارش کرتا ہے اس کا محتاج ہوتا اور عاجز ہوتا۔ محتاج ہونے کا احتمال بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ محال ہے۔ اس لئے اس طرح کہنے میں بے ادبی تھی۔ اس لئے اس کو روک دیا۔

من القصیدہ

اَكْرِمْ بِخَلْقِ نَبِيٍّ زَانَهٗ خُلُقٌ   بِالْحُسْنِ مُشْتَمِلٍ بِالْبُشْرِ مُتَّسِمِ
كَالزَّهْرِ فِى تَرَفٍ وَالْبَدْرِ فِىْ شَرَفٍ   وَالْبَحْرِ فِى كَرَمٍ وَالدَّهْرِ فِى هِمَمِ
كَاَنَّهٗ وَهُوَ فَرْدٌ فِىْ جَلَالَتِهٖ   فِى عَسْكَرٍ حِيْنَ تَلْقَاهُ دَمِىْ حَشَمِ
كَاَنَّمَا اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُوْنُ فِى صَدَفٍ   مِنْ مَعْدَنَىْ مَنْطِقٍ مِنْهُ وَمُبْتَسِمِ

يَا رَبِّ وَصَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

① صورت و سیرت کیا عمدہ ہے جس کو آپ ﷺ کے خلق عظیم نے زینت دی ہے ایسے حال میں کہ وہ سرتاپا جامۂ حسن میں لپٹی ہوئی ہے اور تازہ چہرے اور کشادہ پیشانی سے متصف و نشان منہ ہے۔

② ذات عالی صفات لطافت و نظافت میں کلی کی طرح ہے اور علم و بزرگی میں ماہ چہار دہم (چودھویں رات کے چاند) کی طرح ہے اور مخلوق کو عام فیض اور نفع پہنچانے میں سمندر کی طرح ہیں۔ اور ہمتوں میں زمانے کی طرح ہیں (کہ اس میں استقلال ہوتا ہے)۔

③ آپ ﷺ کی شان یہ ہے کہ آپ ﷺ اگر تنہا بھی ہوں تو ملاقات کے وقت بوجہ اپنی جلالت و عظمت کے ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ ﷺ ایک بڑے حشم و خدم میں ہیں۔

④ اگر آپ ﷺ اکیلے ہوتے ہیں گویا موتی جو اپنے صدف (سیپی) میں پنہاں (چھپا) ہے اور اب تک باہر آ کر وہ استعمال نہیں ہوا اپنی چمک اور دمک میں ان گوہروں کی طرح ہے جو ان دو کانوں سے نکلا ہوا ہے جن میں ایک کان زبان مبارک ہے یعنی کلام اور دوسرے دو لب شریف دندان درخشاں (چمک دار) خلاصہ یہ ہے کہ وہ موتی جو ہنوز (ابھی) صدف سے نہیں نکلا وہ کمال صفائی و چمک میں آپ ﷺ کے کلام اور دندان سے مشابہ ہے گو کہ ان کی صفائی تو نہیں پہنچ سکتا (ان سب اوصاف سے آپ کا معظم صورۃً و معنیً ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ کمال محترم و واجب التوقیر ہونے کو مقتضی حال ہے)۔

—— سینتیسویں فصل ——

آپ ﷺ پر درود شریف بھیجنے کی فضیلت کے بیان میں

کیونکہ یہ بھی آپ ﷺ کے حقوق و آداب میں سے ہے اس باب میں بھی چند روایات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

پہلی روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اور اس کے دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ (نسائی)

دوسری روایت: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن لوگوں میں میرے سب سے زیادہ نزدیک وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود شریف پڑھنے والا ہوگا۔ (ترمذی)

تیسری روایت: ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت ملائکہ (فرشتے) زمین میں گشت کرتے پھرتے ہیں اور میری اُمت کا سلام مجھ کو پہنچاتے رہتے ہیں۔ (نسائی، دارمی)

چوتھی روایت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ذلیل و خوار ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ (ترمذی)

فائدہ: اس حدیث سے علماء نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کا مبارک نام سن کر پہلی بار درود پڑھنا واجب ہے۔ دوبارہ اسی مجلس میں اگر ذکر ہو تو مستحب ہے۔

پانچویں روایت: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ: میں آپ پر درود کثرت سے بھیجتا ہوں تو (بتائیے کہ) کس قدر درود معمول میں رکھوں (مطلب یہ ہے باقی اوراد کے مقابلے میں اس کو کتنا پڑھوں) آپ ﷺ نے فرمایا: جس قدر جتنا چاہو۔ میں نے عرض کیا: مثلاً ایک چوتھائی آپ ﷺ نے فرمایا جتنا چاہو اور اگر بڑھالو تو وہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: آدھا کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا چاہو اور اگر زیادہ بڑھالو تو تمہارے لئے اور بھی بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: دو تہائی کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا چاہو اگر زیادہ کرلو اور بھی بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: میں سارا وقت درود ہی پڑھتا رہوں آپ ﷺ نے فرمایا: اس صورت میں تمہاری سارے فکروں کی کفالت کی جائے گی اور تمہارے گناہ معاف کئے جائیں گے۔ (ترمذی)

فائدہ: اس سے درود شریف کا افضل الاوارد ہونا معلوم ہے۔

چھٹی روایت: ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا: آپ کے رب کا ارشاد ہے: جو شخص آپ پر درود بھیجے گا میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور جو شخص سلام بھیجے گا اس پر دس سلام بھیجوں گا۔ (نسائی، دارمی)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر درود شریف کے کسی صیغہ میں صلوۃ وسلام دونوں ہوں تو اس کے ایک بار پڑھنے سے حق تعالیٰ کی بیس عنایتیں ہوتی ہیں مثلاً اللھم صل سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ سیدنا و مولانا محمد و بارک وسلم۔

ساتویں روایت: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: دعا زمین و آسمان کے درمیان معلق (لٹکی) رہتی ہے جب تک کہ اپنے نبی پر درود

نہ پڑھو اس کا کوئی حصہ بھی قبولیت کی جگہ نہیں پہنچتا ہے۔ (ترمذی)

درود شریف کی فضیلت کے بیان کرنے کے بعد کچھ اس کی حکمتیں جو اللہ پاک نے میرے دل میں ڈالی ہیں بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

پہلی حکمت: جناب رسول اللہ ﷺ کے اُمت پر بے شمار احسانات ہیں کہ صرف تبلیغ (مامور بہ) پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اُمت کی اصلاح کے لئے تدبیریں سوچیں ان کے لئے رات بھر کھڑے ہو کر دعائیں کیں ان کے نقصان کے شبہ سے دل سے پریشان ہوئے اور تبلیغ کا اگرچہ آپ کو حکم تھا لیکن اس میں نعمت (ایمان) کا ذریعہ تو بنے بہرحال آپ محسن بھی ہیں احسان کا ذریعہ بھی ہیں۔ اس لئے فطرت سلیمہ کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ایسی ذات کے لئے دعائیں نکلتی ہیں خصوصاً جب بدلہ پورا ادا نہ کیا جاسکے اور آپ کا احسان یہ پورا ادا نہیں کر سکتے کیونکہ ان نعمتوں (جو احسانات آپ ﷺ کے ذکر ہوئے) کا غیر نبی سے نبی کے لئے ہونا ممکن نہیں ہے (اگر ایسا ہوتا تو آپ ﷺ کا احسان پورا ادا ہوتا اس لئے) دعائے رحمت کی جاتی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی دعا نہیں اور دعا بھی رحمت خاصہ کاملہ کی دعا کا جو درود کا مفہوم ہے اسے لئے شریعت نے اسی فطرت سلیمہ کے مطابق درود شریف کا حکم کہیں وجوباً کہیں استحباباً فرمایا ہے۔ (نحوہ فی المواہب)

دوسری حکمت: آپ ﷺ حق تعالیٰ کے محبوب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے محبوب کو بغیر کسی درخواست کے خیر پہنچادیں گے کہ کسی کے درخواست کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس لئے یہاں حضور ﷺ کے لئے خیر کی درخواست کرنے کا خود درخواست کرنے والے کو فائدہ ہوتا کہ یہ اس کے لئے رحمت و تقرب کا ذریعہ ہوتا ہے۔

(کذا فی المواہب)

تیسری حکمت: اس درخواست کرنے میں آپ ﷺ کے شرف خاص عبدیت کاملہ کا اظہار ہے کہ آپ کو رحمت الٰہی کی ضرورت ہے۔ (وہذا من سوانح الوقت)

چوتھی حکمت: آپ ﷺ کیونکہ بشریت اور مادیت میں اُمت کے ساتھ مشترک ہیں اور بعض دوسری صفات جیسے مالدار ہونا وغیرہ میں امت کے برابر نہیں ہیں تو بعض لوگ غرور و تکبر کی وجہ سے کہ یہ مالدار یا دوسری دنیاوی چیز نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے برابر نہیں ہیں تو یہ چیزیں نبی سے عقیدت عظمت اور اتباع کے لئے روکنے والی ہوتی ہیں جیسا کہ پہلی امتوں نے اپنے نبیوں کے بارے میں کہا انو من لبشرین مثلنا وقومهما لنا عابدون ترجمہ: (کہنے لگے: کیا ہم اپنے جیسے دو شخصوں پر ایمان لائیں حالانکہ ان کی قوم ہمارے ماتحت ہے) اور بعض نے کہا ابشر امنا واحدا نتبعه انا اذالفی ضلال سعر ترجمہ: (کہنے لگے: کیا ایسے شخص کا اتباع کریں گے جو ہماری ہی طرح کا آدمی ہے اور (وہ) اکیلا ہے اس صورت میں ہم بڑی غلطی اور جنون میں مبتلا ہو جائیں گے) کسی نے کہا لو لا نزل هذا القران علی رجل من القریتین عظیم ترجمہ: (کہنے لگے: یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا) اس لئے درود شریف میں اس (غرور و تکبر) کا پورا علاج ہے کیونکہ اس میں رحمت خاصہ کی دعا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ رحمت خاصہ کے مستحق ہونے میں سب سے ممتاز (جدا) ہیں آپ ﷺ کا یہ امتیاز ساری دوسری صفتوں میں امتیاز سے بہت بڑھا ہوا ہے اس کے علاوہ اس (درود کے پڑھنے) میں اس بات کا اقرار ہے کہ ہم آپ ﷺ کے احسان مند ہیں اور یہ اقرار سارے تکبر وغیرہ کو ختم کرتا ہے تو یہ درود شریف پڑھنا ان سب حکمتوں پر مشتمل ہے۔

ردالمختار میں ہندیہ سے نقل کیا ہے کہ تاجر کا کپڑا کھولنے کے وقت اس غرض سے تسبیح یا درود پڑھنا کہ خریدار کو کپڑے کی عمدگی جتلانا مقصود ہو یا چوکیدار جگانے کے لئے ایسا کرے اسی طرح بڑے آدمی کے آنے کے وقت اس غرض سے درود پڑھنا کہ لوگوں کو اس کے آنے کی اطلاع ہو جائے تو لوگ کھڑے ہو جائیں یا اس کے لئے جگہ

روک دیں یہ سب مکروہ ہے اور در مختار میں اس کو حرام کہا ہے۔ ردالمختار نے حرام کی تفصیل مکروہ تحریمی سے کی ہے حاصل یہ ہے کہ درود شریف عبادت ہے اور عبادت کو امر شرعی کے موافق کرنا چاہئے اور ان اغراض کے لئے اس کا پڑھنا قواعد شرع کے خلاف ہے اس لئے ممنوع ہوگا اور ادب کے بھی خلاف ہے کہ اغراض خسیسہ کا آلہ ایسے امر شریف کو بنایا۔

لبعض العشاق

صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی رَاسِ فَرِیْقِ النَّاسِ ۔۔۔ مِنْهُ لِلْخَلْقِ اَمَانٌ بِزَمَانِ الْبَاسِ
صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی مَنْ هُوَ فِی حَرِّ غَدٍ ۔۔۔ کُلَّ مَنْ یَظْمَاءُ یَسْقِیْهِ رَحِیْقَ الْکَاسِ
صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی مَنْ بِرجَاءِ الْکَرَمِ ۔۔۔ خَصَّ مَنْ جَاءَ اِلَیْهِ لِعُمُوْمِ النَّاسِ
صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی مُؤْنِسِ کُلِّ الْبَشَرِ ۔۔۔ مُبْدِلِ الْوَحْشَةِ فِی الْقَبْرِ بِاسْتِیْنَاسِ
صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی رُوْحِ رَئِیْسِ الرُّسُلِ ۔۔۔ نَقْتَدِیْ نَحْنُ عَلٰی اَرْجُلِهٖ بِالرَّاسِ

(۱) اے پروردگار آدمیوں کے جماعت کے سردار پر رحمت بھیج جن سے خلقت کو شدت کے وقت امن ہے۔

(۲) اے پروردگار اس ذات پر رحمت بھیج جو قیامت کی گرمی میں پیاسے کو شراب (طہور) کا پیالہ پلائیں گے۔

(۳) اے پروردگار رحمت بھیج اس ذات پر جنہوں نے امید کا خاص معاملہ فرمایا ہر شخص کے ساتھ جو آپ کے پاس حاضر ہوا اگرچہ وہ عام لوگوں میں سے ہو۔

(۴) اے پروردگار رحمت بھیج تمام لوگوں کے مونس پر جو وحشت کو قبر میں انس سے بدلنے والے ہیں۔

(۵) اے پروردگار رحمت بھیج رئیس الرسل کی روح پر جن کے قدموں پر ہم سر کے بل چلتے ہیں۔

—— اڑتیسویں فصل ——

آپ ﷺ کے ساتھ دعا کے وقت توسل حاصل کرنے کے بیان میں

جس طرح درود شریف قربت مقصودی عبادت ہے توسل قربت مقصودی عبادت نہیں مگر صرف ایک خاصیت میں درود شریف کے برابر ہے وہ یہ کہ دونوں دعا کی قبولت کے قریب ہونے میں برابر ہوتے ہیں۔

اسی لئے درود شریف کے بعد اس کا ذکر اچھا معلوم ہوا۔ اگرچہ بعض نے اس مسئلہ میں کچھ اختلاف بھی کیا ہے مگر جمہور کا مسلک اس کے جواز کا ہے جب کہ شریعت کے حدود کی رعایت کی جائے۔

عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: دعا کیجئے مجھ کو عافیت عطا فرمائے آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو اس کو ملتوی رکھوں یہ زیادہ بہتر ہے اور اگر چاہو تو دعا کروں اس نے عرض کیا: ابھی دعا کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت پڑھے پھر یہ دعا کرے اے اللہ! میں آپ سے محمد (ﷺ) جو رحمت کے نبی ہیں کے وسیلے سے آپ سے درخواست کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اے محمد (ﷺ) میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ وہ پوری ہو جائے اے اللہ ﷺ آپ محمد (ﷺ) کی شفاعت میرے حق میں قبول فرمائیے۔

فائدہ: اس سے دعا میں وسیلہ اختیار کرنا صاف ثابت ہے اور آپ ﷺ کا اس کے لئے دعا فرمانا کہیں ثابت نہیں اسی سے معلوم ہوا جس طرح کسی کی دعا کو وسیلہ بنانا جائز ہے اسی طرح ذات کو بھی وسیلہ بنانا جائز ہے۔

خلاصہ وسیلہ یہ ہے کہ اے اللہ! جس طرح فلاں بندہ پر آپ کی رحمت نازل ہوئی اور جس پر رحمت نازل ہوتی ہے اس سے محبت اور عقیدت رکھنا بھی رحمت کے نازل ہونے کا ذریعہ ہے تو ہم بھی اس فلاں بندے سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں اس لئے آپ ہم پر بھی رحمت نازل فرمائیے۔ اعمال کے ذریعہ وسیلہ اختیار کرنے کی یہی صورت ہے کہ اے اللہ! یہ اعمال آپ کے نزدیک رحمت کے نازل ہونے کا ذریعہ ہیں اور ان اعمال کے کرنے پر رحمت نازل ہوتی ہے اور ہم نے یہ اعمال کئے ہیں اس لئے آپ ہم پر بھی رحمت نازل فرمائیے۔

اس میں جو یا محمد آیا ہے اس سے غائب کو یا کہہ کر پکارنا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ انجاح الحاجۃ میں ہے کہ اس حدیث کو نسائی اور ترمذی نے کتاب الدعوات میں نقل کیا ہے اور ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور بیہقی نے بھی اس کو صحیح کہا ہے اور اتنا زیادہ کہا ہے کہ وہ کھڑا ہو گیا اور بینا ہو گیا۔

دوسری روایت: عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کام کے لئے جاتا تھا اور وہ اس کی طرف التفات نہ فرماتے تھے اس نے عثمان رضی اللہ عنہ بن حنیف سے کہا۔ انہوں نے فرمایا: تو وضو کر کے مسجد میں جا اور وہی اوپر والی دعا سکھا کر کہا کہ یہ پڑھ۔ چنانچہ اس نے یہی کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پھر گیا تو انہوں نے بڑی تعظیم و تکریم کی اور کام پورا کر دیا۔ (رواہ البیہقی بطریقین والطبرانی فی الکبیر والاوسط بسند فیہ روح بن صلاح وثقہ ابن حبان والحاکم وفیہ شئ من الضعف الذی لایضر فی ہذا الباب)

فائدہ: اس سے وفات کے بعد وسیلہ ثابت ہوتا ہے حدیث کے علاوہ عقل سے بھی ثابت ہے کیونکہ پہلی روایت میں جو وسیلہ ہے وہ دونوں حالتوں (وفات سے پہلے اور بعد) کو شامل ہے۔

یہاں بھی غائب کو یا کہہ کر پکارنے کا شبہ نہ کیا جائے ایک تو اس وجہ سے کہ اس میں مراد مسجد نبوی میں جانے کو فرمایا ہے تو وہاں حضور قریب ہی تشریف رکھتے ہیں غائب کو پکارنا لازم نہیں آتا۔ دوسرے اس وجہ سے کہ سلف صالح صحیح اعتقاد والے تھے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتہ آپ ﷺ تک پہنچاتے ہیں اور اس وقت کہ عوام عقیدے میں (بہت زیادہ) مبالغہ کرتے ہیں۔ اسی لئے ان کو منع کیا جاتا ہے بلکہ ان کی حفاظت کے لئے خواص ہی کو روکا جاتا ہے۔ تیسرے اس وجہ سے کہ وہ حضرات ہی ندا حاجت روا سمجھ کر نہ کرتے تھے اب اس میں غلو ہے پس ان کا فعل ان منافقین کے لئے اس فعل کے کرنے کا ذریعہ نہیں بن سکتا ۔

کار پاکان راقیاس از خود مگیر

ترجمہ: "نیک لوگوں کے کاموں کو اپنے کام پر قیاس مت کر۔"

یہی مراد ہے احقر کا اپنے اس قول سے آغاز فصل ھذا میں جب کہ حدود شریعہ کو محفوظ رکھے۔

تیسری روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب لوگوں پر قحط ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بارش کی دعا کیا کرتے اور فرماتے کہ اللہ ہم (پہلے) آپ کے دربار میں اپنے نبی ﷺ کے وسیلہ سے دعا کیا کرتے تھے آپ ہم کو بارش دیا کرتے تھے اور اب ہم آپ کے دربار میں اپنے پیغمبر ﷺ کے چچا کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں تو اب بھی ہم کو بارش دیجئے۔ چنانچہ بارش ہوتی تھی۔

فائدہ: اس حدیث سے غیر نبی سے بھی وسیلہ ثابت ہوتا ہے جب اس کو نبی سے کوئی تعلق ہو کسی قسم کی رشتہ داری وغیرہ کا تو یہ بھی نبی ﷺ سے وسیلہ کی ایک صورت نکلی ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ نبی کی وفات کے بعد بھی نبی کے وسیلے سے دعا جائز ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا نہیں کی اور اس وسیلہ کو کسی صحابی نے منع بھی نہیں کیا اس لئے اجماع ہو گیا۔

چوتھی روایت: ابوالجوزاء سے روایت ہے کہ مدینہ میں سخت قحط ہوا اور لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے قحط کی شکایت کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نبی ﷺ کی قبر کو دیکھ کر آسمان کی طرف اس میں ایک سوراخ کر دو یہاں تک کہ اس کے اور آسمان کے درمیان حجاب نہ رہے چنانچہ ایسا ہی کیا تو بہت زور کی بارش ہوئی۔

پانچویں روایت: محمد بن حرب بلال سے روایت ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا: یا خیر الرسل! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ ترجمہ: (جب ان لوگوں نے (گناہ کر کے) اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا آپ کے پاس آجاتے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور رسول بھی ان کے لئے معافی مانگتے۔ تو یقیناً اللہ تعالیٰ کو معاف کرنے والا مہربان پاتے)

اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہو اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں۔

محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور اس وقت کسی سے انکار منقول نہیں پس حجت ہو گیا۔

من الروض

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهُ   فَالْفَتْحُ مِنْ جُنْدِهِ وَالنَّصْرُ وَالظَّفَرُ

دَعَا كُمْ مُسْتَغِيْثًا رَاجِيًا اَمَلاً   فَهَلْ لَهُ مِنْ سِوَاى لُطْفِكُمْ نَظَرُ

فَاعْطِفْ اِلٰهِىْ عَلَيْنَا قَلْبَ سَيِّدِنَا   خَيْرِ الْاَنَامِ فَمِنْهُ الْعَطْفُ مُنْتَظَرٌ

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرٌ

❶ جس شخص کی نصرت رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ سے ہو تو فتح اور نصر اور ظفر اس کے لشکر میں ہے۔

❷ یارسول اللہ! اس بندے نے آپ کو مستغیث ہو کر اور امید کی چیزوں کا امیدوار ہو کر پکارا ہے اس کے لئے سوائے آپ کے لطف کے کوئی نظر گاہ نہیں۔

❸ اے اللہ! ہم پر ہمارے سردار، خیر الامم کے قلب کو مہربان کر دیجئے کیونکہ آپ کی طرف سے عطوف (مہربانیوں) کا انتظار ہے۔

انتالیسویں فصل

آپ کے اخبار (قولی حدیثوں) و آثار (فعلی واقعات) کے زیادہ ذکر کرنے اور تکرار کرنے کے بیان میں

اَلاَ يَا مُحِبَّ الْمُصْطَفٰى زِدْصَبَابَةً   وَضَمِّخْ لِسَانَ الذِّكْرِ مِنْكَ بِطِيْبِهٖ

وَلاَ تَعْبَأَنْ بِالْمُبْطِلِيْنَ فَاِنَّمَا   عَلَامَةُ حُبِّ اللّٰهِ حُبُّ حَبِيْبِهٖ

ترجمہ: اے مصطفیٰ ﷺ کے عاشق سن لے تو عشق میں خوب ترقی کر اور اپنی زبان کو خوشنودی ذکر نبوی سے معطر کر اور باطل والوں کی کچھ پروا مت کر کیونکہ حب الٰہی کی علامت اس کے حبیب کی محبت ہے۔

شریعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے مشروع ہونے کی دلیل یہ آیت شریفہ ہے: ورفعنالک ذکرک۔ ترجمہ: (ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا)۔

پہلی روایت: حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ نبی ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا میں کون ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا: آپ رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں (رسول تو ہوں ہی مگر دوسرے فضائل حسبی و نسبی بھی رکھتا ہوں، چنانچہ میں) محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو (جس میں جن وغیرہ بھی شامل ہے) پیدا کیا اور مجھ کو ان کے بہترین (یعنی انسان) میں پیدا کیا پھر ان (انسانوں) کو دو فرقے (عجم و عرب) بنائے اور مجھ کو بہترین فرقہ (یعنی عرب) میں پیدا کیا پھر ان (عرب) میں مختلف قبیلے بنائے اور مجھ کو بہترین قبیلہ (یعنی قریش) میں بنایا پھر ان (قریش) کے کئی خاندان بنائے اور مجھ کو بہترین خاندان (یعنی بنی ہاشم) میں

بنایا اس لئے اپنی ذات کے اعتبار سے بھی سب سے افضل ہوں اور خاندان کے اعتبار سے بھی سب سے افضل ہوں۔ (ترمذی کذافی المشکوٰۃ)

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنے فضائل کا ذکر منبر پر فرمایا۔

دوسری روایت: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سورہ اذا جاء نصر اللہ آپ ﷺ کے مرض میں نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے توقف نہیں فرمایا۔ جمعرات کے دن باہر تشریف لائے، منبر پر بیٹھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: مدینہ میں اعلان کر دو کہ رسول اللہ ﷺ کی وصیت سننے کے لئے جمع ہو جاؤ چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ نے اعلان کر دیا۔ چھوٹے بڑے سب جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے حمد و ثنا وصلوٰۃ علی الانبیاء کے بعد فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہوں عربی حرمی مکی ہوں میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔

(تنبیہ الغافلین کذافی الجلد الاوّل من فتاویٰ مولانا عبدالحیؒ ص ۵۳)

تیسری روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد میں منبر رکھتے تھے کہ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کے مفاخر (قابل فخر باتیں) بیان کرتے اور مشرکین کے طعنوں کا جواب دیتے۔ آپ ﷺ ارشاد فرماتے: اللہ تعالیٰ حسان رضی اللہ عنہ کی تائید روح القدس سے فرماتا رہے گا جب تک یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مفاخرت اور مدافعت کرتے رہیں گے۔ (بخاری کذافی المشکوٰۃ)

فائدہ: اس سے آپ ﷺ کا اپنے فضائل کا بیان کرنا ثابت ہوا اور اس کے منظوم (منظم اشعار میں) ہونے کا جواز بھی ثابت ہوا جب کہ حد شرعی کے اندر رہو۔

چوتھی روایت: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے

ماموں ہند بن ابی ہالہ سے جناب رسول اللہ ﷺ کے شمائل (عادتوں) کے بارہ میں سوال کیا اور وہ آپ ﷺ کے حلیہ شریف کا بکثرت ذکر کیا کرتے تھے اور میں شوق رکھتا تھا کہ میرے سامنے کچھ بیان کریں تو میں اس کو اپنے ذہن میں جما لوں۔

(کذافی الشمائل ترمذی)

فائدہ: اس سے دو اجر ثابت ہوئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کے شمائل کے سننے کا شوق اور حضرت ہند کا بکثرت آپ کے شمائل کا ذکر کرنے کا ذوق نیز شمائل میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ کی سیرت مجالست کی نسبت سوال کرنا منقول ہے۔

پانچویں روایت: زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک مجمع آیا اور کہنے لگا: ہم سے رسول اللہ ﷺ کی کچھ باتیں کیجئے۔ انہوں نے فرمایا: میں کیا کیا باتیں کروں (کہ بیان کی حد سے باہر ہیں اس کے بعد بھی کچھ حالات بیان کئے)۔

(کذافی الشمائل ترمذی)

فائدہ: اس سے تابعین کا آپ ﷺ کے حالات سننے کا شوق ثابت ہوا۔ غرض حق تعالیٰ کے ارشاد سے حضور ﷺ کے قول و فعل سے صحابہ تابعین کے عمل سے اس ذکر شریف کا مستحب و پسندیدہ ہونا معلوم ہوا۔

تنبیہ: سینتیسویں فصل میں وہ اوقات مذکور ہوئے ہیں کہ جہاں درود شریف پڑھنا خلاف ادب ہے اس سے یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ ذکر شریف بھی اگر قواعد شرعیہ کے خلاف ہو گا جیسا کہ بعض بے احتیاطوں نے آجکل اس میں بعض منکرات کو ملا لیا ہے وہ سوء ادب و نامشروع ہو جائے گا خلاصہ یہ کہ محبت کے ساتھ ادب نہایت ضروری ہے۔

طرق العشق کلها آداب   ادبوا النفس ایها الاصحاب

ترجمہ: "عشق کے سارے راستے آداب ہیں۔ اے دوستو! اپنے نفس کو باادب بناؤ۔"

من القصیدہ

خَدَمْتُهٗ بِمَدِيْحٍ اَسْتَقِيْلُ بِهٖ   ذُنُوْبَ عُمْرٍ مَضٰى فِى الشِّعْرِ وَالْخِدَمِ
وَمُنْذُ اَلْزَمْتُ اَفْكَارِىْ مَدَائِحَهٗ   وَجَدْتُّهٗ لِخَلَاصِىْ خَيْرَ مُلْتَزِمِ
وَلَنْ يَّفُوْتَ الْغِنٰى مِنْهُ يَدًا تَرِبَتْ   اِنَّ الْحَيَا يُنْبِتُ الْاَزْهَارَ فِى الْاَكَمِ

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

① میں نے آنحضرت ﷺ کی بذریعہ نعت ومدح خدمت کی میں اس کے ذریعہ اس عمر کے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں جو شعر گوئی اور ارباب دنیا کی خدمت میں اور مدح وثناء میں گزاری۔

② جب سے میں نے تعریفات نبوی ﷺ اپنے افکار کو لازم کردئے ہیں تو میں نے اس کو اپنی نجات کے لئے نہایت عمدہ مصاحب اور ضامن پایا ہے۔

③ وہ تونگری جو آنحضرت ﷺ کے ذریعہ سے حاصل ہوگی وہ ہرگز کسی ہاتھ کو خالی و محتاج نہ چھوڑے گی بلکہ سب کو مالا مال کردے گی کیونکہ آپ ﷺ کا فیض مثل عام اران (بارش) کی طرح ہے کہ وہ زراعت کے لائق زمینوں کو جس میں اس کا پانی بخوبی ٹھہرتا ہے تروتازہ کرتا ہے (اس میں اشارہ ہے کہ حضور ﷺ کا ذکر اور مدح بغرض نفاع کے اہل دنیا سے نہ ہونا چاہئے۔)

— چالیسویں فصل —

آپ ﷺ کو خواب میں دیکھنے کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ جس کو بیداری میں آپ ﷺ کی زیارت کا شرف نصیب نہیں ہوا اس کے لئے خواب میں زیارت سے مشرف ہوجانا سرمایہ تسلی اور خود فی نفسہ ایک نعمت عظمیٰ (بڑی نعمت) ہے دولت کبریٰ (بڑی دولت) ہے یہ سعادت خود حاصل کرنے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ محض اللہ تعالیٰ کی عطائے خاص سے ہوتی ہے۔ ونعم ماقیل ؎

این سعادت بزور بازو نیست   تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ترجمہ: "یہ سعادت اپنی طاقت سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ توخدا کے عطا کرنے سے عطا ہوتی ہے۔"

ہزاروں کی عمریں اس حسرت میں ختم ہوگئیں البتہ غالب یہ ہے کہ کثرت درود شریف اور کمال اتباع سنّت وغلبہ محبت پر اس کا ظہور ہوجاتا ہے لیکن چونکہ لازمی نہیں ہے اس لئے اس کے نہ ہونے سے غمگین اور پریشان نہ ہونا چاہئے کہ بعض کے لئے اسی میں حکمت و رحمت ہے۔ عاشق کو رضائے محبوب سے کام چاہئے ملاقات ہوتب اور جدائی ہوتب بھی۔ وللّٰہ در من قال ؎

ارید وصاله و یرید هجری   فاترک ما ارید لما یرید

ترجمہ: "میں اپنے محبوب سے ملنا چاہتا ہوں مگر وہ مجھ سے ملاقات کرنا نہیں چاہتا اس لئے میں اس کی چاہت پر اپنی چاہت کو قربان کردیتا ہوں۔"

قال العارف الشیرازی ؎

فراق و وصل چہ باشد رضائی دوست طلب
کہ حیف باشد از وغیر او تمنّائے

ترجمہ: "ملنا نہ ملنا کیا چیز ہے (اصل تو) دوست کی خوشی کو حاصل کرنا ہے، افسوس ہے اس پر کہ دوست (اللہ تعالیٰ) سے دوست (اللہ تعالیٰ) کے علاوہ کی تمنا کی جائے۔"

یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ اگر زیارت ہوگئی مگر طاعت سے رضا حاصل نہ کی تو وہ بھی کافی نہ ہوگی خود حضور اقدس ﷺ کے عہد مبارک میں بہت سے ایسے لوگ تھے جنہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا لیکن آپ ﷺ کی فرمانبرداری نہ کی اور ایسے بھی تھے جنہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا نہیں لیکن آپ ﷺ کی فرمانبرداری کرنے والے تھے جیسے حضرت اویس قرنیؒ۔

اب بعض روایات مشکوۃ سے اس زیارت کی فضیلت میں لکھی جاتی ہیں۔

پہلی روایت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا ہے کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔ (بخاری، مسلم)

دوسری روایت: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حقیقی بات دیکھی (یعنی مجھے دیکھا ہے)۔ (بخاری، مسلم)

فائدہ: ان دونوں حدیثوں کا مقصد ایک ہی ہے مشکوۃ کے حاشیہ میں سید رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس مسئلے میں دو قول نقل کئے ہیں کہ اگر حلیہ شریف کے مطابق صورت نہ دیکھے مگر یقینی طور پر دل میں یہ بات آئے کہ یہ حضور اقدس ﷺ ہیں تو آیا کیا یہ دیکھنا

بھی صحیح ہے یا نہیں جن علماء نے اس کو بھی صحیح کہا ہے انہوں نے صورت کے بدلے ہوئے ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یا تو یہ اس دیکھنے والے کی کمی ہے جیسے جس آئینہ پر مٹی پڑی ہو اس میں صاف چہرہ بھی خراب مٹی والا نظر آتا ہے، یعنی آئینے میں صورت ٹیڑھی نظر آتی ہے صورت تو واقعی اسی دیکھنے کی ہے مگر خرابی آئینہ میں ہے یا یہ وجہ ہے کہ وہ صورت حقیقت میں روح مقدسہ کی مثال ہے اور مثال کے لئے اصل صورت پر ہونا ضروری نہیں اور مازنی نے اسی قول کو صحیح کہا ہے اور نووی نے بھی یہی کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

تیسری روایت: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص مجھے خواب میں دیکھے وہ مجھے جاگنے کی حالت میں بھی دیکھے گا اور شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ (بخاری، مسلم)

فائدہ: اس میں خواب دیکھنے والے کے لئے حسن خاتمہ کی خوشخبری ہے چنانچہ بزرگان دین نے ایسے خواب کی یہی تعبیر دی ہے کہ اس شخص کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔ یہی معنی ہیں حضور ﷺ کے اس ارشاد کے کہ وہ بیداری میں بھی دیکھے گا یعنی آخرت میں مجھ سے اس کو قرب ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ جیسے اعمال مبشرہ ہیں ایمان و تقویٰ کے ساتھ مقید ہیں تو اسی طرح احوال مبشرہ بھی ایمان و تقویٰ کے ساتھ مقید ہیں۔

تنبیہ: اگر خواب میں حضور اقدس ﷺ کچھ ارشاد فرمائیں تو اگر وہ کام جائز ہے تو اس پر عمل کیا جائے گا اور اگر وہ کام جائز نہیں ہے تو دیکھنے والے کی غلطی سمجھی جائے گی رہی یہ بات کہ عمل کرنے کے لئے جب کام کا جائز ہونا شرط ہے تو اس میں خواب کا کیا فائدہ یا اثر کیا ہوا کیونکہ وہ کام تو پہلے بھی جائز تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خواب سے اس شخص کے لئے اس کام کی تائید اور زیادہ ہو جائے گی واللہ اعلم۔

من القصیدہ

نَعَمْ سَرٰی طَیْفُ مَنْ اَهْوٰی فَاَرَّقَنِیْ　　وَالْحُبُّ یَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْاَلَمِ

وَكَيْفَ يُدْرِكُ فِي الدُّنْيَا حَقِيْقَتَهٗ　　قَوْمٌ نِيَامٌ تَسَلَّوْا عَنْهُ بِالْحُلُمِ

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

① ہاں رات کو خیال محبوب میرے پاس آیا اور مجھے بیدار کر دیا اور حقیقت یہ ہے کہ محبت اور عشق لذات پر الم کا اثر ڈال دیتی ہے۔

② اور ارباب غفلت جو اپنے خواب وخیال پر قانع ہیں حضرت سرور کائنات ﷺ کی حقیقت دنیا میں کس طرح دریافت کر سکتے ہیں یعنی نہیں کر سکتے (شعر اوّل میں اظہار بشاشت ہے خواب میں زیارت ہونے پر اور شعر ثانی میں اشارہ ہے کہ خالی خواب پر قناعت کر کے اتباع نہ چھوڑ دے۔

—— اکتالیسویں فصل ——

حضرات صحابہ، اہل بیت اور علماء کی محبت و عظمت کے بیان میں

یہ آخری فصل ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ محبوب کے متعلّقین سے محبوب کی وجہ سے محبت ہوتی ہے خصوصًا جب وہ متعلّقین جو محبوب کے پسندیدہ بھی ہوں اور جب محبوب خود ان سے محبت کرنے کا حکم بھی کرے تو ان سے محبت کرنا شرعًا محبوب ہے۔ خصوصًا ایسی حالت میں جب محبوب سے ملاقات کی توقع ہی نہ ہو تو محبوب کے قائم مقام (نائب) کو ہی غنیمت سمجھنا چاہئے۔ بقول مولانا رومیؒ ؎

چونکہ شد خورشید و مارا کرد داغ　　چارہ نبود درمش جز چراغ

چونکہ رفت و گلستان شد خراب　　بوئے گل راز کہ جوئم از گلاب

ترجمہ: "جب وہ چاند ہم سے چھپ گیا اور اپنی جدائی کا ہمیں داغ دے گیا اب اس (چاند) کی جگہ چراغ (سے روشنی حاصل کرنے) کے سوا (ہمارے پاس) کوئی چارہ نہ تھا، جب پھول چلا گیا اور باغ خراب ہو گیا کس گلاب میں، میں اب خوشبو تلاش کروں۔"

ان وجوہ پر نظر کر کے یہ حکم بالکل صحیح ہوگا کہ جن لوگوں کو ان حضرات کے ساتھ محبت اور تعلّق نہ ہو حب نبوی کے بارہ میں اس کا دعوی محض غلط ہوگا اب اس کے متعلّق بعض روایات مذکور ہوتی ہیں۔ (اس فصل کی سب روایات مشکوٰة کی ہیں۔)

فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم

پہلی روایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے اصحاب کا اکرام کیا کرو کہ وہ تم سب میں بہتر ہیں۔

دوسری روایت: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے بارے میں میرے بعد ان کو (اعتراض کا) نشانہ مت بنانا جو شخص ان سے محبت کرے گا میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور جو شخص ان سے بغض رکھے گا وہ میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا اور جو ان کو ایذا دے گا اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی بہت جلد اللہ تعالیٰ اس کو پکڑے گا۔

فائدہ: جو شخص ان سے محبت کرے گا الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت ہوگی تو میرے مخصوصین محبوب لوگوں سے محبت کا ہونا لازم ہے اسی طرح ان سے بغض رکھنا بھی اس کی علامت ہوگی کہ اس شخص کو مجھ سے بغض ہے اس لئے میرے مخصوصین مبغوض لوگوں سے بھی بغض ہے کیونکہ اگر مجھ سے محبت ہوتی تو ان سے بغض کیوں ہوتا جب کہ وہ میرے محبوب ہیں۔

تیسری روایت: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے اصحاب کو برا مت کہو۔ کیونکہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تب بھی ان صحابہ کے ایک مد (یعنی ایک سیر) اور بلکہ آدھے مد (کے درجہ) کو بھی نہیں پہنچیں گے۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: یعنی ثواب میں برابر نہ ہوگا۔

فضائل اہل بیت

پہلی روایت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اس لئے (بھی) محبت کرو کہ وہ تمہیں کھانے کو نعمتیں دیتا ہے اور مجھ سے خدا تعالیٰ سے محبت کرنے کی وجہ سے محبت کرو (یعنی اللہ تعالیٰ جب محبوب ہیں اور میں اس کا رسول اور محبوب ہوں اس لئے مجھ سے محبت رکھو) اور میرے اہل بیت سے مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے محبت کرو (یعنی جب میں محبوب ہوں اور اہل بیت مجھ سے منسوب اور میرے محبوب ہیں تو ان سے بھی محبت کرو)۔

دوسری روایت: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اہل بیت کی مثال تم میں ایسی ہے جیسے نوح علیہ السلام کی کشتی کی جو شخص اس میں سوار ہوا اس کو نجات ہوئی اور جو شخص اس سے جدا رہا ہلاک ہوا۔ (احمد)

فائدہ: یعنی ان کی محبت و متابعت نجات کا ذریعہ ہے اور بغض و مخالفت ہلاک ہونے کا ذریعہ ہے۔

تیسری روایت: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم میں ایسی (دو) چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم ان کو پکڑے رہو گے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ان میں ایک چیز دوسری سے بڑی ہے۔ ایک تو کتاب اللہ کہ وہ رسی ہے آسمان سے زمین تک دوسرے میری عترت یعنی اہل بیت اور ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض پر پہنچیں گے اس لئے ذرا خیال رکھنا کہ میرے بعد ان دونوں سے کیا معاملہ کرتے ہو۔

(روایت ترمذی)

فائدہ: کتاب اللہ سے مراد احکام شریعت ہیں جو دلائل اربعہ سے ثابت ہیں جن کے ماخذ میں صحابہ و اہل بیت و فقہاء و محدثین سب داخل ہیں جیسا کہ خود ارشاد نبوی ہے کہ ان دو شخصوں کا اقتدا کرنا جو میرے بعد ہوں گے ابوبکر اور عمر۔ (ترمذی عن حذیفہ)

جیسا کہ ارشاد ہے کہ میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں جس کا اقتدا کرلو گے ہدایت پاجاؤ گے۔ (رزین عن عمر) حق تعالیٰ کا عام ارشاد ہے "فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون" ترجمہ: (پس تم اہل کتاب سے پوچھ لو اگر خود تمہیں علم نہ ہو) کہ اس میں سب علماء داخل ہو گئے۔

کتاب اللہ کا اطلاق مطلق حکم شرعی پر خود حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مقدمہ میں فرمایا کہ میں، درمیان کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کروں گا اس کے بعد آپ ﷺ نے رشوۃ واپس دلوائی اور ایک شخص کو سو کوڑوں اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزادی اور عورت کے لئے بشرط اس کے اعتراف کے رجم تجویز فرمایا صحیحین میں یہ روایت ہے حالانکہ ان احکام مذکورہ میں سے بعض قرآن مجید میں نہیں ہیں پس تمسک کتاب اللہ سے مراد حدیث میں تمسک باحکام شرعیہ ہوا اور تمسک بالعترۃ سے مراد محبت اہل بیت کی ہوئی کہ وہ بھی واجبات ایمانیہ سے ہے جیسا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ کسی شخص کے قلب میں ایمان داخل نہ ہوگا جب تک تم لوگوں اہل بیت سے اللہ اور اس کے رسول کے واسطے محبت نہ رکھے۔ اس کو (ترمذی عن عبد المطلب بن ربیعہ) پس حاصل حدیث کا دو چیزوں کی تاکید ہوئی احکام شرعیہ پر عمل کرنا اور حضرت اہل بیت سے محبت رکھنا۔

فائدہ: اہل بیت میں حضرات ازواج مطہرات بھی داخل ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ازواج کے خطاب کے درمیان یہ ارشاد ہے "انما یرید اللّٰہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت" ترجمہ: (اے نبی کی گھروالیوں تم سے اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ

وہ ہر قسم کی گندی کو دور کردے۔) اللہ تعالیٰ صرف تم اہل بیت سے گندگی کو دور کر دے۔ اور حدیث افک میں خود حضور اقدس ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ارشاد فرمایا: واللّٰہ ماعلمت علی اهلی من سوء قط کہ "میں اپنے گھروالوں کے بارے میں کبھی کسی برائی کو نہیں جانتا۔" اس لئے ان سے محبت رکھنا بھی واجب ہوا۔

چنانچہ حدیثوں میں بکثرت ان کے مناقب مذکور ہیں قرآن مجید میں ان کو امہات المؤمنین (مؤمنوں کی مائیں) فرمایا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے ان کی خدمت کرنے والے کی تعریف فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں سے فرمایا! جو شخص میرے بعد تم لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا وہ بڑا سچا اور نیک کام کرنے والا ہے۔

فضائل علماء ورثہ الانبیاء

یعنی جو علماء باعمل ہیں اور دین کی اشاعت و خدمت اور اہل دین کی روحانی تربیت کرتے ہیں۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا یہی کام تھا ورنہ بے عمل علماء کی سخت مذمت بھی آئی ہے چنانچہ ارشاد ہے جو شخص علماء سے مقابلے اور جہلاء سے جھگڑا کرنے یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے علم حاصل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ جو شخص علم دین کو کسی دنیاوی مطلب کے لئے حاصل کرے گا وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم ہر دن چار سو مرتبہ پناہ مانگتا ہے اس میں ریا کار علماء داخل ہوں گے۔

علماء باعمل کے فضائل کی روایات

پہلی روایت: ابودرداؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا: عالم کے لئے آسمان اور زمین کی ساری مخلوق اور پانی میں مچھلیاں استغفار کرتی ہیں عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت دوسرے ستاروں پر ہوتی ہے علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء میراث میں دینار اور درہم نہیں چھوڑا کرتے بلکہ میراث میں صرف علم چھوڑتے ہیں تو جس نے اس (علم) کو حاصل کیا اس نے بہت بڑی چیز کو حاصل کیا۔

(احمد ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ، دارمی)

دوسری روایت: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر دو مجلسوں پر ہوا جو آپ کی مسجد میں بیٹھے تھے (ان میں ایک عابدوں کی مجلس تھی اور دوسری عالموں کی) آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں اچھے ہیں اور ایک دوسرے سے افضل ہے یہ لوگ (یعنی عابد) اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور اس کی طرف التجا کرتے ہیں تو اگر اللہ تعالیٰ چاہیں گے ان کو دیں گے اور اگر نہیں چاہیں گے تو نہیں دیں گے۔ یہ دوسرے لوگ (یعنی عالم) دین کے احکام یا فرمایا! علم کی باتیں سیکھ رہے ہیں اور جاہلوں کو سکھا رہے ہیں تو یہ زیادہ افضل ہیں اور میں بھی علم سکھانے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پھر آپ ﷺ ان لوگوں میں بیٹھ گئے (تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ جماعت خاص آپ کی ہے)۔ (دارمی)

تیسری روایت: حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دو شخصوں کے بارے میں پوچھا گیا جو بنی اسرائیل میں تھے۔ ایک تو عالم تھا کہ فرض (اور فرض کے ساتھ ضروری نماز) پڑھ لیتا اور پھر لوگوں کو دین کی تعلیم دینے بیٹھ جاتا اور دوسرا دن بھر روزہ رکھتا اور رات بھر عبادت کرتا تو ان میں کون سا آدمی افضل ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ عالم جو (فرض اور فرض کے ساتھ ضروری نماز) پڑھتا اور پھر لوگوں کو دین کی تعلیم دینے بیٹھ جاتا اس کی فضیلت اس عابد پر جو دن بھر روزہ رکھتا اور رات بھر عبادت کرتا ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنی شخص پر ہے۔ (دارمی)

فائدہ: ان احادیث سے علماء کا جانشین رسول ﷺ ہونا معلوم ہوتا ہے پہلی روایت میں تو وارث کا لفظ صاف ہے دوسری روایت میں آپ ﷺ کا ان میں بیٹھ جانا اس خاص نسبت کو بتانے والا ہے اور تیسری روایت میں عالم کو اپنے ساتھ تشبیہ دینا اس خصوصیت کی دلیل ہے اور حضرات صحابہ و آل و ازواج کا تعلق محتاج بیان نہیں ہے اس لئے ان سب جماعتوں سے محبت رکھنا محبت نبویہ کو مکمل کرنے والا ہے۔

اشعار

هُمْ جَمَاعَةُ خَيْرِ الْخَلْقِ اَيَّدَهُمْ   رَبُّ السَّمَاءِ بِتَوْفِيْقٍ وَاِيْثَارِ

فَحُبُّهُمْ وَاجِبٌ يَشْفِى السَّقِيْمُ بِهٖ   فَمَنْ اَحَبَّهُمْ يَنْجُوْ مِنَ النَّارِ

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ مَوْلَانَا بِاِكْثَارِ

① یہ حضرات خیر الخلق کی جماعت ہیں کہ آسمان کے رب نے توفیق و ایثار کے ساتھ ان کی تائید فرمائی ہے۔

② تو ان کی محبت واجب ہے کہ مریض اس سے شفا پاتا ہے تو جو شخص ان سے محبت کرتا ہے وہ دوزخ کی آگ سے نجات پائے گا۔

خاتمہ

اس میں بھی مثل مقدمہ کے تین مضمون ہیں مضمون اول متعلق فصل ۷۔۳ جس میں درود شریف کے فضائل مذکور ہیں مناسب معلوم ہوا کہ اپنے رسالہ زاد السعید سے چہل حدیث (سند اس کی زاد السعید میں مذکور ہے) درود شریف کی بعینہٖ نقل کر دی جاوے تاکہ اس رسالہ کے پڑھنے والے ختم پر ان سب صیغوں کو کم از کم ایک بار پڑھ لیں کہ فصل ۷۔۳ پر ساتھ کے ساتھ عمل بھی ہو جاوے۔ وہو ہذا۔

چہل حدیث مشتمل بر صلوٰۃ وسلام صیغ الصلوٰۃ

① اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ۔

② اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِهِ الدَّعْوَةِ الْقَائِمَةِ وَالصَّلٰوةِ النَّافِعَةِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّارْضَ عَنِّیْ رِضًا لَّا تَسْخَطُ بَعْدَهٗ اَبَدًا۔

③ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ۔

④ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ وَبَارَكْتَ وَرَحِمْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

⑤ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

⑥ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

⑦ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدَ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

⑧ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَّبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(۹) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(۱۰) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(۱۱) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(۱۲) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(۱۳) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(۱۴) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ وَاَزْوَاجِہٖ وَاُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِبَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(۱۵) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَتَرَحَّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(۱۶) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ

وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ تَرَحَّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ تَحَنَّنْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا سَلَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(۱۷) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدً وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ وَبَارَکْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(۱۸) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(۱۹) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ۔

(۲۰) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(۲۱) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضًی وَّلَہٗ جَزَاءً وَّلِحَقِّہٖ اَدَاءً وَّاَعْطِہِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ

وَعَدْتَّهٗ وَاجْزِهٖ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ وَاجْزِهٖ اَفْضَلَ مَا جَازَيْتَ نَبِيًّا عَنْ قَوْمِهٖ وَرَسُوْلًا عَنْ اُمَّتِهٖ وَصَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصَّالِحِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

(۲۲) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

(۲۳) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْنَا مَعَهُمْ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَيْنَا مَعَهُمْ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَصَلَوَاتُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ۔

(۲۴) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى اٰمُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

(۲۵) وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ۔

(۲۶) اَلتَّحِيَّاتُ اللّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيَّ وَرَحْمَةُ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

(۲۷) اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

(۲۸) اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ

اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

(۲۹) اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ سَلَامٌ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيَّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ سَلَامٌ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنَّ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

(۳۰) بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَسْأَلُ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ۔

(۳۱) اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

(۳۲) بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ خَيْرِ الْاَسْمَآءِ اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَاهْدِنِيْ۔

(۳۳) اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ وَالصَّلَوَاتُ وَالْمُلْكُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

(۳۴) بِسْمِ اللّٰهِ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ الصَّالِحِيْنَ شَهِدْتُّ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ شَهِدْتُّ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

(۳۵) اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ

لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔

(۳۶) اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔

(۳۷) اَلتَّحِيَّاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔

(۳۸) اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

(۳۹) اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

(۴۰) بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

مضمون دوم متعلق فصل ۳۸

جس میں آپ کے ساتھ توسل حاصل کرنے کی برکت مذکور ہے۔ عطر الوردہ میں قصیدہ بردہ کے برکات میں لکھا ہے کہ صاحب قصیدہ یعنی امام ابوعبداللہ شرف الدین محمد بن سعید حماد بوصیری قدس سرہ کو فالج ہو گیا تھا جس سے نصف بدن بیکار ہو گیا انہوں نے بالہام ربانی یہ قصیدہ تصنیف کیا اور رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کے بدن پر پھیر دیا یہ فوراً شفا یاب ہو گئے اور یہ اپنے گھر سے نکلے تھے کہ ایک درویش سے ملاقات ہوئی اور اس نے درخواست کی کہ مجھ کو وہ قصیدہ سنا دیجئے جو آپ نے مدح نبوی میں کہا ہے انہوں نے پوچھا کونسا قصیدہ اس نے کہا جس کے اول میں یہ ہے اَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِيْ سَلَمٍ ان کو تعجب ہوا کیونکہ انہوں نے کسی کو اطلاع نہیں دی تھی اس درویش نے کہا کہ واللہ میں نے اس کو اس وقت سنا ہے جب کہ حضور ﷺ کی خدمت میں پڑھا جارہا تھا اور آپ خوش ہو رہے تھے سو انہوں نے یہ قصیدہ اس درویش کو دے دیا اور اس قصہ کی شہرت ہو گئی اور شدہ شدہ یہ خبر صاحب بہاؤالدین وزیر ملک ظاہر کو پہنچی اس نے نقل کرایا اور وہ اور اس کے گھر والے اس سے برکت حاصل کرتے تھے اور انہوں نے بڑے بڑے آثار اس کے اپنے دنیوی و دینی امور میں دیکھے اور سعد الدین فارقی جو کہ توقیع نگار وزیر مذکور کو کارتھا آشوب چشم میں مبتلا ہوا کہ قریب تھا آنکھیں جاتی رہیں کسی نے خواب میں کہا کہ وزیر کے پاس جا کر اس سے قصیدہ بردہ لے کر آنکھوں پر رکھو چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور بیٹھے بیٹھے اس کو پڑھا فی الفور اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا بخشی اور رسالہ نیل الشفا مؤلفہ احقر میں حضور ﷺ کے نقشہ نعل شریف کے برکات و خواص مذکور ہیں جب صرف ان الفاظ میں جو کہ آپ کے معنی و مدح کے صورت و مثال ہیں اور پھر ان نقوش میں جو کہ ان الفاظ پر دال ہیں اور اس ملبوس میں جو

کہ آپ کی نعال ہیں اور پھران نقوش میں جوکہ ان نعال کی تمثال ہیں سو خود آپ کی ذات مجمع الکمالات واسماء جامع البرکات سے توسل حاصل کرنا اوراس کے وسیلہ سے دعا کرنا کیا کچھ نہ ہوگا۔

نام احمد چون چنیں یاری کند　　تاکہ نورش چون مددگاری کند
نام احمد ﷺ چون حصارے شد حصین　　تاچہ باشد ذات آن روح الامین

مضمون سوم متعلّق فصل ۳۹، ۴۰

اس میں بعضے درود شریف کے صیغے (جن کو زیارت نبوی فی المنام میں بزرگوں کے تجربہ سے زیادہ دخل ہونا منقول ہے) مذکور ہیں اور زیارت فی المنام کی حالت میں بعض صلحاء نے جو خود حضور اقدس ﷺ کے بعض ارشادات متعلّق آداب ذکر شریف کے سنے ہیں وہ بھی مذکور ہیں اس لئے یہ مضمون کہ دو جزء میں ہے مجموعہ فصلین کے متعلّق ہو گیا جزء اول منقول از زادالسعید شیخ عبدالحق دہلویؒ نے کتاب ترغیب اہل السعادات میں لکھا ہے کہ شب جمعہ میں دو رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں گیارہ بار آیۃ الکرسی اور گیارہ بار قل ھواللہ اور بعد سلام سو بار یہ درود پڑھے انشاء اللہ تین جمعے نہ گزرنے پاویں گے کہ زیارت نصیب ہوگی وہ درود شریف یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ (دیگر) شیخ موصوف نے لکھا ہے کہ جو شخص دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد الحمد کے پچیّس بار قل ھواللہ اور بعد سلام کے یہ درود شریف ہزار مرتبہ پڑھے دولت زیارت نصیب ہو وہ یہ ہے صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ (دیگر) نیز شیخ موصوف نے لکھا ہے کہ سوتے وقت ستّر بار اس درود شریف کو پڑھنے سے دولت زیارت نصیب ہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بَحْرِ اَنْوَارِكَ مَعْدَنِ اَسْرَارِكَ وَلِسَانِ حُجَّتِكَ وَعَرُوْسِ مَمْلَكَتِكَ وَاِمَامِ

حَضْرَتِكَ وَطِرَازِ مُلْكِكَ وَخَزَائِنِ رَحْمَتِكَ وَطَرِيْقِ شَرِيْعَتِكَ اَلْمُتَلَذِّذِ بِتَوْحِيْدِكَ اِنْسَانِ عَيْنِ الْوُجُوْدِ وَالسَّبَبِ فِیْ كُلِّ مَوْجُوْدٍ عَيْنِ اَعْيَانِ خَلْقِكَ اَلْمُتَقَدِّمِ مِنْ نُّوْرِ ضِيَائِكَ صَلٰوةً تَدُوْمُ بِدَوَامِكَ وَتَبْقٰی بِبَقَائِكَ لَا مُنْتَهٰی لَهَا دُوْنَ عِلْمِكَ صَلٰوةً تُرْضِيْكَ وَتُرْضِيْهِ وَتَرْضٰی بِهَا عَنَّا يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ (دیگر) اس کو بھی سوتے وقت چند بار پڑھنا زیارت کے لئے شیخ نے لکھا ہے اَللّٰھُمَّ رَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَامِ وَرَبَّ الْبَيْتِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ اَبْلِغْ لِرُوْحِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مِنَّا السَّلَامَ مگر بڑی شرط اس دولت کے حصول میں قلب کا شوق سے پڑھنا اور ظاہری و باطنی معصیتوں سے بچنا ہے۔ جزء ثانی اس میں دو خواب ہیں رویاء اول منشی شرافت اللہ صاحب نے جو ایک صالح محتاط و دیندار راست گو آدمی ہیں کانپور میں اس زمانہ میں دیکھا جب کہ میرے مضمون کے متعلّق آداب ذکر مولد شریف مرقومہ اصلاح الرسوم پر وہاں غوغا تھا اور مجھ کو بذریعہ خط کے رجب ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء میں اطلاع دی گو دلائل شرعیہ کے ہوتے ہوئے اس کی حاجت نہیں مگر فطری طور پر رویاء صالحہ سے ایک خاص طور کی قناعت طبائع میں ضرور پیدا ہو جاتی ہے وہ لکھتے ہیں تین چار روز ہوئے میں نے ایک خواب صبح کے وقت دیکھا ہے کہ میں کسی مکان غیر معروف میں ہوں ایک براق آنکر اس مکان کے دروازے پر ٹھہرا ہے لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ تیری سواری کے واسطے آیا ہے تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ حضور سرور عالم جناب نبی مکرم حضرت محمد ﷺ ایک براق پر تشریف لائے ہیں۔ ایک نقاب چہرہ مبارک پر پڑی ہوئی ہے۔ حضور ﷺ میرے قریب تشریف لاکر رونق افروز ہوئے ہیں میری حالت اس وقت یہ تھی کہ گویا میں سو نہیں رہا جاگ رہا ہوں، اور حضور کی رونق افروزی کے بعد ایک قسم کا حجاب درمیان میں حائل ہے کہ میں حضور ﷺ کی زیارت تو نہیں کر سکتا مگر حضور ﷺ کے کلام مبارک کی آواز برابر میں سنتا ہوں اب یا تو میں نے یا کسی اور حاضرین دربار نے (مجھ کو یہ یاد نہیں ہے) حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آج

کل کانپور میں بہت شورش ہو رہی ہے اور مولانا اشرف علی صاحب سے بہت سے لوگ مخالفت کر رہے ہیں اس کی کیا اصلیت ہے اس کے جواب میں حضور ﷺ نے تمام حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "جو کچھ اشرف علی نے لکھا ہے وہ صحیح ہے" اور اس کے بعد حضور ﷺ نے صرف مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اشرف علی سے کہہ دینا کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے مگر یہ وقت ان باتوں کے لکھنے کے لئے مناسب نہیں ہے۔ یہ آخر کار فقرہ اس قدر آہستہ سے ارشاد فرمایا کہ میں نے سنا اور غالباً کسی دوسرے نے حاضرین میں سے نہیں سنا بس اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی تو صبح کی نماز کا وقت تھا اور چہار شنبہ کا دن رجب کی دوسری تاریخ تھی جس قدر یاد تھا حرف بحرف عرض کیا گیا فقط تنبیہ یہ ارشاد کہ یہ وقت ان باتوں کے لکھنے کے لئے مناسب نہیں الخ براہ شفقت و بطور رخصت ہے حکم اور عزیمت نہیں علاوہ دلائل شرعیہ کے خود خواب ہی میں اس کا قرینہ موجود ہے یعنی آہستہ سے ارشاد فرمانا ورنہ احکام کا مقتضا ظاہر ہے کہ اعلان ہے۔ میری اس رائے کی تقویت ایک کامل محقق جامع ظاہر و باطن شیخ سے بھی ہو چکی ہے۔ رویاء ثانیہ۔ کہ اس سے ایک عرصہ کے بعد حافظ اشفاق رسول تھانوی مولدا وبڑوتی مسکنا نے (جو وضوح و صدق رویاء مین خاص نسبت رکھتے ہیں) دیکھا اور یہ حافظ صاحب ذکر مولد شریف کے ازحد شائق وراغب ہیں اس لئے بالخصوص اس میں تصرف خیال کا قطعاً ہی احتمال قطع ہے وہ لکھتے ہیں حضور فخر عالم ﷺ رونق افروز ہیں دونوں پائے مبارک دراز کئے ہوئے اور چادر سفید پاؤں سے گردن تک ڈالے ہوئے ہیں اور ایک دوپٹہ کمر سے بندھا ہوا ہے اور سفید چوغہ زیب بند ہے کمترین نے سامنے جا کر سلام عرض کیا ارشاد ہوا کہ جو شخص ہماری تعریف کر کے شفاعت چاہے ہم اس کی شفاعت نہیں کریں گے ہم اس کے شافع ہوں گے جو ہماری احادیث پر عمل کرے گا۔ اس سے تائید مدعا کی مع زیادت ہوتی ہے اور وہ زیادت یہ ہے کہ اگر مدح میں تمام تر رعایات و شرائط بھی ملحوظ ہوں تب بھی وہ اتباع سے درجہ

متاخر میں ہے اب اس خاتمہ کو ختم کرتا ہوں اور اس کے ختم کے ساتھ رسالہ القاسم کے ایک مضمون کو جو کہ جمادیین ۱۳۲۹ھ کے پرچوں میں بذیل عنوان اصلاح معاملہ بحضرت رسالت ﷺ شائع کرنے کا ارادہ ہے مطالعہ کرنے کی ترغیب دیتا ہوں کہ وہ اس تمام تر رسالہ کی غرض کا گویا ملخص مضمون کا خاتمہ ختم ہوا۔ اور خاتمہ کے ساتھ رسالہ نشر الطیب ختم ہوا اور عجیب اتفاق ہے کہ اس وقت بھی ربیع الاول کا مہینہ سہ شنبہ کا دن دوسرا عشرہ ہے۔ والحمد للہ اولا وآخرا والصلوۃ علی رسولہ باطنا وظاہرا وعلی آلہ وصحبہ الذین کل منھم کان طیبا وطاہرا امادام الغیث متقاطرا والسحاب متماترا وکان ھذا فی ۱۳۲۹ من الھجرۃ المبارکۃ۔

نعت

ہے تمنّا کہ جاؤں مدینہ کو میں — زہے قسمت جو آئے بلاوا میرا
ختم ہوگا کبھی تو میرا انتظار — آئے گا ان کے در سے بلاوا میرا
نام ان کا جو محفل میں آتا گیا — شوق ان کی زیارت کا بڑھتا گیا
سامنے جو حرم میرے آتا گیا — نور ہی نور سے بھر گیا دل میرا
مجھ پہ ہو جائے نظر کرم آپ کی — بات بگڑی جو تھی وہ بھی بن جائے گی
چین آجائے گا دل سنبھل جائے گا — لوٹ آئے گا دل کا قرار میرا
میں تو روضہ پہ جا کر کہوں گا انہیں — سن لو آقا ذرا حال دل میرا
اس یقین سے ہوں آیا بڑی دور سے — بات بن جائے گی کام ہوگا میرا
یہ حرم کے پرندے اور ان کا نصیب — در پہ آقا کے رہتے ہیں یہ خوش نصیب
میں بھی رہ جاؤں گا ان کے در کے قریب — یوں چمک جائے گا یہ نصیب میرا
میں بھلاؤں گا کیسے حرم کا سماں — نور کے بادلوں سے بھرا آسمان
رونقیں یہ کہاں رحمتیں یہ کہاں — اب کہاں پائے گا یہ سماں دل میرا
ہیں معطر مدینہ کی یہ گلیاں — رات دن جو برستی ہے رحمت یہاں
میں جو پڑھتا ہوں ارشاد سلام یہاں — بے خودی میں مچلتا ہے دل یہ میرا

(از صاحب تسہیل)

نعت

وہ جو آئے تو عالم یہ روشن ہوا — ایسی شمع ہدایت ہیں آقا میر
انکا چرچا ہے عالم میں پھیلا ہوا — سارے عالم کی جان ہیں آقا میر
ہادی عالم بھی ہیں شافع عالم بھی ہیں — دونوں عالم کے والی ہیں آقا میر
ہوں درود ان پر ہوں سلام ان پر — رحمتوں کے ہوں سائے میں آقا میر
جب سے آیا مدینہ بلاوا میرا — فاصلے بھی سمٹ گئے آگے میر
خود ہی اٹھنے لگے جو میرے قدم — ہوئے سارے اجالے ہی ساتھ میر
ہیں آقا نظر میں میری ہر طرف — سامنے ہر طرف ہے مدینہ میر
میں جو پہنچا مدینہ تو دیکھا وہاں — رحمتوں کے تھے بادل اوپر میر
سبز گنبد آیا نظر جو مجھے — بے خودی میں نکل گئے آنسو میر
زندگی بن گئی بندگی اب میری — سامنے جب سے آیا حرم یہ می
میں جو روضے کی جالی پہ لپکا ذرا — جلوہ گر تھے وہاں پہ آقا می
بات بڑھتی گئی میں تو بے خود ہوا — دل کی دھڑکن بنے پیارے آقا می
دل ہوا اب مدینہ کا شیدا میرا — کیسے لوٹوں گا میں ہمسفر اب می
میں نہ لوٹوں گا ارشاد مدینہ سے اب — راستے بھی ہوئے ہیں گم آگے م

(صاحب ت

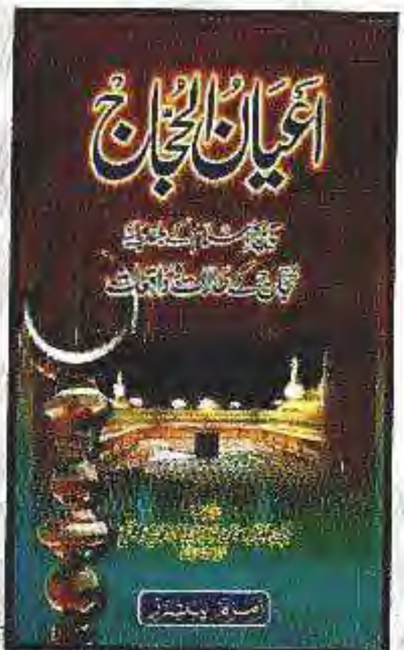
توحید و رسالت، قیامت، قضاء وقدر، آسمانی کتب
اور
اصولِ دین پر جامع کتاب

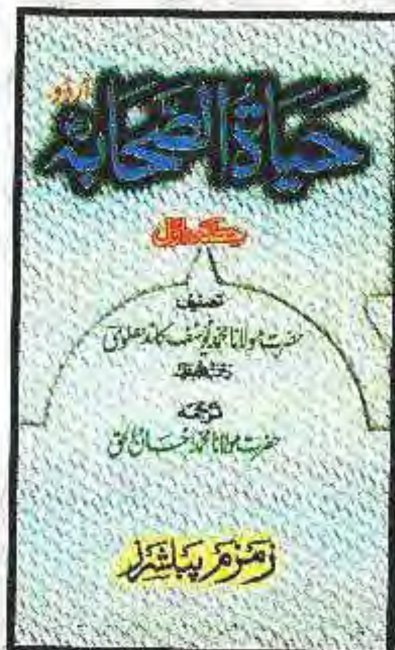
عِلمُ الکلام

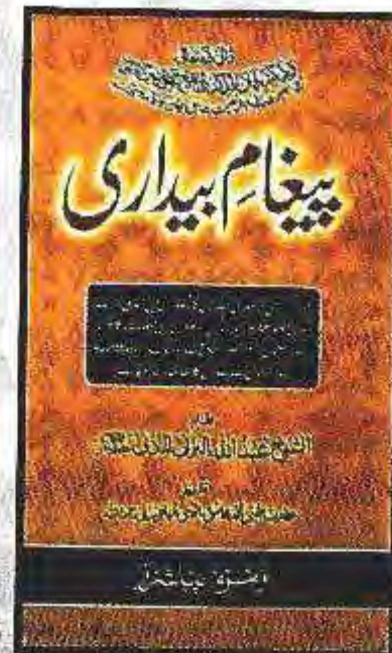
مُصنّف

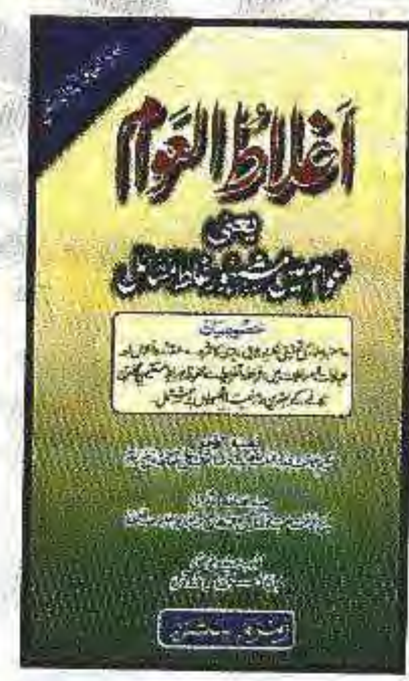
مولانا محمد ادریس کاندھلوی
۱۸۹۹ء — ۱۹۷۴ء

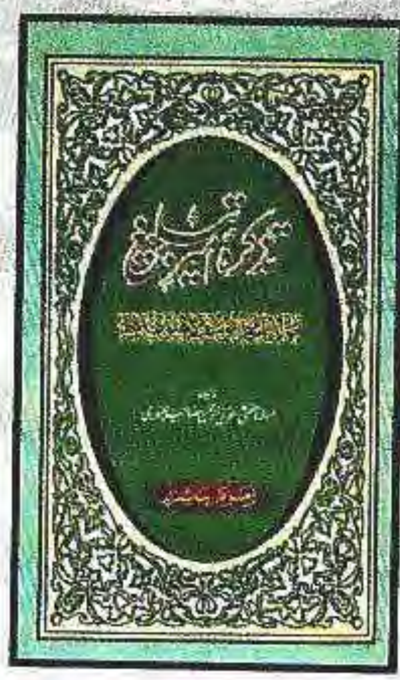
زم زم پبلشرز

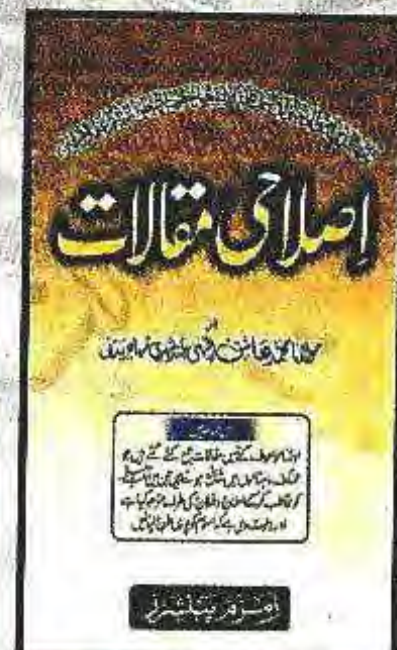

اَعیانُ الحُجّاج

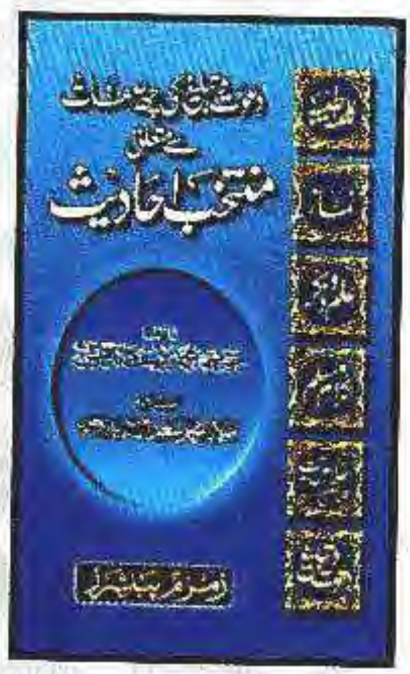

حیاۃ الصحابہ
زمزم پبلشرز


پیغامِ بیداری

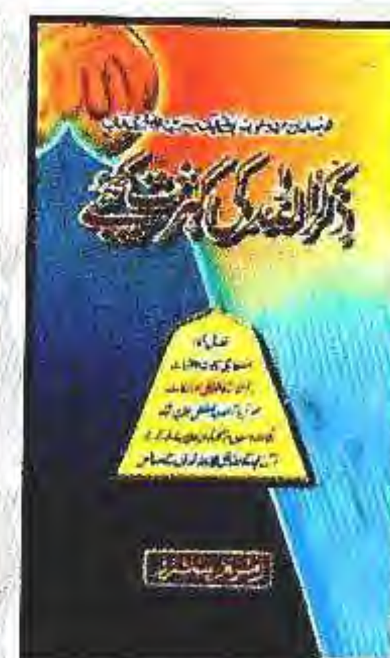

اَغلاطُ العوام




اصلاحی مقالات
زمزم پبلشرز


منتخب احادیث
زمزم پبلشرز


اخلاقِ سلف
تنبیہ المغترین


زمزم پبلشرز